دان کی بدعت ان کے لئے اور کہا ہے کہ احمد بن خلیل اور ابن معین اور ابو حاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ اور ابن عدی نے ان کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ تشیع میں غالی تھے پھر ذہبی نے ایک سوال کیا ہے کہ بدعت کرنے والے کے ثقہ ہونے کا حکم کیونکر دیا جا سکتا ہے حالانکہ عدالت جو ثقہ کے لئے لازمی ہے منافی بدعت ہے پھر خود ہی اس سوال کا جواب یوں دیا ہے کہ غلوئی تشیع اور تشیع بلا غلو تابعین اور تبع تابعین میں بہت تھا باوجودیکہ سب کے سب دیندار اور صاحب ورع و صداقت تھے پس اگر ان سب لوگوں کی حدیث رد کر دی جائے تو بہت سے احادیث نبویہ ضائع ہو جائیں۔

یہ وہ سو آدمی بلکہ زیادہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی محبت اور اکثر نے آپ کی ملازمت حاصل کی اور یہ سب کے سب شیعہ تابعین میں سے تھے اور حضرت امیر علیہ السلام کی رائے کے تابع تھے۔ اگرچہ اون کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً وہ لوگ کہ جو سبطین علیہما السلام کی خدمت میں شہید ہوئے یا اور اون کے اصحاب پسندیدہ لیکن اس خاکسار نے برعایت اختصار اسی پر اکتفا کی ہے اس لئے کہ اون سب کا ذکر کرنا مشکل بلکہ قریب بمحال ہے اس لئے کہ تابعین اور تبع تابعین میں شیعوں کی کثرت حد سے زائد تھی چنانچہ ابن عاصم کوفی نے کتاب فتوح میں اس کی تصریح کی ہے اور ذہبی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ گذرا۔ بلکہ ذہبی نے کتاب میزان میں قریب چار سو آدمیوں کے فضلائے شیعیان تابعین میں سے متقدمین نام بنام ذکر کئے ہیں۔ اور اکثر کو ان میں سے صدوق اور ثقہ کہا ہے۔ نیز کتاب

اُن سے فرمایا تھا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھو اور لوگوں کو فتوے دو میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے شیعوں میں تم ایسے لوگوں کو دیکھیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اہل مدینہ سے مناظرہ کرو اس لئے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے راویان و رجال تم ایسے ہوں۔ ابان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حیات میں وفات پائی جب حضرت کو خبر پہونچی تو آپ نے ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور بقسم ارشاد فرمایا کہ ابان کی موت سے میرے دل کو صدمہ ہوا۔ ان کی وفات سنہ ۱۴۱ھ میں ہوئی اور حضرت صادق علیہ السلام نے اون کو اون کے وقت وفات سے خبر دیدی تھی۔ شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابان مدینہ جاتے تھے تو لوگ اُن سے حدیثیں سنتے اور مسائل دینیہ حاصل کرنے کے لئے اس قدر جمع ہوتے تھے کہ سوائے ستون مسجد کے جو اُن کے لئے خالی رکھا جاتا تھا اور کہیں جگہ خالی نہ رہتی تھی اور اسی طرح عبداللہ بن حجاج سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں مجلس ابان بن تغلب میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص داخل ہوا اور ابان سے پوچھا کہ اے ابوسعید صحابہ پیغمبر میں سے کتنے آدمیوں نے حضرت امیرؑ کی پیروی کی؟ ابان نے جواب دیا کہ شاید تم علی کی فضل و بزرگی اُن اصحاب کے ذریعہ سے پہچاننا چاہتے ہو کہ جنہوں نے حضرت کی پیروی کی؟ اس نے کہا کہ ہاں! میرا مقصود یہی ہے ابان نے کہا قسم خدا کی میں صحابہ رسول صلعم کے لئے بغیر امیر المومنینؑ کی متابعت کے کوئی فضیلت ہی نہیں سمجھتا۔

ذہبی نے ابتدائے کتاب میزان میں لکھا ہے کہ ابان بن تغلب سخت شیعہ تھے لیکن سچے تھے پس اون کی سچائی ہمارے لئے ہے اور

بنا دیئے تاکہ اس کی حفاظت کرتا رہوں لیکن مخالفین جس طرح سے ابن عباس سے کے حکم ہونے پر راضی نہ ہوسکے۔ اسی طرح سے ابو الاسود کی شرکت گوارا نہیں کی۔ اور کتاب غرر اور تفسیر شیخ ابو الفتوح رازی میں مذکور ہے کہ ابو الاسود قبیلہ بنی قشیر میں اترے چونکہ یہ شیعہ تھے اور وہ لوگ ناصبیان مجبور تھے رات کے وقت اُن پر پتھر پھینکتے تھے اور جب صبح ہوتی تھی تو ابو الاسود ان کی ملامت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم نے پتھر نہیں مارا بلکہ خدا نے مارا ہے ابو الاسود نے کہا کہ خدا پر بہتان نہ کرو کیونکہ اگر اللہ نے مارا ہوتا تو وہ خطا نہ کرتا۔ پھر لوگوں نے خواہش کی اور وہ بڑی دیر تک مداحی اہلبیتؑ کرتے رہے۔ اور وہ مدح اہلبیتؑ بہت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ کب تک علیؑ کی مدح کرو گے انہوں نے جواب میں اشعار پڑھے جن کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے :۔

"رذیل بنی قشیر کہتے ہیں کہ یہ کبھی علیؑ کو نہیں بولتا میں محمدؐ و عباسؓ و حمزہؓ و وصی رسول علی بن ابی طالب کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ اور جب سے اسلام کی چکی گردش میں ہے جب ہی سے مجھ کو اُن کی محبت ہے پس اگر ان کی محبت ہدایت ہے تو میں اس ہدایت کو پہونچ جاؤں گا اور اگر معاذ اللہ گمراہی ہے جب بھی میں خطاکار نہیں ہوں" تو لوگوں نے کہا کہ اس آخری شعر میں تم نے شک کا پہلو ظاہر کیا جواب دیا کہ پس خداوند عالم نے بھی اس طرح کا شک کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے "وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی ہم اور تم یا ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں" ابو الاسود کا یہ مطلب تھا کہ یہ شک نہیں ہے بلکہ مخاطب کے شک کا قبل کر کے متکلم اس طرح کی بات کرتا ہے پھر کتاب غرر میں روایت ہے

علم الہدیٰ کتاب غرر الفوائد و درر القلائد میں فرماتے ہیں کہ ابوالاسود حاضر جواب۔ شیریں کلام۔ لطیفہ سنج تھے۔ یہاں تک کہ شعبی نے انتہائی تعجب سے ان کے حق میں کہا ہے کہ "خدا ابوالاسود سے قتال کرے وہ کس قدر حاضر جواب اور خوش بیان ہیں" اور منجملہ ان کے لطیفوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جب مقام نخیلہ میں معاویہ سے ملے تو معاویہ نے ان سے پوچھا کہ "سنا ہے جنگ صفین کے فیصلہ کرنے کے لئے تمہارے حکم ہونے کا بھی ذکر ہوا تھا۔ ابوالاسود نے کہا کہ ہاں! معاویہ نے کہا کہ اگر تمہیں حکم بناتے تو تم کیا کرتے؟ جواب دیا کہ ہزار آدمیوں کو مہاجرین میں سے اور ہزار کو انصار میں سے جمع کرتا اور ان سے پوچھتا کہ "ایہا الناس! آیا خلافت رسول خدا صلعم کے لئے ایک مرد مہاجر احق و اولیٰ ہے یا ایک ایسا شخص کہ جس کو حالت کفر میں مسلمانوں نے قید کیا ہو اور پھر غلامی سے آزاد کیا ہو! معاویہ نے یہ سن کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تیرے شر سے مجھے بچا یا"۔

منقول ہے کہ ابوالاسود حضرت امیر علیہ السلام کی محبت کے سبب سے چاہتے تھے کہ حکم قرار پائیں اور حضرت سے عرض کرتے تھے کہ ابو موسیٰ اشعری کے حکم ہونے پر راضی نہ ہوجیئے! میں اس کا امتحان لے چکا ہوں اور آزما چکا ہوں اور اچھی طرح سے اسے دیکھا بھالا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ آپ کی دشمنی سے خالی نہیں ہے۔ اور نا حبیان این میں سے ہے۔ اگر ممکن ہو تو آپ مجھے حکم قرار دیجئے تاکہ اس طرف کا حکم جو عقدہ مشکل حل کرے گا میں اس سے زیادہ مشکل پیش کردوں گا اور اگر بسبب صحابی نہ ہونے کے میرا حکم ہونا قبول نہ کریں تو مجھ کو ابو موسیٰ کا شریک

کا بھی ذکر کیا ہے جو واضع اول نحو کے بارہ میں ہے اور سبب اختلاف
کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کے نام و نسب میں اختلاف کثیر ہے جس کا ذکر
بھی ہم نے طبقات میں کیا ہے اور یہ راویان تابعین میں سے تھے اور
رائے و عقل میں اکمل و اشد رجال تھے اور شیعہ و شاعر و حاضر جواب و
ثقہ فی الحدیث تھے۔ امیر المومنین علیؑ اور ابن عباسؓ اور ابوذرؓ وغیرہ سے
روایت کی ہے اور اُن سے اُن کے بیٹے اور یحییٰ ابن عمر نے روایت کی ہے
جنگ صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور معاویہ کے پاس
گئے تو اُس نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور بڑا انعام دیا اور ان کو
قاضی بصرہ بنایا اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصحف میں نقطے دئے
جاحظ نے کہا ہے کہ ابوالاسود کا شمار تابعین و فقہا و محدثین و شعراء و امراء و عقلا
اور نحویین میں ہے اور یہ حاضر جواب اور شیعہ تھے ۶۹ھ میں بمرض
طاعون انتقال ہوا زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے
ابوالاسود کے پاس بہت سے ہدیے بھیجے جن میں حلوا بھی تھا جب ابوالاسود
کی لڑکی کی نظر اس پر پڑی تو پوچھا کہ یہ ہدیہ کس کا ہے ابوالاسود نے جواب
دیا کہ معاویہ نے بھیجا ہے تاکہ ہم کو ہمارے دین میں دھوکا دے تو اس
لڑکی نے فوراً یہ دو شعر کہے :- شعر

ابالشہد المزعفر یا ابن حرب — نبیع علیک احسانا و دینا
معاذ اللہ کیف یکون ھذا — و مولانا امیر المومنینا

یعنی اے حرب کے بیٹے (معاویہ) کیا زعفران ملے ہوئے شہد کے عوض
میں ہم اپنا دین اور نیکیاں تیرے ہاتھ بیچ ڈالیں گے؟ معاذ اللہ یہ کیسے
ہو سکتا ہے حالانکہ ہمارے مولا امیر المومنین ہیں۔ سید [illegible] علی مہر تقوی

ابو السفاح البجلی۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے شخص ہیں جو جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

ابو شمر بن ابرہہ بن الصباح الحمیری۔ اہل شام سے تھے۔ اور ایک گروہ اہل شام کا ان کے ہمراہ تھا صفین میں اہل بغاوت سے علیحدہ ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں چلے آئے۔

ابو ظبیان۔ بظائے مطیہ و بائے مفردہ و یائے مثناۃ تحت۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب خاص سے تھے۔

ابو قرۃ القاضی الکندی۔ راویان حضرت امیر علیہ السلام میں سے تھے۔

ابو عمرۃ الانصاری۔ یہ بھی حضرت کے راویوں میں سے تھے۔

ابو عمر الفارسی۔ ان کا نام زاذن بزائے معجمہ و ذال معجمہ خواص اصحاب جناب امیر علیہ السلام میں سے تھے۔

ابو یحیی حکیم بن سعد الحنفی۔ شرطۃ الخمیس میں سے تھے۔

ابو الاسود ظالم بن عمر الدیلمی البصری۔ سادات تابعین اور انکے اعیان میں تھے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام کے مصاحب تھے اور جنگ صفین میں ہمراہ تھے اور رائے و عقل میں اکمل رجال تھے اور یہ پہلے شخص ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام کے فرمانے سے علم نحو کو جمع کیا جلال الدین سیوطی نے طبقات اللغات میں کہا ہے کہ وہ پہلے موسس نحو ہیں یعنی نحو کی بنا انہیں سے شروع ہوئی ہے جیسا کہ ہم نے مقدمات التعلیقات الکبریٰ میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اس اختلاف

سے نعمان کے مکان پر پناہ لی وہ بخوف رہے۔
نعمان بن عجلان۔ بنی زریق بزا بے نقطہ سے و را سے مفتوحہ سے تھے
اور بنی زریق انصار کے ایک گروہ کا لقب ہے جن میں کے اکثر مدینہ میں
تھے۔ نعمان مذکور حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بحرین عمان کے عامل
تھے۔
نمیلۃ الہمدانی۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام
کے خواص میں سے تھے۔
ابو جندب بن عبیدی۔ اصحاب حضرت امیر علیہ السلام میں سے تھے
اور جنگ جمل میں عائشہ کے اونٹ کا ایک پاؤں کاٹا تھا۔
ابوالجوشہ بجیم و واو و شین معجمہ کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ
جس روز حضرت امیر علیہ السلام کوفہ سے صفین کی طرف متوجہ ہوئے تو
حضرت نے اپنا علم ابوالجوشہ کو دیا۔ اور مہاجرین کا علم نوح بن حارث
بن عمر مخزومی کو اور انصار کا علم قرضہ بن کعب کو اور لبانہ کا علم عبداللہ بن
بکیر کو اور ہذیل کا علم عمر بن ابی عمر عدلی کو اور ہمدان کا علم رفاعہ بن ابی رفاعہ
ہمدانی کو دیا۔ اور مقدمۃ لشکر ابولیلہ بن حمرہ تھے۔
ابو حیہ۔ بجائے مہملہ و یائے مثناۃ تحتانی۔ طارق بن شہاب الاحمسی
اہل کوفہ اور طارق بن خاص علی مرتضی علیہ السلام میں سے تھے۔
ابوزید مولا سے عمر بن حریث۔ انہوں نے تمام لڑائیوں میں حضرت
امیر علیہ السلام کی ہمراہی میں جہاد کیا۔
ابو سعید عقیصہ۔ بضم عین و بعد ازاں قاف حضرت امیر علیہ السلام کے
خاص اصحاب میں سے تھے۔

ہوئے" اور انہیں دونوں بیتوں کے مثل وہ دو بیتیں ہیں جو ابن سنان خفاجی نے کہ موستان تابعی سے ہیں کہی ہیں جنکا ماحصل یہ ہے:-

منبروں پر لعنت اوس شخص کی سب و شتم کرتے ہو جس کی تلوار کے سبب سے منبر کی لکڑیاں نصیب ہو سکیں اور منبر تیار ہوا خدا کی قسم اگر تیم اور عدی یعنی ابوبکر و عمر نے خلافت غصب نہ کی ہوتی تو یزید و زیاد کو ان مظالم کی مجال نہ ہوتی"

قدامۃ السعیدی - اصحاب حضرت امیر علیہ السلام میں سے تھے اور شیخ ابو الفتوح نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب دوبارہ زمین بابل میں خداوند عالم نے آفتاب کو حضرت امیر علیہ السلام کی دعا سے واپس کیا تاکہ حضرت کی نماز قضا نہ ہو تو اوس وقت قدامہ حضرت کے ہمراہ تھے اور انہوں نے اس بارہ میں چند شعر بھی کہے ہیں۔

مخنف بن سلیم الازدی - ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ عربی کوفی اصحاب حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں سے تھے۔

المسور بن مخرمۃ الزہری - ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور آپ کا خط امیر الفاسقین (معاویہ) کے پاس لے گئے تھے۔

المہدی مولی عثمان بن عفان - ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ پسندیدہ تھے اور محمد بن ابی بکر کی موجودگی میں حضرت امیر علیہ السلام سے اس بات پر بیعت کی کہ آپ کے دشمنان گذشتہ و آیندہ سے بیزار رہونگا۔

النعمان بن عجلان - راویان حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں سے تھے اور روز جنگ جمل حضرت نے فرمایا تھا کہ جو شخص مخالفین میں

اس لئے کہ انہوں نے ثقہ سے روایت کی ہے اور مسلم نے اپنی صحیح میں اُن
سے روایت کی ہے۔ انتہا اور شیخ ابو علی طبرسی نے تفسیر آیہ "والشجرۃ
الملعونۃ فی القرآن" میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ مراد شجرہ ملعونہ سے
بنی اُمیہ ہیں اور جناب رسالت مآب نے خواب میں اُن کو بشکل بندروں
کے دیکھا تھا کہ اُن کے منبر پر چڑھتے اترتے ہیں اور ان کی ذریت کو اذیت
پہونچاتے ہیں منہال ذکر سے روایت کی ہے کہ منہال کہتے تھے کہ ایک
روز میں خدمت جناب امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہوا اور پوچھا
کہ اے فرزند رسول آپ نے کیسی صبح کی ہے حضرت نے فرمایا کہ صبح کی ہم نے مثل
بنی اسرائیل آل فرعون کے زمانہ میں کرتے تھے کہ آل فرعون اُن کے
بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور صبح کی بہترین
خلق نے بعد رسول اللہ صلعم کے ایسی حالت میں کہ منبروں پر ان کے اوپر
لعنت کی جاتی تھی اور صبح کی اوس شخص نے کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے
ایسی حالت میں کہ ہماری محبت کے سبب سے اوس کا حق کم کر دیا گیا اور
منجملہ اشعار منہال کے جو انہوں نے اغیار جفاکار کے اعتراض میں کہے ہیں
یہ دو شعر بھی ہیں:۔ **شعر**

یعظمون لہ اعواد منبرہ — وتحت ارجلہم اولادہ وضعوا
بای حکم بنوہ یتبعونکم — وفخرکم انکم صحب لہ تبعوا

"یعنی رسول اللہ کے سبب سے تو ان کے منبر کی لکڑیوں کی تعظیم
کرتے ہیں اور اون کی اولاد کو پاؤں سے روندتے تھے آنحضرت رسول اللہ صلعم کی
اولاد کس حکم کے واسطے تمہاری متابعت کرے اور کیوں تمہاری پیروی
کرے اس لئے کہ تمہارا فخر اور رتبہ یہ ہے کہ تم اون کے [illegible] وغیرہ

کعب بن عبد اللہ۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ تمام جنگوں میں حضرت امیر علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

کلیبان بن کلیب۔ ان کی کنیت ابو صادق ہے ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ خدمت حضرت امیر علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام میں پہونچے اور ان سے روایت کی ہے۔

لوط بن یحیی الازدی۔ ان کی کنیت ابو مخنف ہے۔ شیخ ابو عمر کشی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور شیخ ابو جعفر طوسی نے فرمایا ہے کہ یہ روایت میرے نزدیک غلط ہے اسلئے کہ انہوں نے حضرت سے ملاقات نہیں کی ہاں اون کے باپ یحیی آپ کے اصحاب میں سے تھے اور لوط مذکور کے تصانیف علم سیر میں کثیر ہیں منجملہ ان کے کتاب مقتل حضرت امام حسین علیہ السلام اور کتاب اخبار مختار کتاب مقتل محمد بن ابی بکر اور کتاب مقتل عثمان اور کتاب جمل و صفین اور کتاب خطبۃ الزہرا اور اس کے مثل۔

منہال بن عمر الاسدی۔ راویان حضرت امام حسین علیہ السلام اور محبان علی و آل علی علیہم السلام میں سے تھے ابن داؤد نے کہا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ سید فاضل امیر معین الدین شافعی نے رسالہ معاویہ میں کہا ہے کہ ابن معین اور عجلی منہال بن عمر کو ثقہ جانتے ہیں اور عادل کہا ہے پھر کہا ہے کہ حمید بن ہلال نے کسی نے منہال کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں اون کے امثال کے متعلق سوال نہ کرنا چاہیئے۔

ابن عدی نے کہا کہ منہال کے احادیث میں کوئی ضعف نہیں ہے

بھتیجے تھے اور بصرہ میں رہتے تھے۔ اور مذہب شیعہ رکھتے تھے جو انہوں نے
اپنے والد اور چچا سے میراث میں پایا تھا

عبیداللہ بن خیبر الخیوانی بخائے معجمہ ویائے مثناۃ تحت ساکنہ و نون۔
قبیلۂ خیوان کی طرف منسوب ہیں جو ہمدان کا ایک جزو ہے۔ اور دارقطنی
نے جو محدثان اہل سنت سے ہیں اس لفظ کو حائے حطی کے ساتھ بیان
کیا ہے۔ لیکن اشہر اول ہے۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام
کے خواص میں سے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ عربی کوفی تھے۔ اور
تمام لڑائیوں میں حضرت امیر علیہ السلام کی ہمراہی میں جہاد کیا۔ حجاج بن یوسف
علیہ اللعنہ نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کے دونوں مونڈھے سیاہ ہو گئے

علقمہ بن قیس۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ اور ان کے بھائی اُبَی جنگ
صفین میں شہید ہو گئے

علی بن ربیعہ ابو البہی الاسدی۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ راویان
حضرت امیر علیہ السلام میں سے تھے اور اپنے زمانہ کے عابدوں میں تھے۔

عمر بن محصن۔ کنیت ابو جحیہ بدو حائے حطی ہے جنگ صفین میں زخمی
ہوئے اور جب حضرت امیر علیہ السلام جنگ جمل کے لئے جا رہے تھے تو
انہوں نے حضرت کے لشکر کے سامان میں ایک لاکھ درہم اپنے مال سے
صرف کئے۔

عمر بن دینار الکوفی۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ فاضل و ثقہ اور ائمہ
تابعین میں سے تھے۔

الفاکہ بن سعد۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ جنگ صفین میں شہید ہوئے

عُبایہ بن رفاعہ۔ بباے مفردہ و یاے مثناۃ من تحت بن رافع بن خدیج الانصاری۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ ساکن یمن اور راویان حضرت امیر علیہ السلام میں سے تھے۔

عبداللہ بن حجل۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ خواص حضرت امیر علیہ السلام میں سے تھے۔

عبداللہ بن خباب بخاے معجمہ و دو باے مفردہ اول از ایشاں مشددہ ان کے باپ کا نام ارتّ براو تاے مثناۃ من فوق مشددہ۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام کے خواص میں سے تھے اور خوارج نے قبل از جنگ نہروان انہیں شہید کر دیا۔

عبداللہ بن مسلمہ۔ خدمت حضرت امیر علیہ السلام میں تھے لیکن چونکہ جنگ صفین میں شریک نہیں ہو سکے تھے اسلئے بہت افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں چاہتا تھا کہ تمام جنگوں میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ہوتا

عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیثی۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام کے خواص میں سے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے بعض بیماریوں میں ان کی عیادت فرمائی ہے اور حضرت کے آنے کی برکت سے فوراً ان کا بخار جاتا رہا اور کتاب کامل بہائی میں مروی ہے کہ عبداللہ کہتے تھے کہ میں چاہتا تھا کہ منبر پر جاتا اور صبح سے نماز ظہر تک حضرت امیر علیہ السلام کے مناقب لوگوں سے بیان کرتا پس لوگ مجھے منبر پر سے کھینچ لیتے اور مار ڈالتے۔ ذہبی نے کتاب کاشف میں کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے اور واقعہ روز دجیل میں شہید ہوئے۔

عبداللہ بن صامت۔ ابن داؤد نے کہا کہ وہ حضرت ابوذر کے

زا وشین معجمہ فتوحات ابن الحر بجائے حطہ مضمومہ وتشدید راء سے بھی روایت
کی ہے۔

سفیان بن یزید۔ کتاب خلاصہ وکتاب ابن داؤد میں ذکر ہے کہ وہ
حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور جنگ صفین میں خود
معہ اپنے بھائیوں کے یکے بعد دیگرے حضرت کے علمبردار ہوتے رہے حتیٰ کہ
سب نے شہادت پائی۔

شرحبیل بضم شین وفتح راء وسکون حائے حطہ ویائے مفردہ ویائے مثناۃ تحت
ساکنہ۔ خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ اور ان کے بھائی شمیر اور کریر اور جبیر
اور برید جنگ صفین میں یکے بعد دیگرے لڑتے رہے یہاں تک کہ
سب قتل ہوئے۔

ظالم بن سراق الازدی بضم سین حطہ کنیت ان کی ابوخضرہ ہے اور وہ
مہلب ..... کے باپ تھے ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام
کے شیعہ تھے اور جنگ جمل میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ
واللہ اگر اس سے قبل میں آپ کی خدمت میں مشرف ہوں تو کوئی ازدی
آپ کے مقابلہ میں تلوار نہ کھینچتا پھر بصرہ میں وفات پائی اور حضرت امیر
علیہ السلام نے ان کے جنازہ پر نماز پڑھی۔

عامر بن شرحبیل بضم شین معجمہ وفتح راء وسکون حائے حطہ۔ ان کی کنیت ابو عمر
ہے اور ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ ایک مرد فقیہ راویان حضرت امیر علیہ السلام
میں سے تھے۔

عامر بن عبداللہ۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ اصحاب حضرت امیر علیہ السلام میں
سے تھے اور آٹھ مشہور زاہدوں میں سے تھے۔

ہے لیکن فسوی حق پر نہیں ہے اس لئے کہ اس سے اُن چند روایتوں کو جو اُن سے واقع ہوئی ہیں اُن کے نامعتبر ہونے کی دلیل قرار دیتا ہے۔ جنمیں سے ایک روایت یہ ہے کہ عمر نے حذیفہ کو قسم دی کہ بتاؤ کہ میں منافقین میں سے ہوں یا نہیں؟ دوسری روایت یہ ہے کہ جب دجّال نکلے گا تو دوستداران عثمان ان کے مطیع ہوں گے لیکن اس طرح کی روایتیں ان کی قادح نہیں ہو سکتیں اور اگر یہی ہو تو بہت سی حدیثوں کو رد کرنا لازم ہو جائے گا حالانکہ زید سردار جلیل القدر تھے اور آخر ایام حیات جناب رسالتمآب میں ہجرت کر کے حضرت کی خدمت میں آئے۔

ابھی اثنا راہ ہی میں تھے کہ حضرت صلعم نے وفات پائی اور انہوں نے عمر و عثمان اور حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ اور ابن محقق وغیرہ نے ان کو معتبر مانا ہے یہاں تک کہ اعمش کہتے تھے کہ جب زید بن وھب کوئی حدیث کسی سے تمہارے پاس نقل کریں تو وہ حدیث یہ حکم رکھتی ہے کہ گویا تم نے خود اس شخص سے سُنا ہے۔ ۹۶ھ سے قبل یا اس کے کچھ بعد وفات پائی یہ ذہبی کا خلاصہ کلام تھا۔

سالم بن ابی جعدہ کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ حضرت امیر کے خواص میں سے ہے۔

حنظلہ بن فضیل البرقی۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے خواص میں سے تھے۔

سلیمان بن مسہر بکسر میم و فتح ہا۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور اس طرح خرشہ بجائے مجہود

ہے بدر میں پیدا ہوئے اور جنگ صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے اور وہیں شہید ہوگئے۔

جعدۃ الہمدانی۔ بضم جیم و فتح عین و تائے تانیث۔ ابن داؤد نے کہا کہ وہ قبیلہ ہمدان سے تھے حضرت امیر ہمدان کے خواص میں سے تھے حسنین علیہما السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہونچے۔

حارث بن الربیع۔ ان کی کنیت ابو زیاد ہے ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ اصحاب حضرت امیر علیہ السلام سے تھے اور مدینہ میں آپ کے عامل تھے۔

حارث بن قیس۔ ابن داؤد نے شیخ طوسی اور ابو عمر کشی سے نقل کیا ہے کہ وہ ممدوح ہیں اور جنگ صفین میں اون کا ایک پاؤں کٹ گیا تھا۔

حارث بن ہمام النخعی۔ ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ روز جنگ صفین مالک اشتر کے علمبردار تھے۔

خوات بن جبیر۔ اہل بدر اور راویان حضرت امیر علیہ السلام سے تھے۔

زیاد بن کعب بن مرحب۔ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ رجال حضرت امیر علیہ السلام میں ہیں۔

زیاد بن عبید۔ بصرہ میں حضرت امیر علیہ السلام کے عامل تھے۔

زید بن وہب الجہنی کتاب ابن داؤد اور کتاب فہرست میں مذکور ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام کے خواص میں سے تھے۔ اور حضرت جمعہ میں اور عیدوں میں جو خطبے پڑھا کرتے تھے اون کو جمع کیا کرتے تھے۔ ذہبی نے کتاب میزان میں لکھا ہے کہ زید بن وہب ثقات تابعین میں سے تھے اور سب نے اون کی روایت کے دلیل ہونے پر اتفاق کیا ہے مگر یعقوب فسوی نے اختلاف کیا ہے اور اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ان کی حدیث میں بہت خلل

کے کاتب تھے اور حضرت کے قضایا گئے۔ ان میں ایک کتاب لکھی ہے
اور اسی طرح سے ان کی ایک کتاب اُن صحابہ کے ذکر میں جو حضرت
کے ساتھ جنگ جمل و صفین و نہروان میں حاضر تھے موجود ہے

صیفی بن فسیل

ابن داؤد نے کہا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام کے خواص میں سے
تھے اور ظاہر اً یہ وہی ہیں جو حجر بن عدی وغیرہ کے ساتھ درجہ شہادت پر
فائز ہوئے۔

تمیم بن خذیم الناجی خذیم بکسر حاء و سکون ذال المعجمہ و فتح یائے مثناۃ من
تحت ان کے باپ کا نام ہے اور اُن کا نسب ناجی ہے اور خود فرقہ ناجیہ
سے ہیں اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ خواص حضرت امیر علیہ السلام
میں سے تھے اور تینوں لڑائیوں میں حضرت کے ہمراہی میں جہاد کیا اور
بعض اصحاب نے بجائے خذیم کے حذلم بلام ذکر کیا ہے اور یہ اقرب بصواب
ہے اور جوہری کی تحریر کے موافق ہے۔
تمیم بن عمر: ان کی کنیت ابو جیشہ ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کے
اصحاب میں سے تھے اور سہیل بن حنیف کے پہونچنے تک حضرت کی
طرف سے مدینہ میں عامل تھے۔
ثابت بن نبانی: بہائے مضمومہ و دو نون الف درمیان۔ ابن داؤد نے
کہا ہے کہ نبانی نسبت ہے قبیلہ بنانہ کی طرف اور کنیت ان کی ابو فضالہ

میں مذکور ہے کہ جب قنبر کو حجاج بن یوسف کے پاس لائے تو اس نے پوچھا کہ علی کی خدمتوں میں سے کون سی خدمت تمہارے متعلق تھی۔ فرمایا کہ میں حضرت کے وضو کے لئے پانی لایا کرتا تھا۔ حجاج نے کہا کہ جب وضو سے فارغ ہوتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ قنبر نے جواب دیا کہ اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے: ۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے۔

پس جب بھول گئے وہ لوگ اُس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ہر چیز کے دروازے اُن پر کھول دئے۔ یہاں تک کہ جب وہ پائی ہوئی چیز سے خوش ہوئے (تو) ہم نے اُن کو دفعتہً گرفتار کیا پس وہ ناامید رہ گئے۔ پس ظالموں کی جڑ کاٹ ڈالی گئی اور سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے۔ حجاج نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ اس آیت کی تاویل ہم لوگوں کی شان میں کرتے تھے اور ہمیں لوگوں کو ظالم سمجھتے تھے۔ قنبر نے کہا ہاں! ایسا ہی ہے۔ حجاج نے کہا کہ اگر میں تمہاری گردن مارنے کا حکم دوں تو کیا ہو؟ فرمایا کہ میں سعادت مندوں میں سے ہوں گا اور تو شقیوں میں سے۔ آخر اس ملعون نے حکم دیا کہ قنبر کا سر جدا کیا جائے اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

عبید اللہ بن ابی رافع۔ ان کا اور ان کے بھائی کا کچھ حال ان کے والد ابراہیم بن ابی رافع کے حال میں گذر چکا ہے اور شیخ اجل ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب فہرست میں مذکور ہے کہ عبید اللہ حضرت امیر علیہ السلام

میکائیل سنے کی اور تمام اہل آسمان اس کی ثنا و صفت کرتے رہتے ہیں
مسلمین سابقین کا سردار ناکثین و قاسطین کا قاتل مسلمین کا محافظ
ناصبین سے جہاد کرنے والا آگ بھڑکانے والوں کی آگ کو بجھانے والا
اور تمام قریش سے بڑھ کر فقر کا اختیار کرنے والا۔ خدا کی دعوت کو سب سے
پہلے قبول کرنے والا امیر المومنین اور تمام عالمین میں وصی نبی مخلوقوں کے لئے
امین خدا اور جن کی طرف نبی بھیجے گئے ان سب کا خلیفہ مشرکین کا پراگندہ
کرنے والا اور منافقین کے لئے خدا کے تیروں میں سے ایک تیر کلمہ
عابدین کی زبان اور دین خدا کا ناصر و ولی اللہ و لسان اللہ و کلمۃ اللہ۔ و
ناصر اللہ۔ صندوق علم اللہ اور جائے پناہ دین اللہ امام الابرار پسندیدہ
خداوند جبار۔ سخی باذل۔ جری کامل۔ صابر و روزہ دار۔ ہدایت یافتہ و
پیش قدمی کرنے والا سخت چیزوں کو کاٹنے والا لشکروں کو متفرق
کرنے والا۔ مالک الرقاب سب سے بڑھ کر مطمئن دل رکھنے والا۔ ارادہ دل
کا مضبوط۔ باذل باسل۔ بہتر بہتر خضر غام۔ اولوا العزم صاحب عقل کامل
دشمنوں پر مثل برق کے حملہ کرنے والا اور خصم کو دلیل قاطع سے ساکت
کر دینے والا۔ کریم الاصل۔ شریف البذل۔ اس کا قبیلہ سب سے
افضل۔ خاندان پاک و پاکیزہ صاحب امانت۔ بنی ہاشم۔ ابن عم نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ امام ہادی۔ ہدایت و رشد کے ساتھ مہدی۔ فساد کا ترک
کرنے والا۔ شیر میدان وغا۔ چودہویں کے چاند کے مثل روشن کا
رہنے والا۔ صاحب قوت روحانی اور نور شعشعانی۔ سردار عرب
ضیغم میدان وغا مومنین کی کسوٹی۔ ابو السبطین الحسن و الحسین واللہ سچا
امیر المومنین یعنی علی بن ابی طالب کا غلام ہوں۔ اور نیز کتاب کشی میں

جب ضرار نے یہاں تک بیان کیا تو معاویہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے جو اس کی ڈاڑھی پر بہ رہے تھے اور وہ آستین سے پونچھتا جاتا تھا اور سب اہل دربار رو رہے تھے۔ پھر معاویہ نے کہا کہ خدا ابو الحسن پر رحم کرے حقیقت میں وہ ایسے ہی تھے۔ بیان اب ضرار ان کے فراق میں تمہارے رنج کی کیا کیفیت ہے؟ ضرار نے جواب دیا کہ جو اس عورت کی حالت ہو کہ جس کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو کہ اوس کی حرارت کبھی نہ بجھے اور اس کے آنسو کبھی نہ رکیں معاویہ نے کہا کہ لیکن میرے اصحاب ایسے نہیں ہیں اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اون سے میرے متعلق پوچھے تو ان باتوں میں سے ایک بات بھی نہ کہیں گے۔ صاحب کامل نے کہا ہے کہ یہ روایت میں نے کتاب ابو سعید سمان سے نقل کی ہے جو مشاہیر علمائے اہل سنت میں سے ہیں۔

قنبر غلام امیر المومنین۔ کتاب کشی میں مذکور ہے کہ قنبر سے کسی نے پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو انہوں نے کہا کہ میں اس کا غلام ہوں کہ جس نے دو تلواروں سے جہاد کیا اور دو نیزوں سے قتال کیا اور دو قبلوں کیطرف نماز پڑھی اور دو بیعتیں اور دو ہجرتیں کیں اور خدا کے ساتھ ایک آن واحد بھی کفر نہیں کیا میں مولا ہوں اس شخص کا جو صاحب ہے مومنین کا اور نور ہے مجاہدین کا اور وارث النبیین اور خیر الوصیین اور بزرگ ترین مسلمین اور سید ارمومنین ہے۔ خدا کے خوف سے رونے والوں کا رئیس اور عابدوں کی زینت۔ گذشتہ لوگوں کا چراغ اور موجود لوگوں کی روشنی اور تمام دعا کرنے والوں سے افضل رب العالمین کا پیام پہونچانے والا آل یٰسین میں سے پہلا ایمان لانے والا ہے جس کی تائید جبریل امین اور نصرت

اور رات سے اور اس کی وحشت سے مانوس تھے صاحب فکر طویل
اور اشک کثیر تھے اپنی ہتھیلیوں کو پلٹتے تھے اور اپنے نفس سے خطاب
کرتے تھے۔ کھردرا کپڑا اور بدمزہ کھانا آپ کو پسند تھا ہم لوگوں میں اس طرح
سے رہتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہمیں میں سے ایک شخص ہیں جب
ہم جاتے تھے تو ہمیں اپنے پاس بٹھاتے تھے جب ہم پکارتے تھے جواب
دیتے تھے اور ہم لوگ باوجود اس قرب کے اور ہر وقت کی ہمنشینی کے
بسبب ان کی عظمت اور ہیبت کے (جو خدا کے طرف سے تھی)
حضرت سے ابتداءً کلام نہیں کر سکتے تھے۔ جب آپ تبسم فرماتے
تھے تو آپ کے دندان آبدار موتیوں کی لڑی کی طرح چمکتے تھے اہل
دین کو مقدم کرتے تھے اور مسکینوں کو فضیلت دیتے تھے قوی لوگ
حضرت سے باطل کی طمع نہیں رکھ سکتے تھے اور ضعیف آپ کی
عدالت سے مایوس نہ تھے میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے بعض حالتوں
میں حضرت کو دیکھا ہے جب رات نے اپنے پردے ڈال دیئے ہیں
اور ستارے گہرائی میں پہونچ گئے ہیں کہ حضرت اپنی محراب میں اپنی ریش
اقدس ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہو گئے ہیں اور مار گزیدہ کی طرح سے
تڑپ رہے ہیں۔ اور صاحب حزن و اندوہ کی طرح سے رو رہے ہیں اور
رونے کی حالت میں فرماتے ہیں کہ اے دنیا آیا مجھ سے تعرض کرتی ہے؟
یا مجھے شوق دلاتی ہے ہیہات ہیہات۔ تیرا وقت قریب نہ ہو کسی دوسرے
کو فریب دے میں نے تو تجھے یقیناً تین طلاقیں دیدی ہیں جن کے بعد
میرے لئے رجعت جائز نہیں ہے تیرا عیش حقیر اور تیری بزرگی کم تیری عمر
قصیر آہ آہ کہ زاد کم ہے اور سفر طولانی ہے اور راستہ وحشتناک ہے۔

اس وجہ سے کہ آپ ریاست امت محمدی کے مستحق نہیں اور پھر آپ نے اس کو اپنی گردن سے ہٹا دیا اور معاویہ پر چھوڑ دیا جو احکام الٰہی کے خلاف حکم کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ کام اس وجہ سے کیا کہ میں نے اپنے جد سے سنا ہے کہ ہرگز یہ شب و روز ختم نہ ہوں گے جب تک کہ حاکم امت ایسا شخص نہ ہو جائے جس کی حلق چوڑی اور سینہ کشادہ ہو اور وہ کھاتا جائے اور سیر نہ ہو۔ اور وہ معاویہ ہے پھر تو نے کیوں مجھ سے ایسا سخت خطاب کیا۔ سفیان نے معافی مانگنا شروع کی اور عرض کیا آپ کی محبت اس کا باعث ہوئی کہ میں نے یہ کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ قسم خدا کی جو کوئی ہمارا دوست ہو اگرچہ کفار دیلم کے درمیان میں گرفتار رہا ہو ہماری محبت اس کو ضرور نفع پہنچائے گی۔ اور ہماری محبت آدمیوں سے گناہوں کو اس طرح سے گراتی ہے جس طرح سے ہوا درختوں کے پتوں کو۔

محقق بن ابی محقق الضبی۔ بعض مولفات شیخ محمد بن ابی جمہور میں مذکور ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے ایک مرتبہ شام گئے اور مجلس معاویہ میں داخل ہوئے جب معاویہ کی نظر ان پر پڑی تو بہت خوش ہوا اور پوچھا اے محقق کس کے پاس سے آتے ہو؟ محقق نے کہا کہ ابخل ناس اور اجبن ناس اور الام ناس اور اعیاے ناس یعنی بخیل ترین خلائق اور لئیم ترین خلائق کے پاس سے آتا ہوں جو تمام دنیا سے زیادہ بزدل ہے اور جس کو بات کرنے کا ذرا بھی سلیقہ نہیں ہے۔ پس معاویہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ سنو! تمہارا برادر عراقی کیا کہتا ہے؟ پس اہل مجلس نے ان کا ہر طرح کا اعزاز و اکرام کیا اور ہر طرح کے تحفے

اس مضمون پر مطلع ہوئے تو انتہائے محبت کے سبب سے بے خود بستر کے پاس گئے اور اس کو بہت مارا یہاں تک کہ وہ مجروح ہو گیا۔ حضرت امیرؑ نے نعیم کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ان کی تقریر کیجائے نعیم نے حضرت سے خطاب کیا کہ قسم خدا کی آپ کے ساتھ رہنا ذلت ہے اور آپ سے جدا رہنا کفر ہے۔ حضرت امیرؑ نے جب یہ الفاظ سنے تو فرمایا کہ میں نے تیرے اس گناہ کو کہ المقام معک ذل یعنی آپ کے ساتھ رہنا ذلت ہے معاف کیا۔ اس سبب سے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے اِدفَع بالتی ہی احسن یعنی دفع کرو ایسے طریقے سے جو بہتر ہو اور قول تیرا کہ فراقک کفر یعنی آپ کی جدائی کفر ہے یہ ایک حسنہ ہے کہ جو اس گناہ کے مقابل ہو سکتا ہے۔

سفیان بن ابی لیلۃ الہمدانی۔ کتاب کشی میں مذکور ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی تو ایک روز حضرت اپنے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے کہ اس اثنا میں سفیان ایک اونٹ پر سوار حضرت کے پاس آئے اور بسبب اس رنج کے جو اس صلح سے ان کے دل میں تھا اونٹ سے نہیں اترے بلکہ اونٹ ہی پر سے سلام کیا اور کہا کہ یا مذل المومنین۔ یعنی اے مومنین کو ذلیل کرنے والے! پس حضرت نے فرمایا کہ اونٹ سے اترو اور جلدی نہ کرو تا کہ حقیقت حال تم پر ظاہر ہو جائے۔ سفیان اونٹ سے اترے اور اپنا اونٹ باندھکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا عرض کی کہ میں نے "السلام علیک یا مذل المومنین" کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں مومنین کا ذلیل کرنے والا ہوں عرض کی

علیہ السلام میں سے تھے اور جنگ صفین میں آپ کے ہمراہی میں جہاد کیا
ابن عاثم کوفی لکھتا ہے کہ ایک روز جنگ صفین میں لشکر معاویہ نے حملہ
کیا اور لشکر امیر المومنینؑ کے ہزار آدمیوں کا محاصرہ کرلیا حضرت کے لشکر
کے لوگ اُن ہزار آدمیوں کو حملہ کرتے ہوئے نہیں دیکھتے تھے
حضرت نے آواز بلند سے فرمایا کہ آیا کوئی مرد ایسا ہے؟ جو اپنی جان خدا
کے ہاتھ بیچے اور اپنی دنیا کو آخرت کے عوض میں فروخت کر ڈالے؟
عبدالعزیز بن حارث مذکور حاضر ہوئے درحالیکہ غرق آہن تھے اور
عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھکو حکم دیجئے جو کچھ حکم
دیجئے گا بجا لاؤں گا حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوالحارث حملہ کرو
خدا تمہارے رکن کو مضبوط کرے۔ اہل شام پر حملہ کرو یہاں تک کہ اپنے
اصحاب تک پہونچ جاویں اُن سے میرا سلام کہو اور ان سے کہو کہ امیر المومنین
نے حکم دیا ہے کہ تکبیر و تہلیل کہیں پس ہم انشاء اللہ ان تک پہونچ
جائیں گے۔

عبدالعزیز نے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ صفوں کو شگافتہ کرتے
ہوئے اُن لوگوں تک پہونچ گئے اور حضرت کا پیام پہونچایا اُن لوگوں نے
تکبیر و تہلیل کہنا شروع کی اور حضرت امیرؑ نے بھی مع اپنے اصحاب
کے تکبیر و تہلیل کہی اور حملہ کیا یہاں تک کہ لشکر شام کو شکست دیدی۔

نعیم بن دجاجۃ الاسدی۔ کتاب کشی میں مذکور ہے کہ حضرت
امیر کو خبر پہونچی کہ بشر بن عطارد تمیمی آپ کو برا کہتا ہے حضرت نے
اپنے رازداروں میں سے کسی کو اس کی طلب میں بھیجا آپ کا فرستادہ
اثنائے راہ میں قبیلہ بنی اسد کی طرف سے ہو کر گذرا نعیم بن دجاجہ جب

مروی ہے کہ حضرت امیرؑ نے ان کو خبر دی تھی کہ ابن زیاد ملعون انکو حضرت سے بیزاری کرنے پر مجبور کرے گا اور جب وہ انکار کریں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ ڈالے گا۔ آخر وہی ہوا اور عبداللہ بن زیاد نے ان کو گرفتار کیا اور حضرت امیر سے بیزاری اختیار کرنے کا حکم دیا ابن زیاد نے کہا کہ آیا تمہارے صاحب نے تم کو یہ بھی خبر دی ہے کہ میں تم کو کس طرح سے قتل کروں گا؟ رشید نے کہا ہاں خبر دی ہے کہ تو مجھے اُن سے بیزاری اختیار کرنے کا حکم دیگا اور انکار کرنے پر میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ ڈالے گا۔ ابن زیاد نے کہا واللہ میں تمہارے صاحب کو جھوٹا ثابت کر کے چھوڑوں گا پس حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں لیکن زبان چھوڑ دی جائے۔ جب ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور ابن زیاد کے گھر سے باہر لائے گئے تو ان کی بیٹی نے اُن سے پوچھا کہ آیا ہاتھ پاؤں کے کٹنے سے کوئی تکلیف ہے؟ فرمایا کہ ہاں اسی قدر تکلیف ہے جتنی کہ لوگوں کے جمع ہونے اور بھیڑ ہونے سے ہوتی ہے یعنی اگر کسی مقام پر بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں اور مجمع کثیر ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ ہر شخص کو تکلیف ہوتی ہے۔ پھر لوگ ان کے گرد جمع ہوئے اور انہوں نے دوات و قلم منگوایا کہ لوگوں کے لئے بعض حالات آئندہ جو معدن علم سے انہوں نے حاصل کئے تھے لکھوا دیں اور اسی اثناء میں ابن زیاد کی عاقبت بد کا حال بھی بیان کر رہے تھے۔ جب یہ خبر ابن زیاد کو پہونچی تو وہ گذشتہ باتیں بھول گیا اور کسی کو حکم دیا کہ جا کر اُن کی زبان کاٹ لو اور دار پر چڑھا دو۔ آخر حضرت امیرؑ کی خبر کی صداقت ظاہر ہی ہو کر رہی

عبدالعزیز بن حارث الجعفی یہ بھی اصحاب حضرت امیرالمومنینؑ

رنت ابھی ہوتا ہے اور کوئی شخص میرے دشمنوں سے نہیں مرتا مگر یہ کہ مجھے دیکھتا ہے اور میرے دیکھنے سے غرق خجالت و ناامیدی ہوتا ہے اور اس حدیث کا مضمون بعض اشعار دیوان معجز نشان حضرت میں مذکور ہے اور بعض نے ان اشعار کو سید حمیری کی طرف نسبت دی ہے صاحب کشف الغمہ نے حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں بزرگواروں نے فرمایا کہ روح کو جسم سے جدا ہونا حرام ہے جب تک کہ پنجتن پاک یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو نہ دیکھ لے اور دیکھ کر یا ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی یا گرم یعنی یا خوش ہوگا یا رنجیدہ۔

حبہ بن الجوین العرنی الکوفی کتاب خلاصہ میں اواخر قسم اول مسلک اصحاب امیرالمومنینؑ میں مذکور ہیں اور ذہبی نے کتاب میزان میں لکھا ہے کہ حبہ غلات شیعہ سے تھے اور باوجود اس کے نقل کیا ہے کہ بعض علمائے اہل سنت نے ان کو معتبر سمجھا ہے اور طبرانی سے منقول ہے کہ حبہ نے جناب رسالتمآبؐ کو دیکھا تھا اور ۷۶ھ میں وفات پائی۔

رشید الہجری کتاب ابن داؤد میں اور کتاب کشی میں مذکور ہے کہ رشید حضرت علی علیہ السلام کے مصاحب تھے اور حضرت نے ان کا نام رشید البلایا رکھا تھا۔ اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ جرم محبت اہلبیتؑ میں بہت سخت طریقہ سے قتل کئے جائیں گے اور بلاؤں پر صبر کریں گے دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت نے ان کو علم منایا اور علم بلایا (یعنی لوگوں کی موتوں اور بلاؤں کے نازل ہونے کا علم) تعلیم فرمایا تھا چنانچہ جب کسی کے متعلق کہہ دیتے تھے کہ فلاں موضع میں یا فلاں روز مرے گا ویسا ہی ہوتا تھا۔

حدیث سے یہ جواب دیا کہ پھر اور کون سا دن آج سے بڑھ کر خوشی کا ہو سکتا ہے اس لئے کہ آج ہم امام حسینؑ کے قدم پر اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اور بہشت عنبر سرشت میں حوراعین سے ہم آغوش ہوں گے۔ شعر

آں تابش کہ امروز مرا در قدم اوست ۔۔۔ خاک قدم دوست شدم نسبت کسے را

الحارث بن عبداللہ عور الہمدانی تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ حارث حضرت امیرؑ کے مصاحب تھے اور عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں پہنچے تھے اور فقیہ تھے اور اُن کی احادیث سنن اربعہ میں مذکور ہے اور کتاب میزان ذہبی میں لکھا ہے کہ حارث تابعین کے بڑے علما میں سے ہے اور ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ حارث شیعہ عاشق تھے اور ابوبکر بن ابی داؤد جو علمائے اہل سنت میں سے ہیں کہتے تھے کہ حارث اعور تمام خلائق سے بڑھکر فقیہ اور فرائض اور حساب کے جاننے والے تھے اور علم فرائض حضرت امیرؑ سے حاصل کیا تھا۔ اور نسائی نے باوجود اس کے کہ رجال حدیث کے بارہ میں سختی کیا کرتا ہے۔ حارث کی حدیث سنن اربعہ میں ذکر کی ہے اور اس کے ساتھ دلیل لایا ہے اور حارث کے قول کو قوت دی ہے کتاب کشی میں مذکور ہے کہ ایک شب حارث حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے پوچھا کہ رات میں آنے کا کیا سبب ہوا۔ حارث نے جواب دیا کہ جو محبت مجھکو آپ کے ساتھ ہے وہی لے آئی حضرت نے فرمایا کہ اے حارث تم کو جاننا چاہیئے کہ کوئی شخص میرے دوستوں میں سے نہیں مرتا مگر یہ کہ وقت نزع مجھکو دیکھتا ہے اور میرے دیکھنے سے امیدوار

کہ جمعہ گذشتہ کو اس واقعہ کا شمار ان کی کرامات میں ہو سکتا ہے۔

حبیب بن مظاہر الاسدی ۔ ابن داؤد نے ان کو اکابر تابعین
میں شمار کیا ہے اور روضۃ الشہدا میں مذکور ہے کہ حبیب مرد صاحب
جمال و کمال تھے اور واقعہ کربلا کے روز بڈھے تھے کلام مجید کے حافظ
تھے اور ہر شب پورا کلام اللہ ختم کرتے تھے عشاء کے بعد سے طلوع
صبح صادق تک کلام مجید ختم کیا کرتے تھے جناب رسالتمآب کی
خدمت میں بھی مشرف ہوئے تھے اور حضرت سے حدیثیں سنی
تھیں اور جناب علی مرتضیٰ کی خدمت میں مدتوں معزز و مکرم رہے۔ اور
کتاب کشی میں مذکور ہے کہ حبیب ان ستر آدمیوں سے تھے جنہوں نے
حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کی اور صدموں کے مقابلہ میں مثل
لوہے کے پہاڑوں کے ہو گئے یہ لوگ نیزوں کو اپنے سینوں پر اور
تلواروں کو اپنے چہروں پر روکتے تھے اور باوجود اس کے کہ دشمنان
اہلبیت ان کو امان دیتے تھے بلکہ محض امان نہیں مال ہائے کثیر بھی
ان کے سامنے پیش کرتے تھے لیکن انہوں نے ان کی موافقت
سے انکار کیا اور کہا کہ اگر امام حسین شہید ہو گئے اور ہم نے ان کی امداد نہ کی
تو پیغمبر خدا سے کیا عذر کریں گے انہی لوگوں نے حضرت کے قدم
نہیں چھوڑے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ نیز روایت کی
ہے کہ حبیب جب صحرائے کربلا میں سیکڑوں طرح کے کرب و بلا میں
مبتلا تھے روز عاشورہ اپنے کسی دوست سے مزاح کرتے تھے بریر بن
خضیر ہمدانی نے جو قاریوں کے سردار اور بندگان صالحین میں
سے تھے کہا کہ اے بھائی آج ہنسنے اور مزاح کرنے کا دن نہیں ہے۔

اور پڑا ہوا ہوں اور جب عمر بن حریث کے دروازہ سے گذرتے تھے تو
کہتے تھے کہ اے عمر اگر میں تیرا پڑوسی ہو جاؤں تو اچھے پڑوسی کا ایسا برتاؤ
کرنا۔ عمر گمان کرتا تھا کہ شاید اس کے گھر کے پاس کوئی گھر لیں گے اور
کہتا تھا کہ کاش کہ تم ایسا کرتے! آخرکار جب میثم کو ابن زیاد کے پاس لائے
تو اس نے پوچھا کہ تم میثم ہو؟ فرمایا ہاں! ابن زیاد نے کہا ابوتراب سے
بیزاری کرو فرمایا کہ میں ابوتراب کو نہیں پہچانتا اُس نے کہا علی بن ابیطالب
سے بیزاری کرو انھوں نے پوچھا کہ اگر نہ کروں تو تو میرے ساتھ کیا کریگا؟
اس نے کہا تمہیں مار ڈالوں گا۔ میثم نے کہا مجھ کو میرے مولا نے خبر دی
ہے کہ تو مجھے عمر ابن حریث کے گھر کے سامنے صلیب یعنی سُولی دے گا
اور جو تھے روز میری ناک سے خون بہے گا تب ابن زیاد نے حکم دیا کہ انکو
اسی جگہ صلیب دیں اور میثم جب دار پر تھے اور ابھی نہیں مرے تھے
لوگ اُن کے گرد جمع ہوتے تھے یہ اُن لوگوں کو حدیثیں سناتے اور ہر طرح
کی باتیں کرتے تھے۔ جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اُس نے ایک خاص
لگام بنا کر بھیجی کہ وہ اُن کے لگا دی جائے تاکہ بات نہ کرسکیں۔ اور ابو خالد
تمار نے روایت کی ہے کہ میں جمعہ کے دن میثم کے ساتھ دریائے فرات
میں ایک کشتی پر سوار تھا کہ ناگاہ ایک تیز ہوا چلی میثم کشتی سے باہر چلے
آئے اور بعد غور کرنے کے اہل کشتی سے کہا کہ کشتی کو باندھ دو اس لئے کہ
یہ ہوا نہایت شدید ہو گی اور یہ علامت اس بات کی ہے کہ معاویہ آج مرا
ہو گا آخر اس کی خبر کی سچائی ظاہر ہوئی اور جمعہ آئندہ کو ایک پیامبر
شام سے آیا اور اُس نے معاویہ کے مرنے کی خبر سنائی اُس سے
ہم لوگوں نے پوچھا کہ کس روز معاویہ کی رحلت ہوئی اس نے جواب دیا

ہونے کے سبب سے وطن ہی کی ہے کہ وہ بعض صحابہ پر سب و شتم کرتے تھے۔

میثم التمار الکوفی

حضرت امیر کے بہت نیک اصحاب میں سے تھے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصہ میں انہیں مقبولین میں ذکر کیا ہے اور کشی میں مذکور ہے کہ میثم ایک بڑے خاندان سے تھے ان کے گھر میں بہت سے آدمی تھے جو بیت التمارین یعنی خرمہ والوں کے گھر سے مشہور تھا اور سب شیعہ امیر المومنینؑ سے تھے اور روایت کی ہے کہ حضرت امیرؑ نے ان سے کہا اے میثم جب زیاد کا بیٹا عبید اللہ تمہیں حکم دے گا کہ تم مجھ سے بیزاری کرو تب تم کیا کرو گے میثم نے کہا قسم خدا کی میں آپ سے بیزاری نہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر نہ کرو گے تو وہ تمہیں دار پر کھینچے گا میثم نے جواب دیا کہ صبر کروں گا اس لیے کہ اتنا عذاب راہ خدا میں بہت نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گے اس کے بعد میثم اپنی اولاد اور اپنے عزیزوں کو خبر دیا کرتے تھے کہ ابن زیاد عمر بن حریث کے گھر میں مجھے سولی دے گا اور میرے ناک کے دونوں سوراخوں سے خون نکلے گا عمر بن حریث کے مکان کے پاس ایک خرمہ کا درخت تھا میثم جب اس طرف سے گذرتے تھے تو اس درخت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے درخت تو میرے ہی لیے اگا اور بڑا ہوا ہے اور میں تیرے ہی لیے پیدا

حضرت نے فرمایا کہ جب تم میں یہ حالت پیدا ہو تو صحرا کی طرف چلے جایا
کرو اور ایک گڑھا کھود و اس میں سر ڈال کر کہو کہ مجھ سے محمد بن علی نے یہ بیان
کیا اور یہ بیان کیا۔ نیز نقل کیا ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک تخت
سلطنت پر بیٹھا تو جابر کو اس سے وہم ہوا انھوں نے اپنے کو دیوانہ بنا لیا۔
ایک دن گھر سے باہر آئے تو ایک خرمہ کی ڈلیا اپنے سر پر رکھ کر مثل
بچوں کے ایک نے پر سوار ہوئے اور کوفہ کی گلیوں میں آئے لوگوں کو
ان کے جنون کا یقین ہو گیا چند روز کے بعد ہشام کا پروانہ حاکم کوفہ
کے نام پہنچا کہ جابر کو میرے پاس بھیجو حاکم کوفہ نے جب جابر کا حال
دریافت کیا تو اہل شہر نے گواہی دی کہ وہ دیوانے اور خرف ہو گئے
ہیں ان کی دیوانگی کی کیفیت ہشام کو لکھی پھر ہشام نے کوئی تعرض
نہیں کیا کچھ دنوں بعد جابر پھر اپنی اصلی حالت پر آ گئے اور شیخ نجاشی
نے کہا ہے کہ جابر نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے
ملاقات کی اور سنہ ۱۲۸ھ میں وفات پائی اور میزان ذہبی میں مذکور ہے
جابر بن یزید جعفی علمائے شیعہ میں سے تھے اور ابن مہدی سے نقل کیا
ہے کہ جابر حدیث میں صاحب ورع تھے یعنی جھوٹ بولنے سے
بہت ڈرتے تھے۔ اور میں نے ان سے بڑھکر اورع کسی کو نہیں دیکھا
اور شعبی نے ان کو صدوق کہا ہے اور یحییٰ ابن ابی بکر نے الکواذبق ناس
یعنی معتبر ترین خلائق شمار کیا ہے اور وکیع نے ان کو ثقہ کہا ہے اور
شبابہ الحکم نے شافعی سے روایت کی ہے کہ سفیان ثوری شعبی سے
کہتے تھے کہ اگر تو جابر کے حق میں کوئی بات کہے گا تو میں تیرے سے ہمتا
گا اور بعض اصحاب حدیث اہل سنت نے جابر پر شیعہ

پہلے آپ سے یہی سوال کرتا ہوں کہ کیا مجھے جھوٹ بولنا جائز ہے؟ حضرت
نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے تمہیں تعلیم دی وہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس لئے
کہ ہر شخص جس شہر میں ہو وہ وہاں کا اہل بنے۔ جب تک کہ وہاں سے باہر
نہ جائے۔ پھر حضرت نے ایک کتاب مجھے دی اور فرمایا کہ جب تک
بنی امیہ باقی ہیں اس وقت تک اگر کوئی روایت اس کتاب کی تم بیان
کروگے تو میری اور میرے آباء کی لعنت تم پر ہوگی۔ پھر اس کے بعد ایک
کتاب مجھے اور دی اور فرمایا کہ لو اور اس کے مضمون کو جانو لیکن ہرگز کسی
سے روایت نہ کرو اور اگر اس کے خلاف کیا تو تم پر میری اور میرے آباء
کی لعنت ہے۔ پھر روایت ہے کہ جب ولید پلید جو فراعنہ بنی امیہ سے
میں سے تھا مارا گیا تو جابر نے فرصت کو غنیمت شمار کیا اور عمامہ خز سرخ
کا سر پر رکھ کر مسجد میں آئے لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے انہوں نے
حدیث امام محمد باقرؑ کی نقل کرنا شروع کی۔ اور جو حدیث نقل کرتے تھے
کہتے تھے کہ بیان کیا مجھ سے وصی اوصیاء وارث علوم انبیاء محمد بن علی
علیہ السلام نے۔ جو لوگ اس مقام پر حاضر تھے انہوں نے جابر کی یہ
جرأت دیکھی تو آپس میں کہنے لگے کہ جابر دیوانے ہوگئے ہیں۔ پھر جابر سے
منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے میں ستر ہزار حدیثوں کی امام محمد باقر علیہ السلام
سے روایت رکھتا ہوں کہ جس میں سے ایک بھی کسی سے نہیں بیان کی اور
نہ بیان کروں گا۔ منقول ہے کہ ایک دن جابر نے حضرت سے عرض کی کہ
آپ نے ان احادیث کے راز میں رکھنے کا ایک بار عظیم مجھ پر رکھا ہے کہ
میں کسی سے نہ بیان کروں بعض اوقات میں دیکھتا ہوں کہ میرے سینہ میں
جوش کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور میری حالت جنون کی سی ہو جاتی ہے

نے تلوار لگائی مسلم کا داہنا ہاتھ کٹ گیا انہوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں مصحف لے لیا۔ بائیں ہاتھ پر بھی وہی حادثہ گذرا آخر بازوؤں کی اعانت سے مصحف کو سینہ سے ملا لیا۔ یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے مسلم کی ماں نہایت بڑھی اور ضعیف تھیں۔ جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو سر آسماں کیطرف بلند کیا اور وہ اشعار پڑھنا شروع کئے جنکا ماحصل یہ ہے۔

کہ اے پروردگار کہ مسلم اُن لوگوں کے پاس گیا تھا اور تیری کتاب محکم کے ساتھ ان کو دعوت دیتا تھا۔ کتاب خدا ان کے سامنے پڑھتا تھا اور انہیں ڈرتا تھا پس ان لوگوں نے اسکے خون سے اپنی ڈاڑھیاں رنگین کیں۔ جب اوس نے ان کو پکارا تو اس کے ہاتھ میں مصحف تھا جو اُن کے مولا نے دے کر بھیجا تھا پس اُن لوگوں نے غدر کیا درحالیکہ میں ان کو دیکھ رہی تھی۔

جابر بن یزید الجعفی الکوفی۔ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام ان کے لئے دعاے رحمت کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ وہ جو کچھ ہم سے نقل کرتے تھے وہ درست و راست ہوتا تھا اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ جابر خود ثقہ ہیں لیکن اکثر اُن سے روایت کرنے والے ضعیف ہیں اور کتاب کشی میں جابر سے منقول ہے کہ میں ایام جوانی میں خدمت امام محمد باقرؑ میں گیا جب میں حاضر مجلس ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں فرمایا کس گروہ سے ہو عرض کیا جعفی فرمایا کس لئے آئے ہو میں نے عرض کی طلب علم کے لئے فرمایا کس سے طلب علم کروگے۔ عرض کی آپ سے پس آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی پوچھے کہ کہاں کے رہنے والے ہو تو کہنا کہ اہل مدینہ سے ہوں۔ پس میں نے عرض کی کہ سب سوالات سے

اس بنا پر ان کی حدیث کو متروک سمجھتے ہیں اور ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ اصبغ محبت علی ابن ابیطالب میں مفتوں تھے لہذا ان کی حدیث کو ترک کیا گیا۔ بالجملہ تشیع اصبغ کا باتفاق ثابت ہے۔ مسلم المجاشعی کتاب تحفۃ الاحبا میں مذکور ہے کہ مسلم شجاعت وصولت میں امثال و اقران میں مسلم تھے منقول ہے کہ جب حضرت امیرؑ نے روز جنگ جمل قتال وجہاد پر مصمم ارادہ کر لیا تو ایک کلام مجید طلب کر کے داہنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ کون شخص ہے جو مصحف کو مجھ سے لیکر ان باغیوں کو اس کے مضمون کی طرف بلاتا ہے۔ مسلم نے ہاتھ بڑھایا حضرت نے فرمایا کہ مجھے غیب سے معلوم ہو گیا ہے کہ جو شخص اس امر کا مرتکب ہوگا اس کا ہاتھ تلوار سے کاٹا جائے گا۔ گھبرا کر بائیں ہاتھ میں لیگا۔ بایاں ہاتھ بھی جدا کریں گے پھر اس کا سر بھی جدا کیا جائیگا مسلم نے جب یہ حضرت امیرؑ سے سنا تو خوف جان کے سبب سے عرض کی کہ مجھے اس کام کی قوت نہیں ہے حضرت علیؑ نے پھر اسی کلام سابق کی تکرار کی مسلم نے پھر ہاتھ بڑھایا حضرت نے پھر وہی کلام وحشت آثار فرمایا اب کے مرتبہ چونکہ سوچ سمجھ کر صدق و اخلاص کے ساتھ ہاتھ بڑھایا تھا۔ لہذا عرض کی یا امیرالمومنین آپ رنج نہ کیجیے یہ راہ خدا میں کم ہے۔ القصہ مسلم نے بکمال رغبت کلام مجید ہاتھ میں لے لیا اور اصحاب جمل کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ان کے پاس پہونچے تو فرمایا اے اصحاب جمل میں تم کو دسترخوان نعمت الہی کی طرف بلاتا ہوں میری دعوت کو قبول کرو اور راہ صلاح وسداد اختیار کرو تاکہ مستحق رحمت حضرت باری ہو طلحہ نے کہا اے مسلم تم جھوٹ کہتے ہو اور پسر ابوطالب کا مکر ہے۔ یہ کہکر اپنے لشکر کے کسی کو حکم دیا کہ حامل مصحف کا ہاتھ قطع کر دے اس شخص

ہے کہ وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے خواص میں سے تھے اور کتاب کشی میں ابی الجزور سے روایت ہے کہ میں نے اصبغ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں حضرت امیرؑ کا کیا مرتبہ ہے۔ اصبغ نے جواب دیا کہ مجملاً یہ ہے کہ تلواریں ہم اپنے دوش پر رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت امیرؑ جس شخص کو حکم دیں ہم اُسے قتل کریں پھر اصبغ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے تمہارا اور تمہارے انصار کا نام شرط الخمیس کیوں رکھا تھا فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضرت سے شرط کی تھی کہ ہم آپ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ظفر پائیں یا شہید ہوں اور حضرت سے شرط کی تھی اور ضامن ہوئے تھے کہ اس جہاد کے عوض میں ہمکو بہشت میں پہونچا دیں۔ واضح رہے کہ خمیس لشکر کو کہتے ہیں اسلئے کہ وہ پانچ فرقوں سے مرکب ہوتا ہے۔

(۱) مقدمہ (۲) قلب (۳) میمنہ (۴) میسرہ (۵) ساقہ۔ پس یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں شخص حضرت امیر علیہ السلام کے شرط الخمیس میں سے ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ حضرت کے لشکر کے اُن لوگوں میں سے ہے کہ جن لوگوں اور حضرت کے درمیان میں شرط مذکور منعقد ہوئی تھی۔ مروی ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ شرط کی تھی وہ چھ ہزار تھے اور روز حرب جمل حضرت نے عبداللہ بن یحییٰ خزرمی سے فرمایا کہ اے فرزند یحییٰ تجھے بشارت ہو کہ تو اور تیرا باپ شرط الخمیس میں سے ہیں اور حضرت امیرؑ نے مجھے تیرے اور تیرے باپ کے نام سے خبر دی ہے۔ اور خداوند عالم نے بزبان مبارک جناب پیغمبر خدا صلعم شرط الخمیس نام رکھا ہے۔ اور کتاب میزان ذہبی میں جو سنیان ناصبی میں سے ہے مذکور ہے کہ علمائے رجال حدیث اہل سنت اصبغ کو شیعہ جانتے ہیں۔ اور

پھر پوچھا تو کہا کہ تم ہی شقی بن کسیر ہو؟ سعید نے جواب دیا کہ میری ماں میرا نام
بہتر جانتی تھیں انہوں نے میرا نام سعید بن جبیر رکھا حجاج نے پوچھا اچھا
ابوبکر و عمر کے حق میں کیا کہتے ہو؟ آیا بہشت میں ہیں یا دوزخ میں سعید
نے جواب دیا کہ اگر میں بہشت میں جاؤں اور وہاں کے رہنے والوں کو
دیکھوں تو معلوم ہو کہ وہاں کون ہے؟ اور یہی حال دوزخ کا ہے حجاج نے
کہا کہ خلفائے اربعہ کی نیکی و بدی کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ سعید نے جواب
دیا کہ میں انکا پیشرو نہیں ہوں حجاج نے پوچھا کہ اچھا کس کو زیادہ دوست رکھتے ہو جواب دیا کہ جس سے خدا
زیادہ راضی ہو. حجاج نے پوچھا کہ خدا کس سے زیادہ راضی ہے؟ جواب دیا کہ اس کو خدائے دانا خوب جانتا ہے حجاج نے کہا کہ
سب اظہار جہل اس سبب سے کر رہے ہو تاکہ میرے عقیدہ کی خلفاء کے
بارہ میں تصدیق کرو؟ سعید نے فرمایا بلکہ اس وجہ سے کہ میں تیری تکذیب کرتا
اور میرے عقیدے کے بطلان کو نہیں ظاہر کرنا چاہتا اور کتاب کشی میں مذکور
ہے کہ چونکہ سعید بن جبیر مذہب تشیع میں مستقیم تھے اور حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام کی پیروی کرتے تھے اور حضرت ان کی تعریف
کرتے تھے اس لئے حجاج نے ان کو شہید کیا۔ یافعی نے کہا ہے کہ
شہادت سعید کے بعد حجاج چالیس دن سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ اور ایام
مرض الموت میں بار بار بیہوش ہو جاتا تھا اور جب ہوش میں آتا تھا تو کہتا تھا
کہ سعید بن جبیر مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر
وقت خواب میں دیکھتا تھا کہ سعید اس کا دامن پکڑے ہوئے ہیں اور کہتے
ہیں اے دشمن خدا تو نے کیوں بے جرم قتل کیا۔ سعید کی عمر صرف انچاس برس
کی تھی اور ان کی قبر واسط میں مشہور ہے۔

اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی الکوفی کتاب خلاصہ میں مذکور

سب ستارے مٹ جائیں گے اور ان کے پاس ایک مرغ اشتر ہے کہ وہ سب رائی کے دانے چن کر اپنے پوٹے میں رکھ لیگا۔ معاویہ کو غصہ آگیا اور منشی سے کہا کہ کچھ نہ لکھو!

عمر عاص نے طرماح سے کہا کہ آخر یہ کون سی فصاحت ہے کہ خط کا جواب تک نہیں لکھنے دیتے۔ اب اس کے بعد چپ رہو یہاں تک کہ خط پورا ہو جائے۔ طرماح نے سکوت اختیار کیا یہاں تک کہ خط پورا لکھا گیا۔ پھر اُسے لیکر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور روانہ ہو گئے۔ جب طرماح چلے گئے تو معاویہ نے اپنے اصحاب پر غصہ کرنا شروع کیا کہ اگر اپنا تمام مال تم میں سے ایک کو دیدوں جب بھی تم اس شخص کا عشر عشیر بھی علی تک پیام نہیں پہونچا سکتے قسم خدا کی اس اعرابی نے دنیا مجھپر تنگ کر دی۔

عمر عاص نے جوابدیا کہ ای معاویہ علی کو پیغمبر سے جو قرب منزلت ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوتی اور جس طرح سے علی حق پر ہیں تو حق پر ہوتا تو ہم اس اعرابی سے بہتر سفارت کرتے معاویہ نے جواب دیا خدا تیرا منہ توڑ دے اور تیرے پہلو کی ہڈیاں کاٹ دے قسم خدا کی تیری بات تجھے اس اعرابی کی بات سے بھی زیادہ بُری معلوم ہوئی۔

سعید بن جُبیر صفت علم و زہد و عبادت سے موصوف اور اظہار کشف و کرامات میں معروف ہیں عبداللہ بن عباس سے حدیثیں سُنیں اور علم تفسیر و قرأت وغیرہ حاصل کیا۔ یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام کبیر شہید سعید صالح مقری فقیہ محدث مفسر سعید بن جبیر کہ جو علماے تابعین میں سے تھے اور ماہ شعبان ۹۵ھ میں حجاج کے حکم سے شہید ہوئے۔ اور کتاب کشی میں مذکور ہے کہ جب حجاج کی نظر امن سعادت مند

ست ؟ معاویہ نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم اونہیں دے جائیں! پھر پوچھا کہ اور زیادہ دوں جواب دیا کہ ہاں! اس نے دس ہزار اور بڑھا دیے پھر پوچھا کہ اور دوں جواب دیا کہ ہاں! اضافہ کر دے خدا طاق کو دوست رکھتا ہے۔

معاویہ نے تیس ہزار پورے کر دیے لیکن لانے والے نے لانے میں دیر کی طرماح کچھ دیر سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے جب دیکھا کہ دیر ہوتی ہے تو کہا اے معاویہ کیا تو اپنے مہمان سے مذاق کرتا ہے جو معاویہ نے کہا کیا ہوا؟ جواب دیا کہ یہ کیسا انعام ہے کہ نہ میں دیکھتا ہوں اور نہ تو! آخر معاویہ نے حکم دیا کہ فوراً لاکر ان کے پاس رکھ دو! جب وہ مال آگیا طرماح چپ ہو گئے اور کسی سے بات نہیں کرتے تھے عمر عاص نے کہا کہ امیر المومنین کا انعام تمہاری نظر میں کیسا ہے یعنی کم ہے یا زیادہ جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کا مال اور خزانۂ خدا سے ہے جس کو خدا کے بندوں میں سے ایک نیک بندہ نے لے لیا۔ معاویہ نے منشی کو حکم دیا کہ خط کا جواب جلدی لکھو اس لئے کہ اس اعرابی نے میری آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار کر دی منشی نے خط لکھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط بندۂ خدا اور اس کے بندہ کے بیٹے معاویہ بن ابوسفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف ہے۔ یقیناً میرے لشکر کی طرف مثل ستاروں کے ہے کہ جن کی سمائی نہ زمین میں ہے نہ آسمانوں میں یا مثل ہزار رائی کے دانوں کے نہے کہ ہر رائی کے پیچھے ہزار سپاہی ہیں۔ طرماح نے جب اس خط کا مضمون سنا تو ہنسے ہنسی ... جب پوچھا گیا تو کہا اے معاویہ علی مثل آفتاب کے ہیں جب طالع ہوں گے

اُس پر جرأت نہیں کرتے اور وہ باوجود اس رعب و داب کے پہرا نہیں
کے حافہ میں بیٹھے رہتے ہیں اگر ان کی شجاعت پوچھتا ہے تو تنہا لشکر
تو تنہا لشکر کو شکست دے دیں قلعہ ہو توڑ ڈالیں اور اگر کوئی بڑا بہادر دشمن مقابل
ہو قتل کر دیں۔ معاویہ نے پوچھا کہ حسنین کو کس حالت میں چھوڑا فرمایا۔
خلفتهما شابين نقيين تقيين عفيفين صحيحين فصيحين
اديبين اريبين لبيبين خطيبين سيدين سندين طيبين طاهرين
عالمين عاملين يصلحان الدنيا والآخرة۔ یعنی میں نے ان
دونوں جوانوں کو ایسی حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ دونوں جوان صاحب
تقویٰ اور پاکیزگی ہیں عفیف و صحیح و فصیح و ادیب ہیں صاحب عقل و
صاحب دانش اور خطبہ گو ہیں دونوں سردار ہیں اور دونوں سند ہیں
طیب و طاہر عالم و عامل ہیں۔ دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کرتے
ہیں معاویہ نے کہا اے اعرابی تو تو بڑا فصیح ہے ؟ جواب دیا " لو بلغت
باب امير المومنين علي بن ابي طالب ورأيت الفصحاء البلغاء
الفقهاء الظرفاء النجباء الادباء الاسخياء الاصفياء لغرقت
في بحر عميق۔ اگر تو درگاہ امیر المومنینؑ تک پہونچے اور وہاں کے فصحاء
و بلغاء و فقہاء و ظرفاء و نجباء و ادباء و اسخیاء اور اصفیا کو دیکھے تو تیرے ہوش
دنگ ہو جائیں اور تعجب و حیرت کے گہرے سمندر میں ڈوب جائے
عمر عاص نے معاویہ سے کہا کہ یہ مرد اعرابی صحرائی ہے اگر اس کو کچھ
انعام دیجئے تو خوش ہو جائے گا ممکن ہے کہ تیری کچھ تعریفیں کرے
پھر طرماح سے پوچھا کہ اگر امیر کچھ انعام دے تو قبول کرو گے ؟ انہوں نے
جواب دیا کہ میں تو اس کی قبض روح کرنا چاہتا ہوں مال کی کیا ہستی

کہا۔ اَھٰذَا الوادی المقدس ؟ کیا یہ وادی مقدس ہے تو میں جوتیاں اُتار دوں پھر دیکھا کہ معاویہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور ارکان دولت گرد بیٹھے ہوئے ہیں یہ فرش کے کنارے اس کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور کہا :- "السلام علیک ایہا الملک العاصی" اے بادشاہ گنہگار تجھ پر سلام ہو۔ معاویہ نے کہا اے اعرابی! تجھ پر وائے ہو مجھ پر امیر المومنین کہہ کر کیوں سلام نہیں کیا۔ طرماح نے جواب دیا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے مومنین تو ہم ہیں تجھ کس نے ہمارا امیر کیا۔ معاویہ نے کہا تمہارے ساتھ کیا ہے۔ جواب دیا کتاب کریم" یعنی "نامہ بزرگ" معاویہ نے کہا "مجھے دو" فرمایا "مجھے تیرے فرش پر پیر رکھنا ناپسند ہے" معاویہ نے کہا "اچھا میرے وزیر عمر عاص کو دو" فرمایا "ہیہات امیر ظالم وزیر خائن" معاویہ نے کہا "اچھا میرے بیٹے یزید کو دے دو" فرمایا "ہم ابلیس ہی سے خوش نہیں ہیں تو اس کی اولاد کا کیا ذکر ہے" معاویہ نے کہا "اچھا میرے غلام کو دو" فرمایا "وہ برا غلام ہے جو بغیر حق کے خریدا گیا اور مال ناجائز سے اس کی قیمت ادا کی گئی" معاویہ نے کہا "آخر پھر خط تم سے کیونکر لوں" طرماح نے جواب دیا کہ "اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھو اور مجھ سے خط لیجاؤ" معاویہ یہ سن کر حالت غضب میں اپنی جگہ سے اٹھا اور خط لیکر اپنے مقام پر چلا گیا۔ پھر معاویہ نے پوچھا کہ علی بن ابی طالبؑ کو کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو؟ جواب دیا۔ الحمد للہ مثل چودھویں رات کے چاند کے اصحاب مثل ستاروں کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں جب کسی بات کا حکم دیتے ہیں فوراً بجا لاتے ہیں اور جب منع کرتے ہیں تو

دیا کہ ردی موذی کے پاس جس کو تم لوگ اپنا امیر سمجھتے ہو عمر عاص نے معاویہ کے نام رقعہ لکھا کہ علی کے پاس سے ایک اعرابی صحرائی جس کی زبان نہایت فصیح اور کلام نہایت بلیغ ہے خط لیکر آیا ہے پس غافل نہ رہو!" جب طرماح کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ معاویہ کے اصحاب ہیں تو اونٹ بٹھا کر اتر پڑے اور ان لوگوں سے باتیں کرتے رہے جب معاویہ کو خبر پہونچی تو باغ سے مکان واپس گیا اور اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ پردے لٹکائے جائیں اور دربار آراستہ کیا جاوے پھر عمر عاص اور اس کے اتباع طرماح کو لیکر دربار میں آئے جب طرماح کی نظر پڑی اور دیکھا کہ سب سیاہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں جو بنی امیہ کا شعار تھا تو فرمایا کہ اس قوم کو کیا ہوا ہے گویا یہ جہنم کے لوگ ہیں! جب نزدیک آئے اور یزید کو دیکھا جس کی ناک پر ایک ضربت کا نشان تھا اور آواز بہت بلند تھی تو طرماح نے فرمایا کہ من ھذا المیشوم ابن المیشوم الواسع الحلقوم المضروب علی الخرطوم۔ یعنی یہ منحوس بن منحوس بھونڈی آواز والا نکٹا کون ہے؟ لوگوں نے کہا اے شخص گستاخی مت کر یہ یزید ہیں طرماح نے کہا کہ: - لازاد اللہ مرادہ ولا بلغہ مرادہ۔ خدا اس کے توشہ کو زیادہ نہ کرے اور اس کی مراد تک نہ پہونچاوے۔ جب طرماح نے یزید پر سلام نہیں کیا تو اس نے کہا کہ امیر المومنین تم پر سلام کرتے ہیں طرماح نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ مجھکو معاویہ کے پاس لے چلو تاکہ نامہ نامی حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب ؑ کا اس تک پہونچا دوں۔ یزید انہیں اپنے ساتھ معاویہ کے پاس لے گیا جب دربار خاص کے پاس پہونچے تو کسی نے کہا "اخلع نعلیک!" طرماح نے داہنے بائیں نظر دوڑا کر دیکھا اور

" یعنی جوتیاں اتار دو"

چاہیے مبالغہ کرو اور کوشش کرو اور کمی نہ کرو۔ تجھ پر شیطان غالب آ گیا ہے اور جہالت نے تجھے خفیف کر دیا ہے " وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون "

پھر نامہ نامی طرماح بن عدی کے حوالہ کیا اور فرمایا: کہ " یہ خط معاویہ بن ابی سفیان کے پاس لے جاؤ اور جواب لاؤ اور فرمایا کہ ایک شتر تیز رفتار سرخ موئے سفید شکم سیاہ چشم طرماح کو دیا جائے۔ طرماح ایک مرد شجاع اور حاضر جواب تھے نہایت طلیق و ذلیق اور خوش بیان تھے انہوں نے وہ خط لیکر اپنے عمامہ میں باندھ لیا اور سمعاً و طاعتاً کہہ کر بکمال تعجیل جانب دمشق روانہ ہوئے۔ اتفاقاً دمشق میں ایسے وقت پہونچے کہ معاویہ معہ اپنے ارکان دولت کے ایک باغ میں تفریح کر رہا تھا عمرو بن العاص مروان بن الحکم اور شرجیل ابو الاعور سلمی ابو ہریرۃ الدوسی اس کے ہمراہ تھے باغ کے ہر ہر گوشہ میں کئی کئی آدمی سیر کر رہے تھے یکایک کسی کی نظر پڑی کہ پشت دیوار پر ایک اعرابی بلند قامت ایک اونٹ پر سوار جا رہا ہے ان لوگوں نے نہیں پہچانا کہ یہ حضرت امیر علیہ السلام کا قاصد ہے آپس میں کہا آؤ اس اعرابی کو پکاریں اور کچھ دیر اس سے مذاق کریں عمرو عاص آگے بڑھا اور پوچھا اے اعرابی تجھے کچھ آسمان کی بھی خبر ہے؟ طرماح نے جواب دیا۔ ہاں! خدا میرا رب آسمان میں ہے اور ملک الموت ہوا میں ہیں اور امیر المومنین پس پشت تشریف لا رہے ہیں پس اے اہل عداوت و شقاوت! تمہیر بلا نازل ہونے والی ہے۔ اس کے لئے مستعد ہو جاؤ! ان لوگوں نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو۔ جواب دیا کہ حُر تقی نقی زکی رضی مرضی کے پاس سے پوچھا کہاں جاؤ گے۔ جواب

حضرت کے نام لکھا: - اما بعد پس آپ نے اس چیز کی پیروی کی ہے جو آپ کے حق میں مضر ہے اور اپنے نفع کو چھوڑ دیا ہے اور کتاب خدا اور سنت نبی کی مخالفت کی ہے مجھکو وہ خبریں ملیں جو آپ نے رسول اللہ کے حواریین طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہ کے ساتھ برتاؤ کئے پس قسم خدا کی میں آپ کو ایسا تیر شہابی ماروں گا کہ جس کو پانی نہ بجھا سکے ہوائیں حرکت نہ دے سکیں جب وہ پڑے تو داخل ہو جائے اور داخل ہو جائے تو سوراخ کر دے اور سوراخ کر دے تو اس میں سوزش ہو۔ پس آپ اپنے سامان حرب اور فوجوں پر مغرور نہ ہو جیئے والسلام" جب یہ نامہ امیر کبیر وصی بشیر و نذیر کی خدمت میں پہونچا تو حضرت نے جواب لکھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط بندۂ خدا ابن بندۂ خدا امیر المومنین علی بن ابی طالب برادر رسول خدا اور ان کے وصی اور پدر حسن و حسین کی طرف سے ہے جو قتل کرنے والا تیرے چچا اور تیرے جد اور تیرے ماموں کا ہے کیا تو اپنی قوم کی حالت روز بدر بھول گیا؟ اور اس تلوار کا خیال ذہن سے جاتا رہا؟ جس سے میں نے ان کو قتل کیا تھا وہی تلوار آج میرے قبضہ میں ہے اور میرا دل اسی طرح سے ثابت ہے اور میرے ہاتھ میں وہی قوت موجود ہے۔

اس آگے ملاحظہ ہو صفحہ ۶۲۔

اور اس میں تلوار اسی طرح سے ہے جیسے حضرت رسالتمآب نے دی تھی اور خدا کی نصرت میرے ساتھ ہے میں نے خدا کے سوا کسی دوسرے کو اس کے بدلے اپنا رب نہیں بنایا اور نہ میں نے اپنے دین اسلام کو بدلکر دوسرا دین اختیار کیا اور نہ میں نے محمد کے عوض کسی دوسرے کو نبی قرار دیا اور نہ میں نے اپنی تلوار بدل لی۔ پس تیرا جتنا جی

[illegible] مشہد مقدس کے پاس واقع ہے اور اس شہر کے ثقات سے سنا گیا ہے کہ جب حضرت امام الانس والجن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام شہر طوس میں تشریف رکھتے تھے تو خواجہ ربیع کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہ فضل و شرف ان کے لئے کافی ہے۔ اعین بن ضبیعہ بن ناجیہ التمیمی الحنظلی الدارمی کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ صعصعہ بن ناجیہ کے بھتیجے تھے کہ جو فرزدق کے دادا تھے انہوں نے حضرت امیر کی ملازمت اختیار کی اور جنگ جمل میں عائشہ کے اونٹ کا ایک پاؤں کاٹا اسی طرح سے مروی ہے کہ جب عبداللہ خضرمی بصرہ پر مستولی ہو گیا اور امیر المومنین نے اعین کو اس کے دفع کے لئے بھیجا۔ تو عائشہ نے کسی کو پوشیدہ طور پر معین کیا کہ موقع پاکر انہیں (اعین کو) قتل کر دے اور یہ واقعہ ۳۸ھ میں ہوا۔ عبدالرحمٰن بن حُرد التنوخی کتاب تحفۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن نے بموجب حکم امیر المومنینؑ عائشہ کے اونٹ کا ایک پاؤں قلم کر دیا لیکن اونٹ تین پاؤں پر کھڑا رہا۔ پھر دوسرا پاؤں کاٹا تب اونٹ نے سینہ زمین پر ٹیک دیا۔ تمیم بن مُرہ نے بعد واقعہ جمل کے عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ "عائشہ کے اونٹ کو تمہیں نے پے کیا تھا" جواب دیا کہ ہاں اگر میں پے نہ کرتا تو ایک متنفس زندہ نہ رہتا خواہ تم برا مانو یا بھلا یہ توفیق خدا کی طرف سے تھی جو مجھے حاصل ہوئی طرماح بن عدی بن حاتم کتاب ابن داؤد میں قسم مقبولین میں مذکور ہیں اور یہ مرد جسیم و خوبرو ادیب و فصیح زبان آور و حاضر جواب تھے تاریخ ابن ہلال میں کہ جو شاہ شجاع مبارزی کے نام پر لکھی گئی ہے مذکور ہے کہ جب حضرت امیر المومنین جنگ جمل سے واپس ہوئے تو معاویہ نے اس مضمون کا خط

ہوئے ربیع بن خثیم ثوری کوفی کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ
تابعین کے آٹھ زاہدوں میں سے تھے اور کتاب کشی میں مسطور ہے۔
شیخ اجل فضل بن شاذان قمی سے آٹھ زاہدوں کے متعلق پوچھا
گیا کہ وہ کون ہیں انہوں نے فرمایا کہ چار ان میں سے ربیع بن خثیم۔ ہرم
بن حیان۔ اویس قرنی۔ عامر بن عبد قیس۔ زہاد اور اتقیائے اصحاب
حضرت امیر میں سے تھے پانچواں ابو مسلم خولانی کہ جو ایک فاجر مردانی
تھا اور معاویہ کا مصاحب تھا اور لوگوں کو جنگ حضرت امیر پر ترغیب
دیتا تھا ایک روز حضرت امیر سے کہنے لگا کہ ان مہاجر و انصار کو جنہوں نے
عثمان پر خروج کیا تھا ہمارے قبضہ میں دے دیجئے کہ ہم انہیں قتل کریں
حضرت نے انکار فرمایا ابو مسلم نے کہا کہ اب لڑائی اچھی ہے اور یہ اس
کی ایک حیلہ سازی تھی کہ انتقام خون عثمان کے بہانے سے حضرت
سے جنگ کرنا چاہتا تھا۔ چھٹا مسروق بن اجدع یہ بھی معاویہ کا مصاحب
خاص تھا اور مقام رصافہ پر مر گیا اس کی قبر بھی وہیں ہے۔ ساتواں حسن
بصری جو ہر گروہ کے ساتھ ان کی خواہشوں کے موافق عمل درآمد کرتا تھا
اور اسی کو وسیلہ کسب ریاست دنیوی قرار دیا تھا چنانچہ رئیس فرقہ
قدریہ وہی ہے۔ آٹھواں اسود بن زید۔ تاریخ ابن عاثم کوفی میں مذکور
ہے کہ آخری تابعی جو بوقت سفر شام حضرت امیر کی خدمت میں
حاضر ہوئے وہ ربیع بن خثیم تھے کہ جو چار ہزار مسلح اور مکمل فوج کے ساتھ
ملک رے سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جب آپ
کی خدمت میں پہنچے تو لوگوں کو ملک شام جانے اور معاویہ سے جنگ
کرنے کی رغبت دلاتے تھے ان کی قبر شریف رودخانہ طوس کے

ہیں اور ہم سوائے ان کے اور کسی کو نہیں چاہتے اور یہی عین ہدایت ہے اور
یہی ہماری بڑی خوش قسمتی ہے۔ معاویہ نے جب یہ سنا تو اس نے تمام قبائل
یحصب وکندہ ولخم وجزام کو ذوالکلاع حمیری کے ہمراہ بھیجا کہ خاص کر قبیلہ ہمدان
سے جنگ کرو جب امیر المومنین نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے قبیلہ ہمدان کو
پکارا سب لبیک لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے حضرت نے فرمایا کہ:- اس
لشکر سے مقابلہ کرو جو معاویہ نے خاص تمہارے لئے بھیجا ہے سعید بن قیس نے
معہ اپنے قبیلہ کے اس لشکر پر حملہ کر دیا اور دشمنوں کو درہم برہم اور پراگندہ کر دیا یہاں
تک کہ ان کو بھگاتے ہوئے سراپردہ معاویہ تک جا پہونچے اور کئی سرداران
نامدار کو ان میں سے قتل کیا جب مغرب کا وقت آگیا تو ایک دوسرے سے
جدا ہوئے حضرت امیرؑ نے اس جنگ کو پسند کیا اور سعید بن قیس کو معہ انکی
قوم کے اپنے سامنے بلایا اور ان کی تعریفیں فرمائیں اور فرمایا کہ اے آل ہمدان
تم بجائے میرے جوشن وسپر وتیر وکمان کے ہو میں ہمیشہ تم سے مدد حاصل کرتا
رہا ہوں اے سعید تو میرے چشم بینا اور بجائے میرے ہاتھ کے ہے میں ہر وقت
اور ہر کام میں تیری شجاعت اور مردانگی اور خردمندی پر اعتماد کرتا رہا ہوں قسم
خدا کی اگر تقسیم بہشت میرے ہاتھ ہوئی تو اے قبیلہ ہمدان تم کو بہشت کے بہترین
مقام میں اتاروں گا۔ سعید بن قیس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین یہ کام ہم
محض خدائے تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں آپ پر کوئی احسان نہیں ہے خداوند
عالم اس کی جزا اور اس کا ثواب پورے طور پر ہمیں عطا کرے گا جو خدمت سخت
سے سخت ہو وہ آپ ہم سے متعلق کیجئے اور جہاں جی چاہے بھیج دیجئے ہم
دل وجان سے آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ کے مطیع ہیں حضرت
امیرؑ نے ان کی تعریفیں فرمائیں اور وہ لوگ اپنی کارگذاری پر مسرور وخوش

تھے ان کی ماں اُم ہانی بنت ابی طالب تھیں حضرت نے انہیں اوائل خلافت میں امیر خراسان مقرر فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ ملک خراسان کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اُسے فتح کریں اور وہ قطعہ انہیں کا نظم کیا ہوا ہے جو انھوں نے اپنی شرافت نسب کے متعلق کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

"میں بنی مخزوم میں سے ہوں اور میری ماں بنی ہاشم سے ہیں جو بہترین قبائل ہیں اور کون شخص ایسا ہے کہ جس کا ماموں علی بن ابی طالب کا ایسا صاحب جود وسخا ہو۔ اور دوسرے ماموں میرے عقیل ہیں اور کتاب کشی میں مذکور ہے کہ ایک دن جنگ صفین میں عبیدہ بن ابو سفیان نے جعدہ سے کہا کہ یہ سب دلیریاں اور بہادریاں جو جنگ میں تم سے ظاہر ہوتی ہیں تمہارے ماموں کی طرف سے ہیں جعدہ نے جواب دیا کہ اگر تمہارے ماموں بھی ایسے ہوتے تو یقیناً تم اپنے باپ کو بھول جاتے سعید بن قیس ہمدانی بزرگان قبیلۂ ہمدان اور فدائیان امیر مومنان سے تھے کتاب فتوح عاثم کوفی میں مذکور ہے کہ سعید بن قیس جنگ جمل میں سواران میسرۂ لشکر حضرت امیرؑ کے سردار تھے اور جنگ صفین میں عدیل بن بدیل بن ورقاء الخزاعی کے ساتھ سواران جناح کے سردار تھے اور حضرت امیرؑ نے اپنے دیوان حقایق بیان میں فضائل قبیلۂ ہمدان اور جنگ صفین میں اُن کی جانفشانی کا حال بیان فرمایا ہے جس کا ذکر مجلس دوم میں ہو چکا ہے نیز ابن عاثم کوفی کہتا ہے کہ عمر بن حصین سکونی جنگ صفین میں علی مرتضیٰ کے پس پشت آیا اور چاہتا تھا کہ آپ کو نیزہ سے زخمی کرے سعید بن قیس نے اُسے فوراً قتل کر دیا اور وہ اشعار کہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ معاویہ بن صخر کو یہ خبر پہونچا دی جائے کہ ہم ہمیشہ تیرے دشمن رہیں گے کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے والد ابو الحسن علی ہیں اور ہم اُن کے فرزند

عزیز قریب ہوں اور سب سے زیادہ تمہارا حال جانتا اور پہچانتا ہوں معاویہ نے کہا بیشک ایسا ہی ہے محمد نے کہا کہ خدا کی قسم میرے نزدیک تمہیں قاتل عثمان ہو اس لئے کہ جب عثمان نے تم کو اور تمہارے ایسے اور ظالموں کو مسلمانوں کا حاکم بنایا تو مہاجر و انصار نے خواہش کی کہ ایسے لوگوں کو جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور سنت پیغمبر پر عمل نہیں کرتے معزول کرے اس نے تم لوگوں کے معزول کرنے سے انکار کیا۔ اور تمہاری ہی شومی اور نحوست کے سبب سے اس کا یہ حال ہوا اور طلحہ و زبیر تو انہیں لوگوں میں تھے جو عثمان کے قتل پر اوروں کو آمادہ کرتے تھے۔ اے معاویہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تجھے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں دیکھا ہے لیکن ہمیشہ ایک ہی حالت اور ایک ہی طبیعت پر پایا۔

اسلام نے تجھ میں کچھ بھی زیادتی نہ کی علامت اس کی یہ ہے کہ تو ہمکو محبت علی کے سبب سے ملامت کرتا ہے حالانکہ جو لوگ تیرے ساتھی ہیں وہ منافق ہیں اور ایسے لوگ ہیں جن کو صحابہ نے بعد غلام بنانے کے آزاد کیا تو نے ان کے دین کو دینار و درہم دے کر خرید لیا ہے اور انہوں نے تیری دنیا حاصل کی ہے۔ اے معاویہ! تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ تو نے کیا وہ تیرے سوا بھی جانتے ہیں قسم خدا کی میں جب تک زندہ ہوں گا علی کو دوست رکھوں گا۔ میں ان کی محبت کو وسیلۂ قرب خدا اور رسول سمجھتا ہوں معاویہ یہ باتیں سنکر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو پھر قید خانہ میں لیجاؤ چنانچہ وہ انہی قید خانہ سے بہشت عنبر سرشت کی طرف راہی ہو گئے۔

ترجمہ دیکھنا تیسرا ابی وہب المخزومی القرشی کتاب فتوح ابن عاثم کوفی اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ حضرت امیر کے بھانجے

تھے معاویہ نے ان کو گرفتار کرکے مجبور کیا کہ حضرت امیر کو دشنام دیں اور
ان سے بیزاری اختیار کریں محمد نے انکار کیا معاویہ نے ان کو بہت
ایذائیں دیں اور قید کہا کہ شاید ان مصیبتوں کی تاب نہ لاکر دشنام امام پر
اقدام کریں لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ محمد
مذکور عہد رسالت میں بمقام حلبشہ متولد ہوئے اور حضرت امیر کی طرف
سے مدت تک والی مصر رہے پھر حضرت نے ان کو معزول کر کے قیس
بن سعد کو والی مصر کیا تھا اور محمد منجملہ ان لوگوں کے تھے جنہوں نے قتل
عثمان میں بڑا اہتمام کیا اور عثمان کے مارے جانے کے بعد شام گئے
وہاں دوستان معاویہ میں سے کسی کے ہاتھ سے شہید کئے گئے کتاب
کشی میں مذکور ہے کہ محمد معاویہ کے ماموں کے بیٹے اور شیعہ امیرالمومنین
تھے جب معاویہ نے انہیں گرفتار کیا اور چاہتا تھا کہ قتل کرے مگر پہلے مدت
تک قید رکھا ایک روز اپنے اہل مجلس سے کہا کہ آیا تم لوگوں کی رائے
ہے کہ اس سفیہ محمد بن ابی حذیفہ کو اس کی گمراہی سے آگاہ کروں اور
حکم دوں کہ علی بن ابی طالب کو دشنام دے اور قیدخانہ کی مصیبت سے
چھوٹ جائے حاضرین نے کہا کہ نہایت مناسب ہے پس معاویہ نے
کسی کو حکم دیا کہ محمد کو قیدخانہ سے لاؤ جب محمد آئے تو معاویہ نے ان سے
کہا کہ اے محمد! وہ زمانہ گیا اب وہ وقت ہے کہ محبت و نصرت علی سے
پشیمان ہو اور گمراہی سے باز آؤ کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان مظلوم شہید ہوئے
اور عائشہ و طلحہ و زبیر انہیں کے خون کا عوض لینے کو نکلے تھے اور علی نے
پوشیدہ طور پر لوگوں کو حکم دیا تھا کہ عثمان کو قتل کر دیں ہم بھی عثمان کے خون کا
انتقام لینا چاہتے ہیں محمد نے جواب دیا کہ تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میں تمہارا

ت جب تک تو انہیں دیتا رہے گا وہ تیری حمایت و نصرت کرتے رہیں
گے اور جب روک دیگا تو وہ چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے معاویہ نے خطبہ چھوڑ کر
ان کو ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا صعصعہ بھی ساکت ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ
گئے تنبیہ (یا استدراک) کوئی شخص یہ توہم نہ کرے کہ احنف
بن قیس جن کو حضرت امیرؑ کی ایسی محبت تھی کہ خود معاویہ سے مقابلہ کرنا
چاہتے تھے اور صعصعہ کو جواب دینے کے لئے آمادہ کیا اور پھر حضرت
کی صحبت سے بھی مشرف ہو چکے تھے اور خدمتیں بھی بجالائے تھے یقیناً
زمرۂ مومنین سے ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہے اس لئے کہ مدار ایمان کا
پائداری اور استمرار پر ہے محض محبت کا ظاہر کرنا یا صحبت میں پہونچ جانا یا
کوئی خدمت بجالانا موجب ایمان نہیں ہوتا بلکہ غبارِ محبتِ اغیار سے پاک
صاف رہنا اور خاتمہ بخیر ہونا دلیل ایمان ہے اور باوجود ان اوصاف کے
احنف بن قیس کا انجام بخیر نہیں ہوا آخر میں معاویہ نے پچاس ہزار درہم دیکر
ان کا دین مول لے لیا۔ اور وہ دین بنی امیہ پر ہو گئے اس سبب سے ان
کا شمار مومنین میں نہیں کیا گیا۔ محض صحبت کافی نہیں ہے چنانچہ علامہ حلی علیہ
الرحمہ کتاب خلاصہ میں لکھتے ہیں کہ عمر بن حریث اصحاب امیر المومنین میں
سے تھا اور خدا کے نزدیک ملعون تھا۔ اور یہی حال تمام خوارج نہروان کا
ہے کہ وہ آپ کے اصحاب میں سے تھے اور آپ کے ساتھ ہو کر انہوں
نے جہاد کیا اور پھر پلٹ گئے اور گروہ مردود دین میں داخل ہو گئے۔

محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس بن عبد مناف القرشی

کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ حضرت امیرؑ کی طرف سے عامل مصر

جانتا ہوں کہ اللہ ربنا و رب آباءنا الاولین - یعنی اللہ ہمارا رب ہے اور ہمارے آبا ر اولین کا رب ہے اور یہ جو تم نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ خدا کہاں ہے تو اس کو بھی میں خوب جانتا ہوں فان اللہ تعالی بالمرصاد - یعنی بتحقیق کہ خداوند عالم کمین گاہ میں ہے - یہ سن کر عثمان کو غصہ آگیا اور اس نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو باہر نکالکر دروازے بند کر لئے جائیں - اسی طرح سے کتاب امالی میں روایت ہے کہ جب علمائے قریش اور صنادید بادشاہان یمن اطراف و جوانب سے معاویہ کے پاس جمع ہوئے اور اس نے مسجد دمشق کے منبر پر جا کے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں کہا کہ یقیناً خدا نے اپنے خلفا کو بزرگ کیا ہے پس جنت ان کے لئے واجب ہے اور جہنم سے ان کو علیحدہ کیا ہے اور میرے انصار اہل شام کو قرار دیا ہے کہ جو حرم خدا سے دشمنوں کو دور کرنے والے ہیں اور ظفر خدا کے ساتھ موید ہیں اور دشمنان خدا کے مقابلہ میں نصرت دئے گئے ہیں - راوی کہتا ہے کہ احنف بن قیس اور صعصعہ مسجد میں حاضر تھے جب انہوں نے یہ کلام ضلالت نظام سنا تو احنف نے صعصعہ سے کہا کہ تم معاویہ کو جواب دوگے یا میں اٹھوں ! صعصعہ نے کہا کہ تم رہنے دو میں جواب دے لوں گا - یہ کہکر صعصعہ کھڑے ہو گئے اور کہا اے پسر ابوسفیان تو نے باتیں کیں اور بہت باتیں کیں اور اپنے ارادہ کو پورا کیا درحالیکہ جو کچھ تو نے کہا وہ کیونکر ہو سکتا ہے بتحقیق کہ تو نے ہم پر زبردستی غلبہ کر لیا اور بجبر و قہر بادشاہ بن گیا بغیر اسباب فضل خدا کے مستولی ہو گیا - اب رہے اہل شام سو ان سے زیادہ میں نے کسی کو مخلوق کی اطاعت کرنے والا اور خالق کی نافرمانی کرنے والا دیکھا ہی نہیں ! وہ ایسے لوگ ہیں کہ تو نے مال دیکر ان کے ایمان اور جان کو خرید لیا

وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ" یعنی وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں تمکن دیں تو وہ نماز کو قایم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالائیں اور خدا ہی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے" عثمان نے کہا کہ یہ آیت تو ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاؤ! اس نے کہا "اچھا اس کو جانے دو" میں نے پھر کہا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ الآیہ

یعنی وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی ایسے امر کے کہ جس کے سبب سے ان کا نکال دیا جانا حق ہو نکال دئے گئے ہیں سوائے اس بات کے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب خدا ہے" عثمان نے کہا کہ یہ آیت بھی ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا جو کچھ خدا نے فرمایا ہے اس کے موافق عمل کرو! عثمان نے مجھے کچھ جواب نہ دیا اور میرے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا: "ایہا الناس! تم کو سننا اور اطاعت کرنا چاہیئے جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے اور تنہا آدمی پر شیطان ہے پس اس شخص کا قول نہ سنو! اس لئے کہ یہ تو اللہ کو جانتا ہے کہ وہ کون ہے؟ اور نہ یہ جانتا ہے کہ خدا کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ اے عثمان تم نے جو خواہ مخواہ اپنی اطاعت کا حکم دیا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ فردائے قیامت ہم بھی کفار کی طرح خدا سے یہی کہیں کہ "ربنا انا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیل" یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی۔ پس انہوں نے ہمیں راستہ بھلا دیا" اور یہ جو تم نے کہا کہ یہ نہیں جانتا ہے کہ خدا کون ہے تو میں خوب

کر دیا۔ کتاب کامل بہائی میں لکھا ہے کہ ایک روز معاویہ نے روز جمعہ خطبہ پڑھا اثنائے خطبہ میں بڑی خوفناک آواز سے گوز کیا۔ اہل مسجد پریشان ہوئے لیکن اُس بےحیا پر قطعاً اثر نہ ہوا اور خطبہ چھوڑ کر کہنے لگا کہ شکر ہے کہ اُس خدا کا جس نے ہمارے بدنوں کو پیدا کیا اور اس میں ہماری روحوں کو جگہ دی اور ان ابدان میں ہواؤں کو قرار دیا اور ان کے صادر ہونے کو نفس کے لئے موجب راحت بنایا پس لبا اوقات وہ بے وقت خارج ہو جاتی ہیں پس کوئی گناہ اُس پر نہیں ہے جس سے ایسا ہو صعصعہ بھی مسجد میں حاضر تھے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اے معاویہ تو نے سچ کہا خداوند عالم نے ہمارے بدنوں کو پیدا کیا ہے اور اسمیں روحوں کو ساکن کیا ہے اور اُس میں ریاح کو قرار دیا ہے اور خروج ریاح کو نفس کے لئے راحت بنایا ہے۔ لیکن پائخانہ میں ریاح کا چھوڑنا راحت قرار دیا ہے اور منبر پر بدعت۔ اور پھر اہل شام کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے امیر نے نماز توڑ دی نہ اُس کی نماز صحیح ہے اور نہ تمہاری۔ اور کتاب امالی شیخ ابو جعفر طوسی طیب اللہ مشہدہٗ نے صعصعہ سے نقل کیا ہے کہ میں ایک گروہ اہل مصر کے ساتھ عثمان بن عفان کے پاس اس کے ظلموں کی شکایت کرنے کے لئے گیا عثمان نے کہا کہ اپنے میں سے ایک شخص کو پسند کرو جو مجھ سے گفتگو کرے سب نے مجھے اختیار کیا۔ عثمان نے کہا کہ یہ کمسن نوجوان ہے اس کو اتنی لیاقت نہیں ہے کہ مجھ سے باتیں کر سکے میں نے جواب دیا کہ علم سیکھنے سے آتا ہے سن و سال پر موقوف نہیں ہے اگر سن و سال پر موقوف ہوتا تو مجھے اور تمہیں کسی کو وہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا آخر الامر عثمان نے کہا کہ اچھا جو کچھ دل میں ہے کہو میں نے کہا

"بسم اللہ الرحمن الرحیم الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر

صعصعہ کی معلوم ہوتی ہے کہ کم سنی میں کس طرح سے عمر کے جہل کو ظاہر
کیا۔ شیخ ابو عمر کشی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ صعصعہ بیمار تھے حضرت
امیر ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے صعصعہ میری
عیادت کو اپنے لئے اپنی قوم پر زیادتی کا سبب نہ قرار دینا۔ صعصعہ نے کہا کہ
بہت اچھا خدا کی قسم میں اس کو خدا کا احسان و تفضل سمجھتا ہوں اور اسی
طرح سے مروی ہے کہ جب معاویہ کوفہ آیا تو وہاں کے لوگوں کا ایک گروہ جن
کے لئے حضرت امام حسن نے معاویہ سے امان لے لی تھی اس کی مجلس میں
داخل ہوا۔ صعصعہ بھی اس گروہ میں تھے جب معاویہ کی نظر ان پر پڑی تو کہا کہ
خدا کی قسم میں نہ چاہتا تھا کہ تم میری امان میں آؤ۔ صعصعہ نے جواب دیا کہ خدا
کی قسم میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ تو خلیفہ ہو۔ معاویہ نے کہا کہ اے صعصعہ اب
منبر پر جاؤ اور علی پر لعنت کرو۔ صعصعہ منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الٰہی اور درود
حضرت رسالت پناہی بجا لانے کے بعد کہا کہ "ایہا الناس! مجھ کو ایسے
شخص نے بھیجا ہے جس نے اپنے شر کو مقدم کیا ہے اور خیر کو پس پشت
ڈال دیا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالب پر لعنت کروں۔ پس تم
لوگ اس پر لعنت کرو خدا اس پر لعنت کرے۔ تمام اہل مجلس نے آمین کی
آواز بلند کی صعصعہ منبر سے اتر کر معاویہ کے پاس گئے اور جو کچھ کہا تھا بیان کیا
معاویہ نے کہا کہ تم نے مشتبہ عبارت کہی اور تم نے ارادہ میری لعنت کا کیا۔ پھر
منبر پر جاؤ اور تصریحاً علی پر لعنت کرو۔ صعصعہ پھر منبر پر گئے اور کہا کہ معاویہ نے
مجھے حکم دیا ہے کہ "علی پر لعنت کروں" لہذا میں اس شخص پر لعنت کرتا ہوں
جو علی پر لعنت کرے"۔ حاضرین مجلس نے پھر آمین کی آواز بلند کی جب معاویہ
کو اس کی خبر ملی تو وہ سمجھ گیا کہ علی پر لعنت نہ کریں گے لہذا ان کو کوفہ سے شہر بدر

واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کی تصریح یقینی کے اعانت امیرالمومنین سے منع کرتی تھیں۔

صعصعہ بن صوحان کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ اکابر اصحاب حضرت امیر میں سے تھے اور حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ اصحاب حضرت امیر میں کوئی ایسا نہ تھا جو حضرت کے حق کو کما حقہ جانتا ہو سوائے صعصعہ اور ان کے اصحاب کے۔ چنانچہ ابن داؤد نے کہا ہے کہ اسی قدر ان کے علو قدر اور اشرف ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ صعصعہ بن صوحان عبادی عہد رسالتمآب میں مسلمان ہوئے تھے۔

لیکن کسی وجہ سے حضرت کی زیارت سے محروم رہے۔ اور بزرگان قوم عبدالقیس میں سے تھے اور فصیح و خطیب و زبان آور و دیندار و فاضل و بلیغ تھے اور وہ اور ان کے بھائی زید اصحاب امیرالمومنین میں شمار کئے جاتے ہیں اور روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے جو کہ عمر کی طرف سے حاکم تھا دس لاکھ درہم عمر کے پاس بھیجے عمر نے وہ مال مسلمانوں پر تقسیم کیا جب تھوڑا سا رہ گیا تو عمر نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور کہا کہ "ایھا الناس! اس مال میں سے آدمیوں کے حقوق دینے کے بعد کچھ باقی رہ گیا ہے اس کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ صعصعہ جو اس زمانہ میں بے داڑھی مونچھ کے نوجوان تھے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مشورہ اس چیز میں کرنا چاہیے جس کے لئے قرآن میں حکم نازل نہ ہوا ہو اور قرآن نے جس چیز کو صاف بیان کر دیا ہے تو اسی طرح سے اُسے بجا لا۔ پس عمر نے کہا کہ تم نے سچ کہا "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں" پھر وہ بقیہ مال بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ مولف کہتا ہے کہ یہاں سے فضیلت

جناب حضرت امیر المومنینؑ میں سے تھے اور جنگ جمل میں شہید ہوئے۔
اور شیخ ابو عمر کشی نے روایت کی ہے کہ جب زید زخم کاری کھا کر پشت زین
سے زمین پر گرے تو حضرت امیرانؑ کے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا کہ لے
زید خدا تم پر رحم کرے۔ کہ تمہارا خرچ کم اور اعانت عظیم تھی پس زید نے اپنا سر
حضرت کی طرف پھیرا۔ اور عرض کی یا امیر المومنینؑ خداوند عالم آپ کو جزائے
خیر دے قسم خدا کی آپ کو کوئی نہیں پہچانتا سوائے اس شخص کے جو خدا کو
پہچانتا ہو۔ خدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ جہالت سے جہاد نہیں کیا بلکہ
میں نے ام سلمہ زوجۂ نبی سے سُنا تھا کہ رسول اللہ فرماتے تھے کہ :۔ جس کا
میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا مولا ہے۔ خدایا جو اسے دوست رکھے اُسے
تو دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے اُسے تو دشمن رکھ اور جو اس کی مدد
کرے تو اس کی مدد کر اور جو اسے چھوڑ دے اُسے تو چھوڑ دے" پس مجھے
اچھا نہ معلوم ہوا کہ میں آپ کو چھوڑ دوں اور خدا مجھے چھوڑ دے" فضل ابن
شاذان نے روایت کی ہے کہ زید مذکور رؤسا تابعین اور زہاد تابعین میں
سے تھے۔ اور جب عائشہ بصرہ پہونچیں تو انہوں نے زید کے نام ایک
خط لکھا کہ "یہ خط عائشہ زوجۂ نبی کی طرف سے ہے۔ اس کے فرزند زید بن
صوحان کی طرف۔ امابعد جب یہ خط میرا تمہیں پہونچے تو تم اپنے گھر میں بیٹھ
رہو۔ اور لوگوں کو نصرت علی بن ابی طالب سے روکو" جب زید کو یہ خط
پہونچا تو انہوں نے جواب لکھا کہ "تم نے مجھکو ایسی چیز کا حکم دیا ہے کہ جس کے
غیر پر میں مامور ہوں اور تم نے خود اس چیز کو ترک کر دیا ہے جس پر تم مامور ہو
والسلام" اس کلام میں اس طرف اشارہ ہے کہ عائشہ باوجود "قرن فی
بیوتکن" کے حکم صریح کے گھر سے باہر آئیں اور مردوں کو باوجود "اطیعوا اللہ

اور جہادوں میں اپنے مولا کی اقتدا کرتے ہیں۔ لیکن باوجود ان حالات و کمالات کے جو اشتر کو حاصل تھے سید عارف مخدوم قدس سرہٗ نے تزلزل و تردد کی نسبت اشتر کی طرف دی ہے اور فرمایا ہے کہ کمال یوسگی کی علامت فرمانبرداری ہے۔ قول و فعل بزرگان پر اعتراض کرنا پہونچے ہوئے لوگوں کا طریقہ نہیں ہے اس لئے کہ چھپی ہوئی حکمتیں بکثرت ہوتی ہیں اور دنیا محل امتحان ہے۔ چنانچہ جناب امیر المومنینؑ سے امور معاش کے متعلق ایسا ضعف لوگوں کو دکھائی دیا کہ ان کے تمام دوست متزلزل ہو گئے۔ یہاں تک کہ مالک اشتر بھی لیکن سلمان کہ جو ان کے فرزند روحانی تھے اور ان کے اسمائے حسنیٰ میں سے تھے اور جن لوگوں نے پستان ولایت کا دودھ نہ پیا ہو وہ محفوظ و بے خوف نہیں ہیں۔ چنانچہ معصومین کا قول ہے "اَمْرُنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ" یعنی ہمارا امر سخت و صعب ہے۔

"کانمشتہ بخون اندریں کوچۂ دلیراں"

تاریخ ذہبی میں مذکور ہے کہ اشتر منجملۂ عقلائے عرب و شجاعان روزگار و دلیران معرکہ کارزار تھے اور اپنی قوم کے سردار اور خطیب تھے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ عثمان کے قتل میں شریک تھے کہتے ہیں کہ عثمان کے ایک غلام نے راہ مصر میں جب یہ حضرت امیر کی طرف سے حاکم ہو کر جا رہے تھے شہد میں زہر ملا کر دیا جس کے نوش کرنے سے شہید ہو گئے۔ صاحب معجم البلدان نے احوال بعلبک میں لکھا ہے کہ معاویہ نے کسی کو بھیجا اور اس نے راہ مصر میں اشتر کو شہد زہر آلود کھلا دیا۔ اور وہ حوالی بحر قلزم میں شہید ہو گئے جب خبر وفات معاویہ کو پہونچی تو اس نے بہت خوشی کی اور کہا کہ شہد میں بھی خدا کا لشکر ہے۔ مالک کا جنازہ وہاں سے مدینہ کی طرف نقل کیا گیا اور ان کی قبر منور وہاں مشہور و معروف ہے۔ زید بن صوحان العبدی کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ ابدال

طرح سے علم و زہد و فقر و درویشی میں بھی کامل تھے۔ مجموعہ ورام میں ابن ابی
فراس سے لکھا ہے کہ مالک ایک روز بازار کو نہیں جارہے تھے اور بنا بر طریق
فقراء کے ایک لباس جسم پر پہنے ہوئے تھے۔ اور ایک ٹکڑا اسی کپڑے کا بجائے
عمامہ کے سر پر رکھے ہوئے تھے۔ کسی بازاریوں میں سے کسی نے جو ایک دوکان
پر بیٹھا ہوا تھا اشتر کو اس وضع و لباس میں دیکھا تو اس کی نظر میں حقیر آدمی
معلوم ہوئے اس نے ایک شاخ باقلہ کھینچکر ماری اشتر نے اس کی طرف
التفات ہی نہیں کیا۔ ایک شخص حاضرین میں سے اشتر کو پہچانتا تھا اس نے
جو یہ حالت دیکھی تو اس بازاری سے کہا کہ وائے ہو تیرے اوپر کچھ تجھے معلوم بھی
ہے کہ وہ کون شخص تھا جس کی تو نے اہانت کی؟ اس نے جواب دیا کہ میں
نہیں جانتا! بتلایا کہ وہ مالک اشتر تھے جو مصاحب خاص امیر المومنین ع علی
ابن ابی طالب علیہم السلام کے ہیں اس مرد بازاری کو جب یہ معلوم ہوا تو
اس کے جسم میں لرزہ پڑگیا اور ان کو ڈھونڈھتا ہوا اسی طرف چلا کہ معافی مانگے
اور عذر خواہی کرے دیکھا کہ اشتر ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اس نے
انتظار کیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سلام کیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا
ور ان کے پاہائے مبارک کو بوسہ دینا شروع کیا اشتر ملتفت ہوئے اور
اس کا سر اٹھا کر یہ پوچھا یہ کیا ہے! جواب دیا کہ یہ عذر ہے اس گناہ کا جو مجھ
سے صادر ہوا میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ اشتر نے کہا کہ تیرے اوپر کوئی
گناہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں مسجد میں اسی لئے تو آیا تھا کہ تیرے لئے دعائے
مغفرت کروں۔

مؤلف کہتا ہے کہ ہاں! امیر المومنین کے پیرو ایسے ہی ہوتے ہیں کہ جو
شیطانی وساوس اور نفسانی آرزوؤں کی طرف التفات نہیں کرتے اور ریاضتوں

اس سبب سے کہ وہ تمہارے دشمنوں سے انتقام لیتے میں نہایت شدید ہے خداوند عالم تمکو تقوے کے ساتھ محفوظ رکھے اور مغفرت کے ساتھ زینت دے ہمکو اور تمکو اپنی مرضی حاصل کرنے کی توفیق دے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اور کتاب نہج البلاغہ میں وہ عہدنامہ اس طرح مذکور ہے" اما بعد تحقیق کہ میں نے بندگان خدا میں سے اُس کو تم پر حاکم کرکے بھیجا ہے جو زمانہ خوف میں نہیں سوتا اور ڈر کے وقتوں میں دشمنوں سے خستہ نہیں ہوتا۔ وہ دشمنوں کیلئے آگ میں جلنے سے زیادہ شدید ہو اور وہ مالک بن الحارث برادر قبیلہ مذحج ہے پس اس کی بات سنو اور اس کے امر کی۔ ان چیزوں میں اطاعت کرو جو مطابق حق ہوں اس لئے کہ وہ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کی باڑھ کند نہیں ہوتی اور جس کی ضربت خطا نہیں کرتی پس اگر وہ تمہیں کوچ کا حکم دے تو کوچ کرو اور اگر ٹھیرنے کا امر کرے تو ٹھہرو اس لئے کہ وہ بغیر میرے حکم کے نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے میں نے تم کو اپنے نفس پر ترجیح دی کہ اُسے اپنے پاس سے تمہارے پاس بھیجدیا تاکہ وہ تمہیں نصیحت کرے اور تمہارے دشمنوں سے انتقام شدید لے۔ مؤلف کہتا ہے کہ فی الحقیقت یہ دونوں فصلیں حضرت کے کلام کی دو خط ہیں جو حضرت نے اشتر کے بارہ میں اہل مصر کو لکھے۔

اور جو عہدنامہ حضرت نے ان کے لئے لکھا ہے وہ آپ کے عہدناموں میں سب سے بڑا ہے اور سب سے لطائف اور محاسن پر مشتمل ہے اور کتاب مستطاب نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اشتر رضی اللہ عنہ جس طرح سے کہ عقل و شجاعت و بزرگی و فضیلت کے زیور سے آراستہ تھے اسی

سے مقابلہ کرنے پر تحریص و ترغیب کرتے تھے یہاں تک کہ بہت سے آدمی اس قدر تھک گئے کہ ان کے ہاتھ پاؤں بیکار ہو گئے۔ جب اشتر نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑے کو دوڑایا اور اپنا علم زمین پر گاڑ دیا اور لشکروں کے درمیان میں آکر آواز دی کہ "کون اپنی جان اللہ کے ہاتھ بیچتا ہے کہ جو اشتر کے ساتھ چلکر لڑے یہاں تک کہ فتحیاب ہو یا خدا کے پاس پہونچ جائے" اشتر کے اس کہنے سے لوگوں میں پھر جوش پیدا ہو گیا اور پھر جہاد میں مشغول ہو گئے۔ شیخ ابوالحسن احمد بن علی نجاشی نے کتاب رجال میں ذکر صعصعہ بن صوحان میں لکھا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین نے مالک کو حکومت مصر پر بھیجا تو یہ عہد نامہ لکھکر انہیں دیا۔ بندۂ خدا امیر المومنین کی طرف سے مسلمانوں کی طرف سلام علیکم! میں ایسے خدا کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اما بعد پس یقیناً میں تمہاری طرف خدا کے ایسے بندہ کو بھیجتا ہوں جو ایام خوف میں نہیں سوتا۔ اور دشمنوں سے خستہ نہیں ہوتا مرد جرار اور دور دور کرنے والا آدمی ہے ارادے اسکے سبک نہیں ہیں وہ بندگان خدا میں بہت شدید الرعب ہے اور جبار اکرم عباد خدا ہے کفار پر آگ کے جلنے سے زیادہ سخت ہے نجاست و ننگ سے بہت دور ہے اور وہ مالک بن حارث برادر قبیلۂ مذحج ہے جس کی ضرب سستی نہیں کرتی اور باڑہ کند نہیں ہوتی جدال و قتال سے بخوبی واقف ہے وقت مصیبت صابر ہے پس تم اس کی بات سنو! اور اس کے امر کی اطاعت کرو اگر وہ تمہیں کوچ کا حکم دے تو کوچ کرو اور اگر ٹھہرنے کا حکم دے تو ٹھہرو اور بتحقیق کہ وہ بغیر میرے حکم کے نہ آگے بڑھتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے یقیناً میں نے تم کو اس شخص کے ساتھ اپنے نفس پر ترجیح دی کیونکہ میں نے (مالک اشتر کو) اپنے پاس نہ رکھا بلکہ تمہارے پاس بھیجدیا۔ تاکہ وہ تمہاری نصیحت کرے اور

دیکھ کر حیران تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں پھولے جاتے تھے اشتر اس روز ایک لانبی دُم والے سیاہ گھوڑے پر سوار تھے اور ہاتھ میں ایک ننگی تلوار لئے ہوئے تھے جب اوسے حرکت دیتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آگ کا شعلہ بھڑک رہا ہے اور جب ہاتھ بلند کرتے تھے تو نگاہیں جھپک جاتی تھیں۔ اسی گھوڑے پر متواتر حملہ کر رہے تھے اور دشمنوں کو مارتے اور گراتے جاتے تھے نہ اُن میں تھکاوٹ معلوم ہوتی تھی اور نہ اُن کا گھوڑا تھکتا تھا اور نہ اُن کی تلوار ہی رُکتی تھی۔ پھر تلوار کو نیام میں رکھ لیا اور نیزہ لے کر ایک سخت حملہ کیا سواروں کو اون کے زینوں سے اُچھالتے جاتے تھے یہ لڑائی اسی حالت پر باقی رہی حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت گذر گیا۔ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح کتاب مستطاب نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ خداوند عالم نے عرب اور عجم میں کسی کو سوائے علی کے اشتر کا مثل نہیں پیدا کیا تو مجھے گمان ہے کہ یہ قسم سچی ہوگی۔

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے جب اُس سے اشتر کی شجاعت کا حال پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں ایسے شخص کی شجاعت کیا بیان کروں ہ جس کی زندگی نے اہل شام کو شکست دی اور موت نے عراق کو اور جو اس فضیلت کے لائق تھا جسے امیرالمومنینؑ نے اس کے حق میں فرمایا کہ "اشتر میرے لئے ایسا ہی تھا جیسا میں جناب رسالت مآب کے لئے"

لیلۃ الہریر کے پہلے روز کثرت اشتغال کے سبب سے اشتر کو چار نمازوں میں سجدہ کرنے کی نوبت نہیں آئی اور صرف تکبیرات پر اکتفا کی۔ اُس روز طرفین کے ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور اشتر میمنہ اور میسرہ کے درمیان مثل شیر ژیان تیغ و سنان سے حملہ کر رہے تھے اور ہر قبیلہ کے لوگوں کو دشمنوں

گر میں تمام دنیا میں سے تجھی کو چاہتا تھا کہ تجھ سے مقابلہ کروں - اور تو بھی
دیکھ کہ ہم کیسے ہوتے ہیں! یہ کہہ کر نیزہ گھمانا شروع کیا اور گھوڑا دوڑا دیا
کچھ دیر تک آپس میں نیزہ بازی ہوتی رہی آخرکار اشتر نے ایک نیزہ مار کر
گھوڑے سے گرا دیا اور فوراً اپنے گھوڑے سے کود کر اس کے سینہ پر جا بیٹھے
عبداللہ بن زبیر نے چھوٹنے کے لئے بہت سے حیلے اور تدبیریں کیں۔ اشتر
اس روز روزہ سے تھے اور اس سے دو روز قبل بھی بسبب بیماری کے کچھ
نہیں کھایا تھا۔ عبداللہ کے ساتھیوں نے بھی ہر طرف سے حملہ کرنا شروع
کر دیا۔ اس کشمکش میں عبداللہ اشتر کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔
آخرکار جب اصحاب امیرالمومنینؑ نے ہر طرف سے حملے کئے اور اصحاب جمل
تاب مقاومت نہ لا سکے رائے فرار پر قرار پائی اور سب نے بھاگنا شروع کیا
اور کتاب فتوح ابن اعثم کوفی میں مذکور ہے کہ جب جنگ صفین نے طول
کھینچا یہاں تک کہ عبداللہ بن بدیل اور ہاشم بن عتبہ جو مشاہیر لشکر
حضرت امیر سے تھے شہید ہو گئے پھر عمار بن یاسر بھی درجہ شہادت پر فائز
ہو چکے اور حضرت ان کی شہادت سے بہت متاثر ہوئے تو ایک روز کہ
جس کی شب آئندہ لیلۃ الہریر کہلاتی ہے بنفس نفیس متوجہ میدان
کارزار ہوئے۔ اشتر نخعی نے جب یہ دیکھا تو اپنے اعزا اور اقربا کی طرف
مخاطب ہوئے اور کہا اے آل نخع! اگر تم نے خداوند عالم کی خوشنودی
کے لئے دانتوں سے پتھر پکڑے ہیں۔ تب بھی ابھی تم نے خدا کو خوش نہیں
کیا ہے آج کا دن ہم دونوں کا دن ہے اس قوم گمراہ کے ساتھ جہاد کرو کہ
خداوند عالم کی رضامندی حاصل ہو یہ کہہ کر لشکر مخالف پر حملہ کر دیا اور
ساتھ ہی ساتھ ان کے اعزا و اقارب نے بھی حملہ کیا اہل شام ان کی زد کی

کیا۔ اور ہر حملہ میں اونٹ کا ایک پاؤں کاٹ دیا۔ ابن عاثم کوفی نے لکھا ہے
کہ جنگ جمل کے آخری روز جب دونوں لشکر آراستہ ہو کر میدان جنگ
میں آئے اور صفوں کو درست کیا عائشہ ایک ہودج پر بیٹھیں اور اُن کا اونٹ
لشکر کے سامنے لایا گیا سب لوگ ان کے اونٹ کے گرد اگرد کھڑے ہو گئے
حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنا لشکر درست فرمایا۔ اور جنگ جو
سپاہی میدان جنگ میں اترنے لگے اور اتنے آدمی مارے گئے کہ میدان کی
زمین سرخ ہو گئی اور اصحاب امیر المومنین جوش شجاعت میں جھپٹ جھپٹ
کر اصحاب جمل پر حملہ کر رہے تھے پہلے حجاج بن غزیہ انصاری نے گھوڑا بڑھایا
پھر خزیمہ بن ثابت پھر شریح بن ہانی الحارثی پھر ہانی بن عروۃ المذحجی نے حملہ
کیا پھر زیاد بن کعب ہمدانی جھپٹے ان کے پیچھے عمار یاسر نے گھوڑا ڈالا پھر
اشتر نخعی نے حملہ کیا پھر سعید بن قیس ہمدانی دوڑے پھر عدی بن حاتم طائی
نے گھوڑے کو مہمیز کیا پھر رفاعہ بن شداد نے گھوڑا دوڑایا پھر حضرت کے تمام
مشہور اصحاب یکے بعد دیگرے رامت وچپ وقلب وجناح پر حملے کرنے
لگے اور ایسی زبردست شجاعت دکھلائی کہ اس کا مثل کسی نے اس سے پہلے
نہ دیکھا تھا۔ اصحاب جمل بہت زیادہ قتل ہوئے اور وہ ہودج جس پر عائشہ سوار
تھیں مثل خارپشت کے ہو گیا تھا۔ قبیلہ بنی ضبہ عائشہ کے اونٹ کے گرد
حفاظت کر رہے تھے اور اپنے انتہائی اعتقاد کے سبب سے اس اونٹ کی
مینگنیاں اٹھا کر سونگھتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ ام المومنین کے اونٹ
کی مینگنیاں مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں اور اس پر فخر کرتے تھے اور مہار ناقہ
تھامے ہوئے تھے اور بڑی مردانگی کے ساتھ اشتر کے ہاتھ سے قتل ہو رہے
تھے عبداللہ بن زید نے جب اشتر نخعی کو دیکھا تو پکارا کہ اے دشمن خدا ٹھہر جا

بعد حضرت کا ایک نامہ ناصح ہاشم بن عتبہ کے نام پہونچا جس کا مضمون ہدایت
مشحون یہ تھا کہ ”اے اہل کوفہ! تمہیں معلوم ہے کہ یہ امر (خلافت) ابتدا ہی
سے میرا حق ہے لیکن میں امت کے متفرق ہونے کے خوف سے چپ رہا
اور صبر کرتا رہا۔ آج کے دن جبکہ مہاجرین و انصار نے مجھ سے بیعت کی ہے تم
لوگوں کو لازم ہے کہ میری مددگاری میں کاہلی اور کسالت کو دخل نہ دو“ اس کے بعد
پھر آپ نے ایک خط حضرت امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کے ہاتھ بھیجا
لیکن ابو موسیٰ نے اسی طرح سے انکار کیا یہاں تک کہ عمار سے اور ان سے
سخت گفتگو ہوئی۔ جب اہل کوفہ کے آنے میں بہت دیر ہوئی اور یہ حالت کوفہ
کی معلوم ہوئی تو عبداللہ بن عباس نے کہا ”یا امیرالمومنین گویا کوفہ سے
کوئی مدد کے لئے نہ آئے گا؟!“ مالک اشتر نے جب یہ کلمہ عبداللہ سے سنا
تو عرض کی ”یا امیرالمومنین! میں کوفیوں کی زبان اور ان کی عادتوں سے بخوبی
واقف ہوں مجھے اجازت دیجئے کہ کوفہ جاکر وہاں کے لوگوں کو حاضر خدمت
کروں“ حضرت نے اجازت دی یہ کوفہ آئے اور حضرت امیرؑ کے مناقب و
فضائل اہل کوفہ کے سامنے بیان کرنے لگے اور ان کو مدد اور نصرت کی ترغیب
دلائی۔ ابوموسیٰ جو حاکم وقت تھا منبر پر جاکر لوگوں کو منع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ابھی
توقف کرنا چاہیئے دیکھو آئندہ کیا ہوتا ہے؟ مالک اشتر نے حکم دیا کہ ابوموسیٰ
کو منبر پر سے گھسیٹ لو اور مسجد سے باہر نکالدو۔ ان کے نکال دینے کے بعد
نماز جماعت حضرت امام حسن علیہ السلام نے پڑھائی۔ اور قرظہ بن کعب
انصاری کو وہاں کا والی مقرر کیا اور بارہ ہزار فوج کے ساتھ حاضر خدمت با
سعادت حضرت امیر ہوئے۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ روز
جمل اشتر نے ان لوگوں پر جو عائشہ کے اونٹ کے گرد تھے تین مرتبہ حملہ

ایک تلوار ابن کو ایسی لگائی کہ واصل جہنم ہوا پس مروان ابن حکم نے تلوار کھینچ لی اور اُن پر حملہ کیا حجاج بن غزیہ انصاری نے مروان سے مقابلہ کیا اور ایک تلوار مروان کی گردن پر ماری جو زرہ کو کاٹتی ہوئی گردن تک پہونچ گئی مروان زخمی ہو کر بھاگا اور عورتوں میں جا چھپ رہا عبداللہ بن عبدالرحمن بن العوام آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ شرم کرو اور خدا سے ڈرو اور امیرالمومنین عثمان کے قتل کا ارادہ نہ کرو اس لئے کہ ان کی اطاعت تم پر فرض ہے ابھی یہ باتیں کہہ رہا تھا کہ عبدالرحمن بن حنبل جمحی نے دوڑ کر ایک تلوار لگائی اور عبداللہ مذکور واصل جہنم ہوا پس عثمان کے ایک غلام نے عبدالرحمن بن حنبل پر حملہ کیا کہ اتنے میں اشتر نخعی آ گئے اور ایک وار میں اس غلام کو روانۂ دار البوار کیا۔ دوسرے غلام نے حملہ کیا وہ بھی مارا گیا۔ عبداللہ بن زمعہ نے حملہ کیا وہ بھی قتل ہوا آخر اشتر نے بڑھ کر عبد میسر بن عوف السباق کو بھی قتل کر کے قتل عثمان کا ارادہ کیا لیکن جب نزدیک پہونچے تو اس کو تنہا پایا اور اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا اشتر کو شرم معلوم ہوئی کہ ایسے شخص کو جس کے پاس سلاح جنگ نہیں ہے قتل کریں لہذا واپس ہوئے۔

مسلم بن کثیر کوفی نے آواز دی کہ اے اشتر اُن کو مارنے کے ارادہ سے آئے تھے جب پاس پہونچے تو ڈر گئے! اُشتر نے جواب دیا کہ میں نے اسے تنہا پایا اور کوئی ایسا نہ تھا جو مجھ سے مقابلہ کرتا لہذا اسے قتل کرتے ہوئے مجھے شرم معلوم ہوئی اور کتاب کامل بہائی میں لکھا ہے کہ جب حضرت امیرؑ جنگ جمل کے لئے جا رہے تھے تو آپ نے ابو موسیٰ اشعری کے نام طلب فوج کے لئے خط لکھا اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو اس خط کے ساتھ روانہ کیا ابو موسیٰ اشعری نے فوج بھیجنے سے انکار کیا محمد بن ابی بکر نے اس کو بہت سخت و سست کہا اس کے

پر کوئی آیا تھا؟ جواب ملا کہ ہاں! یمن سے ایک شتربان اویس نام آیا تھا اور
سلام کہہ کر واپس گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں! یہ اویس کا نور ہے جو خود چلے گئے
اور نور بطور ہدیہ ہمارے گھر میں چھوڑ گئے۔

مالک بن الحارث الاشتر النخعی رضی اللہ عنہ

لقب شریف ان کا اشتر ہے اور میدانِ جنگ میں دشمنوں
کو اس طرح سے چن لیتے تھے کہ مرغ دانے کے واسطے بھی اس تیزی سے نہیں
چن سکتا۔ چنانچہ جب طرماح بن عدی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے
معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب سے کہہ دینا کہ
گیہوں کی رائی کے دانوں کے برابر میرے پاس لشکر ہے جو لیکر آپ سے لڑنے آؤنگا
طرماح نے جواب دیا کہ حضرت امیر کے پاس ایک مرغ ہے جس کا اشتر لقب
ہے وہ سب دانے چن لے گا۔ معاویہ خجل ہو گیا۔ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے
کہ اشتر جلیل القدر عظیم المنزلت تھے اور ان کی خصوصیت حضرت امیر المومنین
کے ساتھ بیان ہو سکنے سے زیادہ روشن ہے۔ حضرت نے ان کی موت پر بہت
رنج کیا اور فرمایا کہ وہ میرے لئے ایسا تھا کہ جیسا میں جناب پیغمبر خدا صلعم کے لئے
تھا۔ کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ جب خبر وفات اشتر حضرت امیر المومنین
علیہ السلام کو پہونچی تو آپ نے ایک آہ سوزناک کھینچی اور فرمایا کہ خدا کی
رحمت نازل ہو مالک پر۔ اس نے کبھی مجھ سے انحراف نہیں کیا وہ شجاعت میں ایسا
عزت تھا اور شان و شوکت میں کوہ بلند تھا۔ شجاعت میں سنگ
قد کو شکستہ کر دیا اور میری کمر توڑ دی گویا ان کی خبر موت نے میرے
کے ساتھ قتل عثمان میں شریک تھے۔ اشتر اور محمد بن ابی بکر اور وہ دونوں
محمد بن ابی بکر کے اصحاب نے تلوار کھینچی۔ فتوح ابن اعثم کوفی میں مذکور ہے کہ جب
اشتر اس طرف سے بڑھا اور اصحاب عثمان پر حملہ کیا تو مغیرہ بن
اور رفاعہ بن رافع انصاری پر حملہ کیا رفاع نے

۹۹

بیعت کرے۔ پس فنا نوے آدمیوں نے آپ سے بیعت کی فرمایا کہ پورا کرنے والا کہاں ہے۔ پس ایک فرد آیا جو حضرت کے کپڑے پرانے اوڑھے اور سر منڈائے ہوئے تھا۔ پس اس نے قبل ہوتے کے لئے حضرت کے ساتھ بیعت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ اویس قرنی ہیں۔ اویس قرنی اس بیعت کے کرنے کے بعد جب تک زندہ رہے علی الاتصال جنگ ہی کرتے رہے مروی ہے کہ علی کے منادی نے آواز دی کہ اے لشکر خدا تمہیں بشارت ہو۔ پس اویس نے تلوار کھینچ کر دشمنوں کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ گئی پس انہوں نے پکار کر کہا کہ ایھا الناس کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بغیر جنت دیکھے ہوئے جنگ سے منہ نہ پھرائیں گے۔ یہ کہتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ ایک تیر آیا جو ان کے دل پر لگا پس اسی جگہ پر دنیا سے رحلت پائی۔ گویا کہ ایک زمانہ سے مر چکے تھے" یہاں تک کلام صاحب اصابہ کا تھا۔ اور مولانا نور الدین جعفر جشتی نے کتاب خلاصۃ المناقب میں لکھا ہے کہ جناب پیغمبر خدا نے یمن کی طرف رخ کیا اور کپڑا اپنے سینے سے علیحدہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یمن جانب یمن سے نفس رحمن کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اس سے مراد حضرت کی خواجہ اویس تھے۔

خواجہ اویس یمن میں شتر بانی کرتے تھے اور اپنی کی اجرت سے اپنی ماں کی بسر کرتے تھے۔ ایک دن اپنی ماں سے زیارت پیغمبر خدا کی اجازت مانگی ماں نے کہا کہ جاؤ لیکن اگر آنحضرت مکان میں نہ ہوں تو ٹھیرنا نہیں اور فوراً واپس آنا۔ اتفاقاً جب یہ مدینہ پہنچے تو حضرت صلعم مکان پر تشریف نہ رکھتے تھے۔ فوراً یمن کی طرف واپس گئے جب آنحضرت مکان میں تشریف لائے تو آپ نے گھر میں ایک نور دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا دریافت فرمایا کہ دروازہ مکان

کے لاکھ آدمی کو شمار کیے تھے ہیں جب غروب کا وقت قریب ہوا۔ جناب حضرت نے فرمایا شمار میں سے ایک آدمی کم آیا۔ لوگوں نے مظہر العجائب و غرائب کی خدمت میں یہ خبر پہونچائی۔ فرمایا کہ وہ بھی آئے گا اور وعدہ کو پورا کرے گا۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک مرد پیادہ پا آرہے ہیں اور اپنا زاد و راہ اپنی پشت پر باندھے ہوئے ہیں اور ایک پانی کی چھوٹی مشک گردن میں لٹکائے ہوئے ہیں اور نہایت ضعیف و نحیف و لاغر ہیں چہرہ زرد و غبار آلود ہے۔ جب حضرت کی خدمت میں پہونچے۔ تو سلام کیا۔ حضرت کے جواب سلام دینے کے بعد نام اور قبیلہ دریافت کیا۔ عرض کی کہ میں اویس قرنی ہوں یا امیر المومنین ہاتھ بڑھائیے میں بیعت کر لوں۔ فرمایا تم کس چیز پر بیعت کروگے عرض کی اس وعدہ پر کہ آپ کی نصرت و مددگاری میں اپنے کو چھوڑ دوں اور اپنا سر آپ پر نثار کر دوں

چوں سر از دست من بے سر و پا خواہد شد　نہ ہماں بہ کہ فدائے کف پائے تو بود

جب اویس بھی آچکے تو حضرت نے وہاں سے معہ تمام لشکر کے کوچ کیا ابن حجر نے کتاب اصابہ میں کہا ہے کہ اویس قرنی وہی زاہد مشہور ہیں جنہوں نے زمانہ نبی صلعم دیکھا ہے اور عبد الغنی بن سعد قرنی نے کہا ہے کہ وہ اویس ہیں جن کی خبر ان کے وجود سے قبل پیغمبر خدا صلعم نے دی تھی۔ اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے اور بہترین مسلمانوں میں سے تھے۔ اور ضمرہ نے اصبغ بن زید سے روایت کی ہے کہ اویس زمانہ پیغمبر خدا ہی میں مسلمان ہوئے لیکن اپنی ماں کی خدمت گذاری کے سبب سے حاضر خدمت نہ ہو سکے۔ اور اویس بعد اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے علی ابن ابیطالب کی نصرت میں شریک ہوئے اور اصبغ بن زید سے روایت ہے کہ میں نے کو روز صفین دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے کہ کون شخص ہے جو موت پر مجھسے

سکتے تھے کہ یہ سجود کی رات ہے اور ایک سجدہ میں رات کاٹ دیتے تھے کسی
نے اُن سے کہا کہ اے اُویسؓ تم کو عبادت کی اتنی طاقت کیسے حاصل ہوئی
کہ ایسی طولانی راتیں ایک حالت میں کاٹ دیتے ہو جواب دیا کہ رات
طولانی کہاں ہوتی ہے کاشکے ازل سے لیکر ابد تک ایک رات ہوتی اور میں
پوری رات ایک سجدہ میں کاٹ دیتا اور اچھی طرح سے گریہ وزاری کرتا۔ شعر

بہ نیم شب کہ ہمہ مست خواب خوش باشند — من و خیال تو و گریہ ہائے درد آلود

جیسا سیر میں مذکور ہے کہ ایک معتبر کتاب میں نظر سے گذرا ہے کہ ایک
دن اویسؓ قرنی آب فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے کہ ایک جلیل کی آواز
کان میں پہونچی۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے لوگوں نے جواب دیا کہ
حضرت امیرالمومنینؑ کی فوج جنگ معاویہ کے لئے جارہی ہے اویس نے
کہا کہ کوئی عبادت میرے نزدیک متابعت علی مرتضیٰ سے افضل نہیں ہے
لہذا یہ کہہ کر اسی طرف دوڑے اور ملازم رکاب فیض انتساب رہے یہاں
تک کہ درجہ عالیہ شہادت پر فائز ہوئے۔

سید المحدثین نے کتاب تحفۃ الاحباب میں عبداللہ بن عباس سے نقل کیا
ہے کہ جب ہم لوگ حضرت امیرؑ کے ساتھ مقام ذوالقار میں پہونچے تو کوفہ اور
اس کے توابع و لواحق کا لشکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے
فرمایا کہ آج اتنی فوجیں ہمارے پاس آئیں گی اور ہر فوج میں ہزار آدمی ہونگے
ابن عباس کہتے ہیں کہ میرے قیاس میں یہ امر بعید معلوم ہوا اور جناب ولایت مآب
میرے دل کا حال سمجھ گئے حکم دیا کہ اس صحرا میں دو نیزے نصب کر دیئے
جائیں تاکہ جو لشکر ہماری نصرت کے لئے آئے ان دو نیزوں کے درمیان
میں ہو کر آئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ نہایت تحقیق و احتیاط کے ساتھ ہر فوج

ہو ا نہیں کرتا تا ورنہ تجھے کیا ضرورت تھی اگر دو اپنے عوض میں بیچے ہوتے
... زبیر و معاویہ اور ان کے امثال ناکہوں دے کر خرید تے ایک روٹی کا بیا
... لیکن سب نے سنتے تھے کہ جس طرح سے ابو بکر افاقہ کیا کرتے تھے یعنی کہا کرتے
تھے ...... کہ مجھے چھوڑ دو میں علی کی موجودگی میں سب سے بہتر نہیں
ہوں لیکن پھر خود خلافت کو مرتے دم تک نہ چھوڑا اسی طرح سے یہ ان کے مقلد یا
معتقد عمر کا قول تھا اسی وجہ سے کوئی خرید نے پر مستعد نہیں ہوا۔ پھر کتاب مذکور
میں مروی ہے کہ جب حضرت امیر اویس کی باتیں سن کر خاموش ہو رہے تو عمر
نے اویس سے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم کے دیکھنے کے لئے کیوں نہ آئے؟ اویس
نے پوچھا کہ تم نے پیغمبر کو دیکھا ہے؟ عمر نے جواب دیا ہاں! اویس نے فرمایا کہ
شاید تم نے صرف ان کا جبہ دیکھا اور اگر دیکھا ہے تو بتاؤ کہ ان کے ابرو پیوستہ
تھے یا کشادہ؟ اس پر عمر سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔
مخفی نہ رہے کہ اس روایت سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اویس نے عمر
کے ساتھ استہزا کیا اور ان کی جہالت و بے گانگی کو جناب رسالتمآب سے
... منقول ہے کہ پھر عمر نے اویس سے کہا کہ میرے لئے دعا کیجئے۔
اویس نے کہا کہ ایمان میں اگر میرے مثل ہو جاؤ۔ میں ہر نماز کے قنوت میں دعا کیا
کرتا ہوں: - اللھم اغفر للمومنین والمومنات۔ اگر تیرا ایمان سالم ہے
تو دعا تجھے بھی شامل ہے ورنہ میں اپنی دعا کو ضائع نہ کروں گا۔ اس کلام
میں عمر کے نا ایمان ہونے کی طرف اشارا ہے۔ جب تو مومن نہیں اپنی
دعا کیوں ضائع ہونے دوں ...
منقول ہے کہ اویس بعض راتوں میں کہتے تھے کہ یہ رکوع کی رات
ہے اور پوری رات ایک سجدہ میں بسر کر دیتے تھے اور بعض شبوں میں

کسی کی تعریف کی حاجت نہیں ہے۔ سید المتالہین حیدر بن علی آملی
اوائل کتاب منبع الاسرار میں لکھتے ہیں۔ کہ اویس قرنی کی جلالت قدر اور راز دار
اسرار الٰہی ہونے کی وجہ سے جناب رسالتمآب جب یمن کی طرف سے
اون کے انفاس شریفہ کی خوشبو سونگھتے تھے تو فرماتے تھے کہ "میں یمن
کی طرف سے روح رحمٰن کو سونگھ رہا ہوں" منقول ہے کہ سلمان نے جناب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ "وہ کون شخص ہے؟ حضرت
نے فرمایا کہ یمن میں ایک شخص ہے جسے اویس قرنی کہتے ہیں وہ روز قیامت
تنہا ایک امت کے مثل محشور ہوگا اور اس کی شفاعت میں مثل قبیلۂ ربیعہ و
مضر کے داخل ہونگے۔ آگاہ ہو کہ جو شخص تم میں سے انہیں دیکھے وہ میرا
سلام پہونچا دے اور ان کو حکم دے کہ وہ مجھے (بلا تعین یا) میرے لئے دعا کریں
اور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ جب جناب امیر اور عمر نے حسب وصیت
جناب رسالتمآب کے آنحضرت کا خرقہ اویس کو پہونچایا اور عمر نے ان کو دیکھا
کہ وہ ایک شتری گلیم اوڑھے ہوئے سر و برہنہ پا ہیں اور دونوں عالم کی تونگری
کو اپنی گلیم میں چھپائے ہوئے ہیں تو اپنی خلافت انھیں حقیر معلوم ہوئی اور کہا
کہ کون شخص ایسا ہے جو خلافت مجھ سے ایک روٹی کے عوض میں مول
لے لے۔ اویس نے کہا کہ اے عمر کون ایسا بے عقل ہے جو روٹی دیکر خریدیگا۔
یہ تو کیا بیچ رہا ہے؟ پھینک دے! جس کا جی چاہے گا اوٹھا لے گا۔" مخفی نہ
رہے کہ اس کلام میں اویس نے عمر پر صاف صاف طعن کی ہے اور اسکے
بیچنے کو خلاف عقل قرار دیا اس لئے کہ امامت خدا کی طرف سے ہوتی ہے اس
کا ابوبکر سے خریدنا اور عثمان کے ہاتھ بیچنا عقل و شرع دونوں کے خلاف ہے
نیز یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ یہ عمر کا دعویٰ محض زبانی تھا دل اس کے چھوڑ دینے کو

اگر چنین خال بابیت ناچپار — بودر بوبکر را بجان انکار

دانست چونکہ بود خواہر او — خال ما بہ بود برادر او

چون تمادی بخورد بوسفیان — کہ ازو گشت خاندان ویران

اہلسنت کے ایسے ہی واہیات اقوال میں سے یہ بھی ہے کہ وہ شیعوں کو اس لئے کافر و رافضی کہتے ہیں کہ منکر امامت ابوبکر و عمر ہیں لیکن معاویہ کو مسلمان جانتے ہیں باوجودیکہ وہ منکر امامت حضرت علی علیہ السلام تھا اور آپ کے مقابلہ میں تلوار کھینچی تھی اور کہتے ہیں کہ رافضی چونکہ ابوبکر و عمر کو دوست نہیں رکھتے اس لئے ان کی توبہ قبول نہ ہوگی لیکن یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا اس کی توبہ قبول ہوگی۔ شعر

شیخے را کہ نیش اینست — نیست سنی بخر بہ دیہا است

اویس القرنی الیمنی

رہنے والے ملک یمن اور آفتاب قبیلہ قرن تھے تابعین سے آٹھ زاہدوں میں ایک ان کا بھی شمار ہے جنہوں نے زہد کی انتہا کر دی اور جناب ختم المرسلین نے اویس کی شان میں "نفس الرحمن" اور "خیر التابعین" فرمایا ہے۔ اویس مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور غائبانہ آپ پر ایمان لائے تھے لیکن بسبب اپنی بڑھی ماں کی خدمت میں مشغول رہنے کے حضرت کی صحبت سے مشرف نہیں ہوسکے۔ ون کو شتربانی کرتے اور اس کی مزدوری سے اپنا اور اپنی ماں کا خرچ چلاتے تھے۔ سید محمد نور بخش نور اللہ مرقدہ نے کتاب شجرۃ اولیا میں لکھا ہے کہ اویس قرنی مجذوب قدس سرہ وہ تھا ہیں جنہیں رسول اللہ نے ولی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں یمن کی طرف سے نفس الرحمن کا احساس کرتا ہوں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ سید تابعین ہیں پس جس کی تعریف خود پیغمبر خدا نے کی ہو اس کو امت میں ۔۔۔

چھوڑ دے اگر تیرا باپ ابوبکر زندہ ہوتا تو ہرگز ڈاڑھی نہ پکڑتا اور میری اس طرح سے اہانت نہ کرتا۔ محمد نے جواب دیا کہ اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو ہرگز تم کو اس طرح کے کام نہ کرنے دیتا۔ عثمان نے ہاتھ بڑھا کر جو قرآن اس کے پاس رکھا ہوا تھا ہاتھ میں لے لیا اور کہا کہ یہ کتاب خدا ہے اور میں اسی کے ساتھ تم لوگوں میں حکم کروں گا اور ہر طرح سے تمہاری رضا جوئی کروں گا اور جو کچھ تمہاری مراد ہوگی اُسے پوری کروں گا۔ محمد نے اس آیت کلام مجید کی تلاوت کی:۔

"آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ" یعنی اب! درحالیکہ اس سے پہلے تو نے گناہ کیا اور تو مفسدین سے تھا یہ کہکر ایک تبر عثمان کی گردن میں مارا جس سے وہ مجروح ہوئے اور خون بہنے لگا۔ پس کنانہ بن بشر داخل ہوا اور ایک گرز اس کے سر پر مارا اور سعید بن حمران مرادی نے تلوار ماری اور دوں نے داہنے بائیں سے تلواریں مارنی شروع کیں یہاں تک کہ اپنے ٹھکانے پہونچ گئے۔ محمد مذکور جب شاہ ولایت کی طرف سے والی مصر تھے تو معاویہ کے لشکر کے مقابلہ میں شہید ہوگئے۔ جب خبر شہادت حضرت امیرؑ کو پہونچی تو روئے اور فرمایا کہ وہ اللہ کا بندہ صالح اور ہمارا فرزند صالح تھا۔ **تنبیہ** اہل سنت و جماعت معاویہ باغی کو ام المومنین ام حبیبہ کے بھائی ہونے کی حیثیت سے خال المومنین یعنی مومنین کا ماموں کہتے ہیں لیکن اصل وجہ ماموں کہنے کی یہ ہے کہ وہ امیر المومنینؑ کا دشمن تھا ورنہ محمد بن ابی بکر کو خال المومنین کہنا چاہیئے تھا اسلئے کہ یہ عائشہ کے بھائی تھے۔

حضرت شیخ سنائی نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ **شعر**

آنکہ مروے وہ و تلبیش است — آن نہ خال و نہ عم کہ ابلیس است

ہر کرا خال از این شمار بود — مرد را با علی چہ کار بود

روایت کی تھی اور جن کے بارے میں رسول اللہ نے امت کو نصیحت کی تھی تا بہ ست اور رب السموات کا عذاب نازل ہو جب تک کہ کبوتر آواز دے اور گونجے۔ اے اولاد زہرا تم لوگ میرے ذخیرہ ہو اور تمہارے ہی سبب سے روز قیامت میرا پلہ بہاری ہوگا اور جبکہ میری محبت تمہارے ساتھ صحیح ہو تو پھر مجھ کسی کتے کے بھونکنے کی پرواہ نہیں ہے۔

صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ حضرت امیر محمد کو بہت دوست رکھتے تھے اور ان کی تعریفیں کرتے تھے اور اقران پر فضیلت دیتے تھے اس لئے کہ وہ نابد و مجتہد تھے۔ اور محمد جنگ جمل اور صفین میں حضرت کے ہمراہ تھے اور منجملہ اس گروہ کے تھے کہ جنہوں نے عثمان بن عفان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے خون میں بھی شریک تھے۔ اور علمائے اہل سنت نے شرکت خون کی نفی کی ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ ان بعض علماء نے بڑی مصلحت کا خیال کیا ہے لیکن یہ انکار بے فائدہ ہے اس لئے کہ خون عثمان میں ان کا شریک ہونا حد تواتر تک پہونچا ہوا ہے۔ اور تمام کتابیں متقدمین محدثین تابعین کی اس پر شاہد ہیں۔ تاریخ احمد بن اعثم کوفی میں جو شافعی المذہب اور ثقات متقدمین ارباب سیر میں سے ہیں۔ موجود ہے کہ جب عثمان پر سخت محاصرہ ہوا تو لوگ ہر طرف سے ان کے گھر میں داخل ہونے لگے محمد بن ابی بکر نے اپنے کو عثمان کے پاس پہونچایا اور کہا کہ ہاں اے ... ... عثمان نے کہا کہ میں عثمان بن عفان خلیفہ رسول خدا صلعم ہوں اور تم ... کہ میری اہانت کرتے ہو ؟ محمد نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا کہ دیکھا ... خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا ؟ عثمان نے جواب دیا کہ خدا ہمیشہ میرے ساتھ بھلائی کرتا رہا اے بھتیجے خدا سے ڈر اور میری ڈاڑھی

انما اخرجیٰ بنت الذی — اخرجت الدُّر من الماء المليح
انسيت لعهل فی خسم وما — قاله المبعوث فيه وشرح
فيك وصی احمد فی يومها — ام لمن ابواب خيبر قد فتح
ام بامرٍ قد تقمصت بها — بعدما تختم عليك و كشح
ما تقول عن ربك فی الحشر هذا — يا الاثولیل اذا الحق اتضح
و سئلك المصطفیٰ عما جرىٰ — من قضايا کم و من تلك القبح
ثم عن فاطمةٍ و ارثها — من مردود شتمه و تن فيه لمح
و عليك الخزی من رب السماء — كلما ناح حمام ثم و صدح
يا بنی زهراء انتم عدتی — و بكم فی الحشر ميزانی رجح
و اذا صحت الی لعنكم — لا ابالی ای كلب قد نبح

ماحصل ان اشعار بلاغت آثار کا یہ ہے کہ اے ہمارے باپ ہم ابھی چیز پاسگئے اگرچہ تم جس کے باپ ہو اس کے ناامید ہوئے اور رسوا ہونے میں کوئی بات باقی نہیں رہتی مجھ کو اسی قادر مطلق نے تم سے پیدا کیا کہ جو آب شور سے موتی کو پیدا کر دیتا ہے کیا تم اس عہد کو بھول گئے جو روز غدیر خم نبی مبعوث نے فرمایا تھا اور اس کی شرح بھی کی تھی کیا روز غدیر تمہارے بارے میں احمد نے وصیت کی تھی یا اس شخص کے بارے میں جس نے خیبر کو فتح کیا ہے۔ یا وراثت کے سبب سے تو نے خلافت کا کرتہ کھینچ تان کر پہن لیا۔ بعد اس کے کہ ظاہر میں تو تمہارے کافروں نے اقرار کیا اور باطن میں عداوت رکھی۔ تم فردائے قیامت کیا عذر رکھتے ہو۔ تمہارے واسطے ویل ہے جس وقت حق واضح ہوگا اور محمد مصطفیٰ تمہارے قضیئے و تمہاری برائیاں پوچھیں گے تو کیا جواب دو گے؟ پھر تم نے فاطمہ سے غصب کر لیا جو اس کی وراثت نہیں اور جنہوں نے رسول اللہ سے

میں مدفون ہوئے اور ان کی بہت سی حدیثیں مشہور ہیں رضی اللہ عنہ

محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ التیمی القرشی

ان کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں جو دراصل جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں جعفر کے شہید ہونے کے بعد ابوبکر نے ان سے عقد کر لیا۔ اور محمد سال حجۃ الوداع میں پیدا ہوئے جب ابوبکر کا انتقال ہوا تو حضرت امیر المومنینؑ نے ان سے عقد کر لیا اور محمد آپ کے ربیب اور پروردہ تھے۔ شیخ ابوعمر کشی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہوتا تھا تو آپ ان پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجتے تھے نیز حضرت ہی سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے نجابت محمد بن ابی بکر کی ان کی ماں اسماء بنت عمیس کی طرف سے ہے نہ کہ انکے باپ کی طرف سے اور دوسری روایت میں فرمایا ہے کہ ہر اہلبیت میں ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو اپنی ذات سے نجیب ہوتا ہے اور بڑے اہلبیت میں سے انجب نجبا محمد بن ابی بکر ہیں۔

نیز جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر نے شیخین سے بیزار ہونے کے عہد پر امیر المومنینؑ سے بیعت کی تھی اور ان تینوں روایتوں کے موید محمد بن ابی بکر کے اشعار ہیں۔ شعر:

یا ابانا قد وجدنا ما صلح | خاب من انت ابوه و افتضح

شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ وصایت میرا حق ہے اس لئے کہ میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے سن میں بھی بڑا ہوں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے چچا آپ خوف کیجئے اور یہ دعوی نہ کیجئے لیکن محمد بن حنیفہ نے نہ مانا اور اس نزاع نے طول کھینچا آخر کار امام نے جواب دیا کہ اے چچا چلئے ہم اور آپ دونوں ایک حکم کے پاس چلیں محمد بن حنیفہ نے کہا کہ حکم کون ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حجر اسود کے پاس چلیں۔ دونوں ہمراہ حجر اسود کے پاس آئے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے محمد سے کہا کہ پہلے آپ سوال کیجئے کہ خلافت کس کا حق ہے محمد نے سوال کیا لیکن کوئی جواب نہ سنا۔ تب امام نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور خداوند عالم کو اسمار عظام کے ساتھ پکارا۔ اور خواہش کی کہ حجر اسود کو گویا کر دے پھر حجر اسود سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تجھے اسی خدا کی قسم جس نے اپنے معتبر بندوں کو تیرے ساتھ مبعوث کیا ہے ہمیں بتا دے کہ امامت و وصایت بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے کس کا حق ہے ؟ یہ سننا تھا کہ حجر الاسود کو جنبش ہوئی اور اس طرح سے متحرک ہوا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے۔ اور وہاں عربی فصیح میں کہا کہ اے محمد تم کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ وصایت بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے علی بن الحسین علیہ السلام کا حق ہے جب محمد حنیفہ نے یہ معجزہ دیکھا تو حضرت کی امامت تسلیم کر لی اور پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ نیز کتاب خرائج میں یہ بھی مذکور ہے کہ محمد بن حنیفہ نے یہ نزاع ضعیف العقیدہ لوگوں کے شکوک اور اوہام زائل کرنے کے لئے کی تھی اور حضرت کے مراتب علائق پر ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ فی الحقیقت امامت میں جھگڑنا مقصود نہ تھا۔

محمد بن حنیفہ کی وفات سنہ ۸۰ھ یا سنہ ۸۳ھ میں بمقام مدینہ ہوئی اور بقیع

تفصیل اس قصہ کی نہایت طولانی ہے۔ اور کتاب تحفۃ الاحباء میں لکھا ہے کہ روز جنگ جمل حضرت امیرالمومنین نے علم لشکر محمد بن حنیفہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا :-

" آگے بڑھو " محمد چند قدم بڑھے اور پھر انتشار رہا میں ٹھہر گئے اور بنابر بعض روایات کے یہ بھی کہا " قسم خدا کی یہ فتنہ سخت ہے " پس حضرت امیرالمومنین نے پکارا کہ داخل ہو تیرے لئے ماں نہ ہو آیا یہ فتنہ ہو سکتا ہے جو کہ تیرا باپ جس کا پیشوا ہو اور وہی اُسے ہٹا کر لے جاتا ہو۔ پس محمد نے علم اٹھایا اور لشکر پر حملہ کر دیا اور اپنے نیزہ خونخوار سے اشرار کو زمین پر گراتے جاتے تھے اور اس طرح شجاعت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے کہ دوست و دشمن سب تحسین و آفریں کے نعرے بلند کر رہے تھے اور جناب ولایت مآب اپنے فرزند ارجمند کی لڑائی دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ محمد بن حنیفہ نے پہلے نیزہ سے بدمست دشمنوں کو قتل کیا اور پھر تلوار نیام سے کھینچی اور اصحاب جمل کو صحرائے عدم کی طرف روانہ کرنا شروع کیا دیر تک داد مردی و مردانگی دے کر بعد اپنے مقام پر واپس آئے کتاب کشف الغمہ اور تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ ایک روز لوگوں نے محمد ... سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے جو آپ کے پدر بزرگوار آپ کو میدان جنگ میں بھیجتے ہیں اور آپ کے دونوں بھائیوں حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے پہلو میں محفوظ رکھتے ہیں۔ محمد نے جواب دیا کہ وہ دونوں ان کی آنکھیں ہیں اور میں ان کا ہاتھ ہوں۔ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان اپنی آنکھوں کی حفاظت اپنے ہاتھ سے کرتا ہے ایک مرتبہ پھر لوگوں نے یہی سوال کیا محمد نے جواب دیا کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور وہ دونوں رسول خدا کے فرزند ہیں۔ کتاب شواہد النبوۃ اور کتاب خرائج الجرائح میں مذکور ہے کہ محمد بن حنیفہ نے بعد

یعنی وہ اولاد انبیاء میں سے ہیں جو موت کا مزہ نہ چکھیں گے جب تک کہ وہ فوج کی سرداری نہ کریں اور ان کے سامنے علم لشکر نہ ہو وہ غائب ہو جائیں گے کوہ رضوی میں پس ایک زمانہ تک انہیں کوئی نہ دیکھے گا۔
تاریخ ابن خلکانؒ میں مذکور ہے کہ محمد بن حنیفہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کی ماں خولہ بنت جعفر قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں اور ان کی کنیت ابو القاسم اس وجہ سے ہے کہ ان کے بارے میں جناب رسالتمآبؐ نے اجازت دی تھی اور حضرت امیرؑ کو خبر دی تھی کہ میرے بعد تمہارے ایک بیٹا پیدا ہوگا میں نے اپنا نام اور اپنی کنیت اس کو عطا کی اور کسی کے لئے میری امت میں سے حلال نہیں ہے کہ وہ میرے نام اور کنیت کو باہم جمع کرے۔ اور محمد مذکور علم و ورع و شجاعت میں مشہور تھے اور جنگ جمل و صفین میں علمبردار لشکر حضرت امیر المومنین علیؑ تھے اور نہایت شدید القوت تھے ان کے بارے میں عجیب و غریب خبریں مشہور ہیں منجملہ ان کے مبردؒ نے کتاب کامل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کے پاس ایک زرہ تھی جو آپ کے قد میں لانبی تھی حضرت نے وہ زرہ محمد کو دی اور فرمایا کہ اس کا اتنا حصہ جدا کر دو۔ محمد نے ایک ہاتھ دامن زرہ پر رکھا اور دوسرا اس مقام پر جہاں سے جدا کرنے کو فرمایا تھا اور چاک کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر جب یہ تذکرہ سنتے تھے تو آتش رشک و حسد سے جل جاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ بھی نہایت طاقتدار تھے اور اپنے سے زیادہ قوی کسی کو خصوصاً اولاد حضرت امیرؑ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔
نیز ابن زبیر نے جب اپنے ایام خلافت میں محمد بن حنیفہ اور عبداللہ بن عباس کو اپنی بیعت کی تکلیف دی اور ان لوگوں نے انکار کیا تو اس نے انکا محاصرہ کر لیا اور قسم کھائی کہ اگر بیعت نہ کریں گے تو ان کو آگ سے جلا دونگا اور

مجلس چہارم در ذکر اکابر دین و افاضل مومنین از زمرۂ تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین

سید التابعین ابو القاسم محمد بن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام

شارح دیوان مرتضوی نے کہا ہے کہ امام محمد علی مرتضیٰ کے بیٹے تھے اور ماں ان کی بنی حنیفہ سے تھیں اور اسی بنا پر ان کو ابن حنیفہ کہتے ہیں محمد مذکور نے اسّی برس کی عمر میں سنہ ۸۱ھ میں وفات پائی لیکن ان کو شیعہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور کوہ رضوی میں جو نزدیک مدینہ کے ہے موجود ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں اور ان کے ظہور کے وقت زمانہ عدل سے بھر جائے گا۔ چنانچہ کثیر شاعر نے کہ جو ان کے شیعوں میں سے ہے اپنے اشعار میں اسطرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے

شعر

وَسِبْطٌ لَا یَذُوقُ الْمَوْتَ حَتّٰی ۔۔۔ یَقُوْدُ الْخَیْلَ یَقْدُمُہَا اللِّوَاءُ

تَغَیَّبَ لَا یُرٰی فِیْہِمْ زَمَانًا ۔۔۔ بِرَضْوٰی عِنْدَہٗ عَسَلٌ وَّ مَاءُ

امیر علیہ السلام کے ساتھ قریش سے کے صرف پانچ آدمی تھے محمد بن ابی بکر جو آپ کے ربیب تھے جعدہ بن ہبیرۃ المخزومی کہ جو حضرت امیر علیہ السلام کے بھانجے تھے اور ابو الربیع بن ابو العاص بن ربیعہ اور محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ جو معاویہ کے بھانجے تھے اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص جو سعد وقاص کے بھتیجے تھے اور معاویہ کے ہمراہ قبیلے قریش کے تھے اور صاحبانِ شعور پر ظاہر ہے کہ جو لوگ معاویہ باغی طاغی کی متابعت امیر المومنین کے مقابلہ میں کریں انکی بے غیرتی اور دینداری کا کیا درجہ ہے کوئی شبہہ نہیں کہ انکا قول و بول برابر ہے پس جسطرح سے کہ ان لوگونکا معاویہ کے ساتھ بیعت کرنا دلیل حقیقت خلافت معاویہ نہیں ہے اسیطرح سے خلفائے ثلاثہ کی بیعت بھی دلیل حقیقت نہیں ہے واضح رہے کہ ان سو آدمیوں کے (جنکا ذکر ہوا) اعزا اور اقارب بھائی اور فرزند غلام وغیرہ بھی تھے اور اکثر انہیں کے صحابی تھے اور اپنے بزرگوں کے عقیدے کے پابند تھے لیکن انہیں لوگوں پر اکتفا اسلئے کی گئی کہ یہ لوگ اصل تھے اور وہ انکے تابعین میں ورنہ متقدمین علما نے جیسے شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی وغیرہ نے بڑی بڑی کتابیں انکو انکے اور صحابۂ سید مختار کے حالات میں لکھی ہیں اگرچہ دشمنوں کے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے جلادینے اور ضایع کردینے کے سبب سے اب اُن کتابوں کا پتہ بھی نہیں ہے

تمام شد مجلس سوم

نہیں کی مثل سعد بن عبادہ اور انکے عزیز و اقارب کے اور بعض نے ابتدا میں بیعت نہیں کی لیکن آخر میں جبراً و قہراً ظاہری طور پر بیعت کر لی مثل مقداد و سلمان و ابوذر و خالد بن سعید اموی اور انکے بھائیوں کے اور بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے قبل وفات جناب رسالت مآب امر خلافت اور اسکے مستحق کے بارہ میں تدبر نہیں کیا اور جب کہ بیعت ابوبکر کیلئے مجبور کئے گئے انہوں نے بھی دوسروں کی تقلید سے ابوبکر کی بیعت کر لی اور کچھ دنوں اس کو حق سمجھتے رہے لیکن آخر میں متنبہ ہوئے اور حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کی اور یہ سب اشخاص کہ جنکا حال اس کتاب میں کیا گیا ایسے لوگ ہیں کہ اعتقاد و مولفین جنکے مثل صحابہ میں اور دس آدمی بھی نکل سکیں گے اسلئے کہ افضل صحابہ اہل سنت کے نزدیک ابوبکر و عمر و عثمان ہیں اور ہر منصف کے نزدیک ظاہر ہے کہ اگر یہ لوگ غصب خلافت کے سبب سلطنت نہ پاجاتے تو یہ جھوٹی حدیثیں جو انکے فضائل میں بنائی گئیں نہ بنتیں اور اہل زمانہ انکو قنبر اور بلال حبشی کے مرتبہ میں بھی نہ سمجھتے چنانچہ شیخ سنائی علیہ الرحمہ نے کہا ہے :۔ شعر

آنکہ او را بر علی مرتضےٰ خوانی امیر ۔۔۔ باﷲ از او میتواند کفش قنبر داشتن

لیکن وہ لوگ کہ جنہوں نے برغبت ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے آگے چلکر طلحہ و زبیر و معاویہ سے بیعت کی مثل عمرو عاص اور مغیرہ بن شعبہ اور ابو ہریرہ اور ابو الاعور سلمی اور ابو موسیٰ اشعری اور سعد وقاص اور بسر بن ارطاۃ القرشی اور حبیب بن مسلمۃ القرشی اور محمد بن مسلمہ اور حسان بن ثابت اور سعد بن مالک اور اولاد عمر خطاب اور عبد اللہ زبیر اور عبدالرحمن بن خالد بن ولید اور عتبہ بن ابی سفیان اور مروان بن الحکم اور ضحاک بن قیس الفہری اور انکے مثل جنکے نام کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت

محبت علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ادب سکھاؤ جو شخص انکار کرے اسکی ماں کی حالت پر غور کرو۔ شعر

محبت شیر مرداں مجوز بے پدری ... کہ دست غیر گرفتہ است پائے مادر آو

افضل المحققین خواجہ نصیر الدین طوسی طیب اللہ مشہدہٗ نے اپنے رسالہ اوصاف الاشراف میں لکھا ہے کہ جب جابر بن عبد اللہ آخر عمر میں مبتلائے ضعف پیری ہوئے تو حضرت امام محمد باقرؑ انہیں دیکھنے کیلئے تشریف لیگئے اور انکا حال پوچھا جابر نے کہا کہ ایسی حالت ہے کہ اس حالت میں بڑھاپے کو جوانی پر اور بیمار کو تندرستی پر اور مرنے کو زندہ رہنے پر ترجیح دیتا ہوں حضرتؑ نے انکی تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لیکن میں اگر خدا مجھے بڈھا کرے تو بڑھاپے کو دوست رکھتا ہوں اور اگر جوان بنائے تو جوانی کو اور اگر بیمار بنائے تو بیماری کو اور اگر شفا دے تو شفا کو اور اگر موت دے تو مرنے کو اور اگر زندہ رکھے تو زندگی کو دوست رکھتا ہوں جب جابر نے یہ بات حضرتؑ سے سنی تو آپکے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ رسول اللہؐ نے سچ فرمایا تھا کہ تم میری اولاد میں سے ایک ایسے شخص تک پہونچوگے جسکا نام میرا نام ہوگا اور وہ علوم کو اسطرح سے شگافتہ کریگا کہ جسطرح سے زرگاؤ زمین کو شگافتہ کرتا ہے۔ اور اس سبب سے نام اُن کا باقر علوم اولین و آخرین رکھا ہے اِس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جابر مقام صبر تک پہونچے ہوئے تھے اور حضرت امام باقر علیہ السلام مرتبہ رضا پر فائز تھے خداوند عالم ہمکو اور تمام مومنین کو صابرین راضین مرضین میں سے قرار دے بحق محمدؐ و آلہ المعصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ سو آدمیوں کا حال اکابر و اشرف اور عدول صحابہ جناب رسول مختارؐ بنی ہاشم وغیر بنی ہاشم مہاجر و انصار میں سے تھا اور بنا بر قصد اختصار کے اسی پر اکتفا کی گئی انمیں بعض ایسے تھے جنھوں نے مدت العمر ابوبکر و عمر کی اطاعت

بعد نبیؐ تم کو سلام کہا ہے حضرت یہ خبر سنکر متاثر ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار
کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ جناب زین العابدین علیہ السلام نے
اس خبر کے افشا ہونے سے اندیشہ کیا اور فرمایا کہ آخر جابر نے سلام و پیام کو
ظاہر کیا انہوں نے عرض کی کہ ہاں! امام نے فرمایا کہ اے فرزند اب تم گھر میں
بیٹھو اور باہر نہ جاؤ اسلئے کہ لوگ تمہاری طرف رجوع کرنے لگیں گے اور دشمنوں
کے عناد میں بڑھ جائیں گے بعد ازاں جابر ہر صبح و شام امام محمد باقرؑ کی خدمت
میں شاد حاضر ہوتے تھے اور علم کی باتیں سیکھتے تھے اہل مدینہ اس امر سے
تعجب کرتے تھے اور یہ حکایت خاتمہ کتاب روضۃ الشہدا میں اسطرح لکھی ہوئی
ہے کہ:- آخر عمر میں جابر کی آنکھیں جاتی رہی تھیں ایک روز امام محمد باقرؑ اپنے
عنفوان شباب میں انکے پاس آئے اور انپر سلام کیا جابر نے جواب سلام دیکر
پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ محمد بن علی بن حسینؑ ہوں۔ جابر نے عرض کی کہ اے
میرے سردار میرے پاس آیئے اور اپنا ہاتھ مجھے دیجئے امام نے اپنا ہاتھ جابر کے ہاتھ میں دیا۔ جابر نے
ہاتھ پر بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤں پر بھی بوسہ دیں لیکن امام نے پیر نہ دیئے دیا جابر نے عرض کی کہ
اے فرزند رسول خدا رسول خدا صلعم نے آپکو سلام کہا ہے امام نے فرمایا و علی رسول اللہ السلام و رحمۃ اللہ و
برکاتہ پھر جابر سے فرمایا کہ اے جابر اسکا حال بیان کرو۔ جابر نے عرض کی کہ ایک روز میں حضرت رسول خدا
صلعم کے ساتھ تھا آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر شاید تم اسوقت رہو کہ میرے
ایک فرزند سے ملاقات کرو جسکا نام محمد بن علی بن حسین ہے۔ خداوند عالم اسکو اپنا
نور اور حکمت دیگا اسکو میری طرف سے سلام پہنچا دینا۔ نیز کتاب کشی میں مذکور
ہے کہ جابر عصا ہاتھ میں لئے ہوئے کوچہ ہائے مدینہ اور وہاں کی مجالس میں جاتے
تھے اور کہتے تھے علی خیر البشر فمن ابیٰ فقد کفر، یعنی علی خیر البشر ہیں جو شخص اس سے
انکار کرے پس بیشک وہ کافر ہے، اور فرماتے تھے کہ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو

اور کتاب خلاصہ میں فضل بن شاذان سے روایت کی ہے کہ وہ اُن سابقین صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بعد حضرت رسول خدا صلعم کے حضرت امیر کی طرف رجوع کی۔ اور ابن عقدہ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں انکی محبت اہلبیت اور متابعت اہلبیت کی تصریح کی ہے۔ اور وہ آخر اُن صحابہ سے ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی۔

اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ جنگ صفین میں حضرت امیر کے ہمراہ تھے اور ابو عمر کشی نے لکھا ہے کہ جابر عمامہ سیاہ باندھتے تھے اور مسجد مدینہ میں بیٹھکر مسائل دینی بیان فرمایا کرتے تھے مسائل بیان کرتے کرتے یکبار کی کہنے لگتے تھے "یا باقر العلم" اہل مدینہ جب یہ کلمہ سنتے تو آپس میں کہتے کہ جابر بن عبداللہ بڈھے ہو گئے۔ ہذیان بکتے ہیں جب یہ بات جابر سنتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں ہذیان نہیں بکتا بلکہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ تم عنقریب میرے اہلبیت میں سے ایسے مرد کو دیکھو گے جسکا نام میرا نام ہوگا اور جسکے شمائل میرے شمائل ہونگے وہ علم کو اسطرح شگافتہ کریگا جو شگافتہ کرنے کا حق ہے میں نے یہ کلام معجز نظام جناب سرور انام سے سُنا ہے مجھکو اس کے دیکھنے کی آرزو بے اختیار کر دیتی ہے اتفاقاً ایک روز جابر کوچہ ہائے مدینہ میں گذر رہے تھے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے دروازہ پر ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس سے جناب رسالت مآب کے شمائل ظاہر تھے اپنے پاس بُلایا حضرت سامنے آئے جابر نے کہا ذرا پلٹ جائیے پلٹ گئے جابر نے اپنے جی میں کہا کہ یہ شمائل تو پیغمبر صلعم کے شمائل ہیں انکو قسم دی کہ آپکا کیا نام ہے انہوں نے فرمایا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب یہ سُنکر جابر آگے بڑھے اور انہوں نے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپکے

[illegible] سے اور امیر المومنین کو بہت دوست رکھتے تھے اور اہل عداوت کی
لڑائیوں میں حضرت امیر کے ہمراہ تھے۔ ثقہ اور امین تھے اور فضل شیخین کا
اعتراف کرتے تھے لیکن حضرت امیر علیہ السلام کو اکثر فضیلت دیتے تھے اور سنہ ۱۰۰ھ میں
وفات پائی۔

مولف کہتا ہے کہ اگر ہم صاحب استیعاب کے قول کو مان لیں جب بھی شیخین
کے اعتراف فضل کو تقیہ پر محمول کریں گے اسلئے کہ عامر مذکور بنابر تحریر شیخ ابو عمر کشی
کے کیسانی مذہب تھے یعنی امامت محمد بن حنفیہ کے قائل تھے اور کیسانی
مذہب امامیہ کا ایک فرقہ ہے جو اصل اعتقاد خلافت بلا فصل امیر المومنین ع میں
مثل اثنا عشری کے ہیں اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو باطل جانتے ہیں
البتہ بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اثنا عشری اور انہیں اختلاف ہو گیا
ہے۔ منتہی المقال میں مذکور ہے کہ عامر جنگ صفین میں لشکر گاہ کی پیادہ
فوج کے سردار تھے اور کتاب کشی میں مذکور ہے کہ جب مختار بن ابی عبیدہ نے
آل مروان پر خروج کیا عامر بن طفیل انکے شریک تھے اور کہتے تھے کہ وہ ستر آدمی جنہوں
نے شب عقبہ میں جناب رسالتمآب سے بیعت کی تھی انتقال کر چکے
تنہا میں باقی ہوں۔

جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری

کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ اصحاب رسول خدا صلعم سے تھے اور
جنگ بدر اور دیگر اٹھارہ لڑائیوں میں جناب رسالت مآب کے ہمراہ تھے اور حضرت
صادق سے روایت کی ہے کہ وہ اصحاب رسول سے سب کے آخر میں باقی رہنے والے
شخص تھے اور انکی بازگشت ہم اہلبیت کی طرف تھی۔

نہ رہی اور مجبوراً بیعت کرنا پڑی پھر تمام اکابر و سرداران کوفہ نے بھی بیعت کی
کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ ہاشم وقت بیعت یہ اشعار برجستہ نظم
کرکے پڑھتے جاتے تھے۔ شعر

أُبَايِعُ غَيرَ مُكتَرِثٍ عَلِيًّا ۔۔۔ وَلَا أَخشَى اَمِيرًا اَشعَرِيًّا
أُبَايِعُهُ وَاَعلَمُ اَن سَاُمضِي ۔۔۔ بِذَالِكَ اللهَ حَقًّا وَالنَّبِيَّا

یعنی "میں بیخوف علی سے بیعت کرتا ہوں اور حاکم اشعری سے کچھ نہیں ڈرتا!
میں ان سے بیعت کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس بیعت کے سبب سے میں
حق کی طرف جاؤنگا اور خدا و رسول تک پہونچونگا"
ہاشم جنگ صفین میں درجہ شہادت پر پہونچے اور بعد انکے ان کے بیٹے
عتبہ بن ہاشم نے انکے باپ کا علم اٹھایا اور اہل شام پر حملہ کیا۔ اور بہت سے
آدمیوں کو قتل کرکے آخرکار شربت شہادت نوش فرمایا اور اپنے پدر بزرگوار
کے پاس پہونچ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ابو سعید الخدری

کتاب داؤد میں مذکور ہے کہ وہ منجملہ اُن سابقین اولین کے تھے جنہوں نے
حضرت امیرؑ کی طرف رجوع کی اور مستقیم الاعتقاد تھے۔

ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی

کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ انکی کنیت انکے نام پر غالب تھی اور سال
جنگ اُحد میں پیدا ہوئے اور زمانہ جناب رسالت مآبؐ میں آٹھ برس کے تھے
اور جناب رسالت مآبؐ کے دیکھنے والوں میں سب کے آخر میں اُنھوں نے وفات

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص الزہری

تہذیب الصحابہ نے لکھا ہے کہ یہ وہی مشہور شجاع ملقب بہ مرقال ہیں اور
اس لقب سے اس سبب سے شہرت پائی کہ ارقال ایک قسم کی دوڑ کا نام ہے
اور وہ میدان جنگ میں تین تین دشمنوں سے ایک ساتھ دوڑ دوڑ کر
مقابلہ کرتے تھے اور کلبی اور ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ وہ صحبت جناب
رسالت مآب سے مشرف ہوئے اور روز فتح مکہ مسلمان ہوئے اور جنگ عجم
میں اپنے چچا سعد وقاص کے ہمراہ قادسیہ میں تھے اور وہاں بہت کچھ
جوانمردی دکھائی اور جنگ صفین میں ملازم رکاب ظفر انتساب شاہ ولایت
مآب تھے اور مراسم جہاد بجا لائے اور فتوح ابن عاثم کوفی اور کتاب اصابہ
میں مذکور ہے کہ جب عثمان کے مارے جانے اور امیر المومنینؑ کی خلافت
کی خبر منتشر ہوئی اور اہل کوفہ نے یہ خبر سنی اس زمانہ میں ابوموسیٰ اشعری
حاکم کوفہ تھا کوفہ کے لوگ اسکے پاس آئے اور کہا کہ امیر المومنین علیؑ سے بیعت
کیوں نہیں کرتے؟ ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ ابھی میں توقف کرونگا دیکھوں
اسکے بعد کیا ہوتا ہے ہاشم بن عتبہ نے کہا کہ ہوگا کیا؟ عثمان مارا گیا اور خلافت
دوسرے شخص سے بیعت کی اب کیا ہے تو نے کہا کہ اگر علی سے بیعت کروگے تو
عثمان واپس آئینگے اور تمہیں دوست کرینگے؟ ہاشم نے یہ کہکر اپنا داہنا
ہاتھ بائیں پر رکھا اور کہا کہ بایاں ہاتھ میرا میری طرف سے ہے اور داہنا جناب
علی بن ابیطالب علیہ السلام کی طرف سے میں نے ان سے بیعت کی اور انکی
خلافت پر راضی ہوا

جب ہاشم نے انکے ہاتھ سے بیعت کی تو ابوموسیٰ کو کچھ عذر کی گنجائش نہ رہی بات

صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو بلال نے چاہا کہ ملک شام کی طرف چلے جائیں ابو بکر نے انکو مجبور کیا کہ ہمارے پاس رہو بلال نے کہا کہ اگر تمنے اپنے لئے مجھے آزاد کیا ہے تو مجھے قید رکھو اور اگر خدا کیلئے آزاد کیا ہے تو چھوڑ دو کہ راہ خدا پر جہاں چاہوں چلا جاؤں آخر کار ابو بکر نے چھوڑ دیا۔ اور بلال نے شہر دمشق میں مرض طاعون میں وفات پائی اور باب صغیر میں مدفون ہوئے۔

الحارث بن قیس

کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ منجملہ اُن ستر آدمیوں کے تھے جو عقبہ ثالثہ میں خدمت میں جناب رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے اور جنگ بدر اور مابعد کی لڑائیوں میں بھی حاضر رہے اور جنگ یمامہ میں بھی گئے تھے اور خلافت عمر کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

الحارث بن ہشام

کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ اصحاب جناب رسالت مآب میں سے تھے اور بعض کہتے ہیں شام میں واقعہ یرموک میں شہید ہوئے۔

عمر بن ام مکتوم القرشی العامری

ذھبی نے کتاب کاشف میں کہا ہے کہ وہ جناب خدیجہ کبریٰ کے ماموں زاد بھائی تھے اور سابقین اسلام میں سے ہیں چند مرتبہ جناب رسالت مآبؐ نے مدینہ میں انکو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔

ہونا چاہئے تھا نہ کہ رسول اللہ کا قائم مقام۔ پس کعبہ کی قسم یہ بات کمر توڑ دینے والی ہے۔

بلال بن رباح

انکی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور وہ جناب رسالت مآبؐ کے غلام اور مؤذن تھے۔ کتاب کامل بہائی میں مذکور ہے کہ بلال نے ابو بکر کیلئے اذان نہیں کہی اور نہ انکی بیعت کی۔

شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب اختیار الرجال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اور حضرتؑ نے ابو البختری سے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن حسن سے سنا کہ بلال نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی۔

عمر نے انکے کپڑے جو گوسفند کے تھے پکڑ کر کہا کہ :- "ابو بکر کی یہی جزا تھی جو اسنے تمہیں آزاد کیا کہ تم اس سے بیعت نہیں کرتے ہو؟"

بلال نے کہا کہ "ابو بکر نے اگر خدا کیلئے مجھے آزاد کیا ہے تو مجھے خدا ہی کیلئے چھوڑ دے۔ اور اگر جنگ کیلئے مجھے آزاد کیا ہے تو میں انکی خدمتیں کرنے کو مستعد ہوں لیکن ایسے شخص سے بیعت نہیں کرونگا جسکو رسولؐ خدا نے اپنا خلیفہ نہ بنایا ہو۔"

پس عمر نے ان سے سختی کی اور وہ عاجز آکر ملک شام میں چلے گئے منجملہ انکے اشعار کے وہ چند بیتیں بھی ہیں جنکا ذکر ماحصل حسب ذیل ہے :-

"قسم خدا کی میں نے ابو بکر کی طرف رجوع نہیں کی ہے خیر کا پیرو ہوں اور بدعت کا پیروی کرنے والا نہیں ہوں جیسی کہ اس نے بدعت کی۔

رنجیدہ واپس آئے۔ جب نظر جناب سرور کائنات کی ان پر پڑی تو حضرتؐ نے فرمایا فی الحق مبغضۃ یعنی حق بات بری لگتی ہے۔

جب جناب رسالتؐ نے وفات پائی تو مالک مدینہ میں آئے اور دریافت کیا کہ قائم مقام جناب رسالت مآبؐ کا کون ہے۔ ایک جمعہ کے دن دیکھا کہ ابوبکر منبر پر بیٹھے ہوئے خطبہ پڑھ رہے ہیں مالک کو تاب نہ رہی ابوبکر سے کہا کہ کیا تو وہی ہمارا تیمی بھائی نہیں ہے؟ اُسنے کہا کیوں نہیں ہوں۔ مالک نے پوچھا کہ پھر آخر اُس وصی رسول کو کیا بات پیش آئی جسکی ولایت کا مجھے رسولِ خدا نے حکم دیا تھا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ اے اعرابی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کے بعد دوسری بات پیدا ہو جائے۔

مالک نے کہا قسم خدا کی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی بلکہ تمنے خدا و رسولِ خدا کے کام میں خیانت کی۔ پھر ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ وصی پیغمبرِ خدا کی موجودگی میں کس نے تجھکو منبر پر چڑھا دیا۔

ابوبکر نے اہل محفل سے کہا کہ اس کھڑے ہوکر پیشاب کرنے والے اعرابی کو یہاں سے نکالدو۔ عمر کے بھائی قنفذ اور خالد بن ولید نے چاہا کہ مالک کو مسجد سے نکالدیں لیکن مالک خود ہی چلے گئے اور مالک نے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر رسولؐ اللہ پر درود بھیجا اور بعد درود کے یہ اشعار پڑھے:۔ شعر

أَطَعْنَا رَسُولَ اللهِ كَانَ بَيْنَنَا فَيَا قَوْمُ مَا شَأْنِي وَشَانُ أَبِي بَكْرٍ

إِذَا مَاتَ بَكْرٌ قَامَ بَكْرٌ مُقَامَهُ فَتِلْكَ وَبَيْتِ اللهِ قَاصِمَةُ الظَّهْرِ

یعنی جب تک رسولؐ اللہ ہمارے درمیان تھے ہمنے آپکی اطاعت کی پس اے قوم ہمسے اور ابوبکر سے کیا مطلب؟ اگر کوئی بکر مرتا تو بکر کو اسکا قائم مقام

اور یہاں اُس ظلم کا جو اُن پر اور اُنکی قوم پر ہوا مجملاً مجلس دوم میں ذکر ہو چکا ہے اور تفصیل اُسکی بروایت براء بن عازب یہ ہے کہ "ایک روز جناب رسول خدا معہ اصحاب کے بیٹھے ہوئے تھے کہ روسا بنی تمیم کہ جن میں سے ایک مالک بن نویرہ بھی تھے حاضر ہوئے اور بعد ادائے خدمت کے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے ایمان کی تعلیم دیجئے کہ ایمان کیا ہے"؟ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ایمان یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ سوائے خدا کے کوئی خدا نہیں ہے اور میں رسول خدا ہوں اور نماز پنجگانہ پڑھ اور ماہ مبارک کے روزے رکھ اور زکوٰۃ ادا کر اور حج بیت اللہ بجا لا۔ اور میرے اس وصی (علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کرکے) اسکو دوست رکھ۔ اور خون نہ بہا۔ چوری نہ کر۔ خیانت نہ کر۔ مال یتیم نہ کھا۔ شراب نہ پی۔ میری شریعت پر ایمان لا۔ میرے حلال کو حلال اور میرے حرام کو حرام جان۔ جو حق تیرے نفس پر ہو خواہ ضعیف ہو یا قوی۔ بڑے یا چھوٹے کا وہ تو ادا کر اور حضرت رسالت مآبؐ نے اسلام کے طریقے اُنکے سامنے شمار کئے اور اُنہوں نے یاد کئے۔ تب مالک خوش خوش اُٹھے اور فرط خوشی سے زمین پر دامن کشاں جا رہے تھے اور کہتے تھے کہ قسم رب کعبہ کی میں نے ایمان سیکھ لیا۔

جب حضرت صلعم کی نظر سے دور ہو گئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جو کسی جنتی مرد کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اس مرد کو دیکھ لے"

ابو بکر و عمر حضرت صلعم سے اجازت لیکر اُنکے عقب میں گئے اور یہ اُن کو بشارت پہنچائی اور خواہش کی کہ چونکہ جناب رسالت مآبؐ نے آپکو اہل جنت میں شمار کیا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ مالک نے کہا "لا غفر اللہ لکما" خداوند عالم تمھیں نہ بخشے۔ یہ دونوں

غزوان کے درمیان برادری قرار دی تھی اور وہ جنگ و بدر واُحد میں حاضر تھے آنکے حالات کتاب استیعاب میں مذکور ہیں اور کتب اصحاب میں صنعف مقبولین میں مذکور ہیں۔

ابوساسان وابوعمرۃ الانصاری

کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ کسی نے ابونصیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ سنا ہے بعد جناب رسالت مآبؐ کے سب صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے مخالفت کی اور مرتد ہو گئے سوائے تین آدمیوں کے۔ یعنی ابوذر۔ مقداد۔ اور سلمان حضرت نے فرمایا کہ پس ابوساسان اور ابوعمرۃ انصاری کہاں ہیں یا ہے مولف کہتا ہے کہ یہ قول تمام صحابہ بعد پیغمبر صلعم کے سوائے تین آدمیوں کے مرتد ہو گئے بہت شائع اور مشہور ہے اور تمام مخلصوں کی زبان پر مذکور ہے لیکن امام علیہ السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام محمول ہے مبالغہ پر یعنی مخالف بہت سے تھے اور موافق کم تھے نیز ان تینوں بزرگواروں کے اختصاص پر دال ہے۔ اور کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ ابوعمرہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ہمراہ تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

مالک بن نویرۃ الحنفی الیربوعی

مہربان ترین بادشاہان اور شجاعان روزگار اور فصحائے شیریں گفتار اور صحابہ سید مختار اور مخلصین مصاحب ذوالفقار میں سے تھے انکا کچھہ حال اور محبت اہلبیت میں پختہ اسے ابوبکر خالد بن ولید کے ہاتھ سے شہادت پانا

تھے فتحیاب واپس ہوئے اور ہر ایسے خوفناک دنوں میں کہ جب کتا اپنے
صاحب کو چھوڑدے اور جسم گندم گوں نیزے چلتے تھے اور برق کی طرح
تلواریں چمکتی تھیں اور سر دھڑ ادھڑ کے ساتھ گر رہے تھے ہمنے نبیؐ کی
نصرت کی اور گروشِ ایام اور مصائب عظیمہ سے نہیں ڈرے اور جب مہاجرین
ہجرت کر کے آئے تب ہمنے انہیں نہایت خندہ پیشانی سے اپنا مہمان
کیا اور کہا کہ تم فقر و فاقہ سے بیخوف ہو گئے ہم اپنے اموال و اپنے گھر
تمھیں بانٹ دینگے اور تمھاری ہر مصیبت میں کفالت کرینگے لیکن ہمنے غلطی
کی اور تمنے ہر کام درست کیا گویا ہم کچھ نہیں سمجھتے ہیں تمنے کہا کہ سعد کو خلیفہ
بنانا حرام ہے تو کیا تمنے جو عتیق بن عثمان یعنی ابو بکر کو خلیفہ بنایا یہ حلال ہے؟
اور کیا ابو بکر خلافت کے لیئے اہل ہیں درحالیکہ علی علیہ السلام موجود ہوں اور
یہ خلافت علیؑ کے لیئے کوئی باعث عظمت نہیں تھی اور وہ یقیناً اسکے اہل
تھے خواہ تم سمجھو یا نہ سمجھو" اور کتاب ابن داؤد اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ
بنی زریق سے تھے اور بنی زریق انصار کی ایک جماعت کا نام ہے اور
نعمان مذکور حضرت علیؑ کی طرف سے عامل بحرین اور عمان تھے۔

سعد بن معاذ الانصاری

اکابر صحابہ سے ہیں اور کتاب رجال شیخ طوسی اور کتاب ابن داؤد میں
صنف مقبولین میں مذکور ہیں۔

تمیم مولیٰ خداش بن الصمہ

یہ بھی صحابہ رسول صلعم سے ہیں۔ اور حضرت نے انکے اور حباب مولیٰ عتبہ بن

روایت کی ہے اور وہ اپنے باپ اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے تھے
اور پینتیس ۳۵ برس کی عمر میں روز واقعہ حرہ مارے گئے ۔
کہا جاتا ہے کہ بتحقیق کہ عثمان پر بڑی شدت کرنے والے محمد ہیں یعنی
محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن عمر بن حزم مذکور ۔
یہ کلام صاحب استیعاب کا تھا اور مراد واقعہ حرہ سے وہ واقعہ ہولناک ہے
جو زمانہ یزید پلید میں واقع ہوا اور یہ ۶۳ھ میں جب اہل مدینہ طیبہ نے انکو
خلافت سے معزول کر دیا تھا واقع ہوا اور اکثر اہل مدینہ لشکر یزید کے ہاتھ
سے قتل ہوئے اور صحابہ کا ایک بڑا گروہ شہید ہوا اور مدینہ لوٹ لیا گیا اور ہزار
لڑکیوں کی بکارت ضائع کی گئی چونکہ واقعہ حرہ یزید پلید کے زمانہ میں ہوا
پس محمد بن عمر مذکور کا وہاں قتل ہونا حضرت امیرؑ کی لڑائیوں میں شرکت سے
منافات نہیں رکھتا ہے جس کا ذکر علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کیا ہے کہ وہ
لڑائیوں میں حضرت امیرؑ کے ساتھ تھے ۔

نعمان بن عجلان الانصاری

کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ لسان انصار اور انکے شاعر تھے
اور اپنی قوم کے بزرگ تھے اور وہ اشعار جنمیں انہوں نے قریش کی خطا ظاہر
کی ہے اور ابوبکر کے نصب کرنے اور حضرت علیؑ کے چھوڑ دینے پر
اعتراض کیا ہے انکا خلاصہ مطلب حسب ذیل ہے :-
کہدو قریش سے کہ ہم اصحاب مکہ ہیں اور ہم سوار ہیں جنگ بدر کے اور ردینی
اور ہم اصحاب ہیں احد اور نضیر اور خیبر کے اور ہم قریظہ کے ساتھ ذکر کے
واپس ہوئے اور ہم زمین شام سے جہاں جعفر اور زید اور عبداللہ قتل کئے گئے

عبداللہ بن خباب بن الارث

صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ وہ زمانہ پیغمبر صلعم میں پیدا ہوئے پس حضرت نے انکا نام عبداللہ رکھا اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ اصحاب حضرت امیرؑ میں سے بھی تھے اور خوارج نے قبل جنگ نہروان انہیں شہید کر دیا۔

عبدالغفار بن قیس بن فہد الانصاری

کتاب خلاصہ میں انکا شمار مقبولین میں سے ہے اور صاحب استیعاب نے قیس بن فہد کے باب میں کہا ہے کہ وہ ابو مریم عبدالغفار بن القاسم الانصاری کوفی کے دادا تھے۔

محمد بن عمر بن حزم الانصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ وہ صحابہ اور اصحاب حضرت علیؑ سے تھے اور لڑائیوں میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ سنہ ۱۰ھ میں جب انکے باپ جناب رسالت مآب صلعم کی طرف سے عامل بحرین تھے پیدا ہوئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت کی وفات کے دو سال قبل پیدا ہوئے باپ نے انکا نام محمد رکھا۔ اور کنیت ان کی ابو سلیمان مقرر کی اور جناب رسالت مآبؐ کو اس مضمون کی اطلاع بھیجی حضرت نے تحریر فرمایا کہ نام انکا محمد رکھو اور کنیت ابو عبدالملک قرار دو اسیوجہ سے عمر بن حزم کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہوتا کہ جنکا نام محمد ہو اور کنیت ابو عبدالملک نہ ہو اور محمد بن عمر بن حزم مذکور فقیہ تھے اور ایک گروہ اہل مدینہ نے ان سے

غزوات میں رسالت مآبؐ کی ہمراہی کی اور زمین فلسطین میں وفات پائی
اور بیت المقدس میں مدفون ہوئے اور ابتک اُنکی قبر وہاں مشہور ہے
اور بعض نے کہا ہے کہ رملہ میں وفات پائی لیکن اکثر قول اول پر ہیں۔

جباب بن الارث

صحابہ کرام جناب سید الانام اور اصحاب حضرت امیرؑ میں سے تھے۔
حسن بن محمد بن حسن النجعض الاسترابادی نے تفسیر آیات احکام میں کہا
ہے کہ صاحب حلیۃ الاولیاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اُنکی قبر
پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ "خداوند عالم جناب پر رحم کرے" کہ رغبت کے
ساتھ اسلام لائے اور اطاعت کے ساتھ ہجرت کی اور جہاد کی حالت میں
زندگی بسر کی اور مختلف حالات سے اُنکے جسم میں اُنکا امتحان لیا گیا اور
خداوند عالم بہترین عمل کرنے والوں کا اجر ہرگز ضائع نہ کریگا۔
شیخ ابو جعفر طوسی نے فرمایا ہے کہ انہوں نے کوفہ میں وفات پائی اور حضرت
امیر المومنین نے اُنکے لاشہ پر نماز پڑھی اور اُنکی قبر بھی کوفہ میں ہے۔ اور
صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ جباب کے نسب میں اختلاف ہے
بعض اُنکو خزاعی اور بعض تمیمی کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ نسب میں تمیمی
اور حسب میں خزاعی تھے اور بنی زہرہ کے حلیف یعنی ہم عہد تھے۔ فضلائے
مہاجرین اولین میں سے تھے۔ بدر اور مابعد کی لڑائیوں میں جناب پیغمبر خدا
کے ہمراہ رہے پھر ساکن کوفہ ہوئے اور وہیں ۳۷ھ میں بعد شرکت جنگ
صفین و نہروان کے انتقال کیا۔ اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے
اُن پر نماز پڑھی۔ اسوقت اُنکی عمر ترسٹھ ۶۳ برس کی تھی۔

محلہ بنی کندہ میں گھر بنا لیا اور جنگ صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ تھے اور حضرت کے خواصِ اصحاب میں سے تھے۔ اور کتاب اصابہ اور روضۃ الشہدا میں مذکور ہے کہ جب ولی بن یزید سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام کا ایک طبق میں رکھ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا اور وہ بیحیا ایک چھڑی سے حضرتؑ کی ہونٹوں کے ساتھ بے ادبی کرتا تھا تو زید بن ارقم کہ صحابہ کبار میں سے تھے اور اس مجلس میں حاضر تھے باآواز بلند چلائے کہ اے پسر مرجانہ یہ چھڑی ہٹالے خدائے کعبہ کی قسم میں نے اتنی مرتبہ جناب رسالت مآبؐ کو ان لب و دندان پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے کہ جسکا شمار نہیں کرسکتا ہوں۔ یہ کہکر باآواز بلند رونے اور حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ ابن زیاد غصہ میں آیا اور کہا کہ اگر تم بوڑھے خرف نہ ہوگئے ہوتے تو میں تمھاری گردن اڑادیتا۔
زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے محفل سے اٹھ گئے کہ اے گروہ عرب حق سبحانہ تعالی تم سے خوش نہ ہوئے اسلئے کہ تمنے فرزند فاطمہؑ کو شہید کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بنایا یہ کہتے ہوئے دارالامارہ سے نکل گئے اور ۶۸ھ میں وفات پائی۔

عبادہ بن الصامت الانصاری

کتاب خلاصہ اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ ابو ذر کے بھتیجے اور امیر المومنینؑ کے شیعہ اور گروہ سابقین میں سے تھے کہ جنھوں نے حضرت کی طرف رجوع کی اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ عبادہ نقباء میں سے تھے اور تینوں عقبات میں حاضر ہوئے اور جنگ بدر اور تمام

اور کتاب زہرۃ العیون و جلاء القلوب میں جو کہ ایک شافعی عالم کی تصنیف ہے
لکھا ہے کہ جب روز سقیفہ گروہ انصار سے اپنی سبقت اسلام اور جہاد کا ذکر
کیا تو عبد الرحمن بن عوف نے جواب دیا کہ اے گروہ انصار! اگر تم ویسے ہی
ہو جیسے کہتے ہو جب بھی تم میں ابوبکر و عمر اور علی اور ابوعبیدہ جراح کا مثل نہیں
ہے زید بن ارقم نے کہا کہ ہم تمہاری ذکر کردہ فضیلت کا انکار نہیں کرتے ہم میں
سید انصار سعد بن عبادہ ہیں اور وہ شخص جس کے متعلق رسول خدا صلعم نے
حکم دیا کہ قرآن انہیں سنایا جاوے اور وہ ابی بن کعب ہیں اور وہ شخص کہ جس کی
گواہی کو دو گواہ ہونے کے برابر رسالت آب صلعم نے قرار دیا وہ خزیمہ بن ثابت ہیں
اور وہ شخص جو روز قیامت پیشوا اے علماء ہوگا معاذ بن جبل ہیں اور بتحقیق
کہ جس شخص کا نام تم نے قریش میں سے لیا ہے اگر وہ اس امر کو طلب کرے تو
کوئی اس سے جھگڑا نہ کرے اور زید بن ارقم نے اپنے قول سے حضرت
علی بن ابیطالب علیہ السلام کو مراد لیا تھا۔ انتھی کلامہ
یہ عبارت جو ایک عالم شافعی کی ہی صاف صاف دلالت کر رہی ہے کہ انصار
حضرت امیر علیہ السلام کو مستحق خلافت جانتے تھے اور جب انکو دھوکا دیا گیا کہ حضرت
خلافت لینا نہیں چاہتے تب انہیں دوسرے کے معین کرنیکی فکر ہوئی۔
اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ زید بن ارقم اکثر غزوات میں جناب رسول خدا صلعم
کے ہمراہ تھے اور انہیں نے آنحضرت کو خبر پہونچائی کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول
کہتا ہے لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل یعنی
اگر ہم مدینہ پلٹ کر جائینگے تو یقیناً معزز آدمی ذلیل آدمی کو نکالدینگے۔ لیکن عبد اللہ
مذکور نے انکار کیا۔ اور قسم کھائی کہ میں نے یہ جملہ نہیں کہا مگر خداوند عالم نے اپنے
پیغمبر صلعم کو خبر دی کہ زید سچے ہیں۔ آخر زمانہ میں زید مذکور کوفہ میں ساکن ہوگئے اور

صاحب اصابہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم نے ثابت بن قیس کو
بشارت جنت دی اور خاتم المجتہدین شیخ زین الدین علی عاملی شامی قدس اللہ روحہ
نے حاشیہ خلاصہ میں اس امر کی تصریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ ثابت بن قیس نے
سنہ ۱۱ھ میں وفات پائی۔

ثابت بن ضحاک الخزرجی الانصاری

منجملہ مقبولین ہیں اور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم سے
زیر شجر بیعت کی۔ اور کتاب اکمال الدین اور کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ جب
روز خندق آنحضرت صلعم موضع حمراء الاسد میں جاتے تھے تو ثابت مذکور
کو اپنا ردیف بنایا تھا یعنی اپنی سواری پر سوار کر لیا تھا اور ثابت راستہ بتاتے تھے
سنہ ۴۵ھ میں انہوں نے وفات پائی۔

حُریث بن زید الانصاری

جنگ بدر و اُحد میں حاضر تھے اور کتاب خلاصہ میں وہ صنف مقبولین میں مذکور ہیں

زید بن ثابت

کتاب رجال شیخ طوسی میں مذکور ہے کہ یہ بھی منجملہ مقبولین صحابی کے تھے

زید بن ارقم الخزرجی الانصاری

کتاب خلاصہ میں شیخ اعظم فضل بن شاذان القمی سے منقول ہے کہ وہ منجملہ
سابقین اولین کے تھے جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کی۔

چالیس آدمی مشرف باسلام ہوئے جنمیں سے آخر عمر بن خطاب تھے اور جب چالیس آدمی پورے ہوگئے تو وہ مدینہ سے باہر آئے۔ ۵۵ھ میں اسی برس سے زیادہ عمر پاکر وفات پائی۔

ثابت بن زید

خلاصہ اور استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ اُن چھ آدمیوں میں سے ہیں جو عہد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں قرآن جمع کرنے میں مشغول تھے۔

ثابت بن قیس بن شماس الخزرجی الانصاری

کتاب خلاصہ اور استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ خطیب انصار تھے اور اُنکو خطیب رسول اللہ صلعم کہتے تھے جسطرح سے کہ حسان کو شاعر رسول اللہ صلعم کہتے تھے یہ جنگ اُحد اور مابعد کی لڑائیوں میں حاضر تھے اور ایام خلافت ابوبکر میں بمقام یمامہ شہید ہوئے۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی "اے مومنو تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو"

ثابت اپنے گھر گئے اور دروازہ بلند کر لیا جب آنحضرت نے انھیں نہیں دیکھا تو کسی کو بھیجا کہ اُنکی خبر لائے ثابت نے اُس شخص سے کہا کہ میری آواز بہت بڑی ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسوجہ سے میرے عمل ضائع نہ ہو جائیں پس آنحضرت نے اُنکو تسلی دی اور فرمایا کہ جن لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تم ان میں سے نہیں ہو تمہاری زندگی بھی بخیر ہے اور موت بھی بخیر ہوگی۔

جنگ بدر و عقبہ میں حاضر تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ تمام غزوات میں حاضر تھے اور زمانہ خلافت عثمان میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔

ابی بن ثابت الانصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے انہیں بھی مقبولین میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حسان بن ثابت کے بھائی تھے اور جنگ بدر و احد میں حاضر تھے۔

ابی بن عمارۃ الانصاری

خلاصہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے جناب رسالت مآب صلعم کے ہمراہ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔

ابی بن قیس

کتاب خلاصہ و کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ صحابی تھے اور اصحاب حضرت علی علیہ السلام میں سے تھے اور جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

ارقم بن ابی ارقم المخزومی

علامہ حلی الرحمہ نے انہیں بھی مقبولین میں شمار کیا ہے اور صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ وہ ساتویں یا دسویں آدمیوں کے بعد اسلام لائے اور مہاجرین اولین میں سے ہیں اور جناب رسالت مآب صلعم ابتدا میں مدت تک انکے گھر میں پوشیدہ رہے اور لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے یہانتک کہ وہاں سے باہر آئے۔
اور صاحب اصابہ نے کہا ہے کہ ارقم کا مکان مقام صفا پر تھا اور وہاں

نقش قدم دیکھتے ہوئے اس غار تک پہونچ گئے اور وہاں انہیں گرفتار کر کے
سر مبارک جسم سے جدا کیا اور نیزہ پر چڑھایا۔

اسید بن الحضیر بن سماک الانصاری الاشہلی

کتاب خلاصہ اور کتاب داؤدیہ میں بھی انکا شمار مقبولین میں ہے اور کتاب
استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ سعد بن معاذ سے پہلے مصعب بن عمیر کے ہاتھ
پر مسلمان ہوئے اور یہ منجملہ اس گروہ کے تھے جو عقبہ ثانیہ میں حاضر تھا اور ان کے
نقباء میں سے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے
تھے لیکن اکثر کے نزدیک جنگ بدر و احد اور اسکے مابعد کی لڑائیوں میں شریک
رہے اور جنگ احد میں سات زخم انکے جسم پر لگے تھے باوجود اسکے ثابت قدم
رہے اور دوسرے ضعیف الاعتقاد لوگوں کی طرح بھاگے نہیں۔ آنحضرت
صلعم نے انکو زید بن حارثہ کا بھائی قرار دیا تھا اور یہ بہت خوش آواز تھے
اور قرآن خوب پڑھتے تھے یہانتک کہ مروی ہے کہ ملائکہ ان کی قرآن خوانی
کان دھر کے سنتے تھے ماہ شعبان ۲۰ھ میں اور بروایتے ۲۱ھ میں وفات
پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

اوس بن ثابت بن المنذر الانصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے انہیں مقبولین میں شمار کیا ہے اور منقول ہے
کہ جنگ بدر و عقبہ میں ستر آدمیوں کے ساتھ حاضر تھے اور جناب رسالتماب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عثمان بن عفان کا بھائی بنایا تھا۔
استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ حسان بن ثابت شاعر مشہور کے بھائی تھے اور

بن حکم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔
شعبی نے روایت کی ہے کہ اسلام میں جو پہلا سر نیزہ پر چڑھایا گیا وہ عمر بن عمرو کا سر تھا۔
اور کتاب ابو عمر کشی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلعم نے کسی قوم کے مقابلہ پر فوج بھیجی تھی اور فرمایا تھا کہ شب کے فلاں حصہ میں تم لوگ راستہ بھول جاؤ گے پس بائیں طرف متوجہ ہونا وہاں ایک شخص کو دیکھو گے جو راستہ جانتا ہے لیکن تمہیں راستہ نہ بتایا جائے جب وہ ایسا کرے تو تم میرا اسلام اسے پہونچانا اور کہنا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں ظاہر ہوئے۔ جب وہ فوج روانہ ہوئی توبموجب حضرت صلعم کے فرمانیکے وہ راہ بھول گئے اور بائیں طرف چلے یہانتک کہ مکان عمر بن حمق پر گذر ہوا اُن سے رستہ دریافت کیا انہوں نے کہا کہ تمھیں راستہ نہ بتاؤنگا تم لوگ اُترو اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ یہ لوگ اُترے اور کھانا کھایا جب فارغ ہوئے تب عمر بن حمق نے کھڑے ہوکر ان لوگوں کو رستہ بتایا یہ لوگ حضرت صلعم کا سلام پہونچانا اور خبر ظہور حضرت صلعم اُن سے کہنا بھول گئے یہانتک کہ انہوں نے خود پوچھا کہ مدینہ میں کوئی پیغمبر ظاہر ہوا ہے تب ان لوگوں نے کہا کہ ہاں اور تمکو سلام بھی کہا ہے عمر یہ سنکر خوش ہوئے اور حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت نے فرمایا تم اپنی قوم کیطرف واپس جاؤ اور جب امیرالمومنین علی علیہ السلام کوفہ جائیں تب انکے پاس جانا اور عمر بعد وفات حضرت رسالتمآب صلعم کے پاس اپنی حالت باقی رہی یہانتک کہ حضرت علیؑ کو خلافت ظاہری حاصل ہوئی اور حضرت نے اپنا دارالخلافہ کوفہ قرار دیا۔ عمر کوفہ میں حاضر خدمت ہوئے اور وہیں رہنے لگے اور تمام لڑائیوں میں حضرت کے ساتھ تھے حضرت کی وفات کے بعد معاویہ نے ایک گروہ کو انکی تلاش کے لئے بھیجا وہ ایک غار میں جاکر چھپے لیکن وہ لوگ انکے

عمرو بن الحمق الخزاعی

کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ حدیبیہ کے بعد حضرت رسالت مآب صلعم کی خدمت میں پہونچکر مسلمان ہوئے اور مدت تک آنحضرت کی صحبت میں رہے اور حدیثیں حفظ کرتے تھے پھر کوفہ آئے اور وہیں وطن بنا لیا اور وہ اُن چار آدمیوں سے تھے جو عثمان بن عفان کے گھر میں داخل ہوئے اور شیعیان علی ابن ابیطالب علیہ السلام میں سے تھے اور جمل و نہروان و صفین کی جنگوں میں حضرت امیر علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ اور حضرت کی وفات کے بعد حجر ابن عدی کی اعانت کرتے رہے اور بنی امیہ کو حضرت امیر علیہ السلام پر سب و شتم کرنے سے منع کرتے تھے۔ جب زیاد نے حجر کے گرفتار کرنے کا حکم دیا تو عمرو مذکور موصل چلے گئے ایک غار میں چھپے اُس غار میں ایک سانپ نے انکو کاٹ لیا جس سے اُنکا انتقال ہوگیا۔

جو لوگ زیاد کی طرف سے اُنکے گرفتار کرنے کیلئے گئے تھے جب اُس غار میں پہونچے تو اُنکو مردہ پایا اُنکا سر جدا کر کے زیاد کے پاس لیگئے۔ زیاد نے وہ سر معاویہ کے پاس بھیجدیا۔ اور یہ مسلمانوں کا پہلا سر تھا جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجا گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عثمان ثقفی نے جو عبدالرحمٰن بن ام الحکم کا چچا تھا سنہ ۵۰ھ میں انکو قتل کیا۔

اور کتاب اکمال میں مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں عمرو بن حمق صحبت جناب رسالتمآب میں پہونچے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہے پھر حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے اور ہر جنگ میں بکمال اخلاص جہاد کرتے رہے سنہ ۵۰ھ میں مقابلے میں عبدالرحمن

آدمیوں کے ساتھ حاضر تھے اور عقبہ ثانیہ میں بارہ آدمیوں میں داخل تھے اور عقبہ ثالثہ میں ستر آدمیوں داخل تھے اور پہلا وہ شخص جس نے بارہ نقیبوں میں سے جناب رسالتمآب سے بیعت کی۔ ابو امامہ تھے اور وہ بارہ آدمی سعد بن عبادہ۔ اسعد بن زرارہ۔ سعد بن ربیع۔ سعد بن خثیمہ۔ منذر بن عمر عبداللہ بن رواحہ۔ براء بن معرور۔ ابو الہیثم بن التیہان۔ اسید بن حضیر عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ عبادہ بن الصامت۔ رافع بن مالک تھے۔ اور ابو امامہ نے سال اول ہجرت میں وفات پائی۔

اور انصار سے منقول ہے کہ وہ پہلے مسلمانوں میں سے تھے کہ جو بقیع میں مدفون ہوئے اور مہاجرین کہتے ہیں کہ پہلے مدفون بقیع عثمان بن مظعون تھے۔

ابوالیسر کعب بن عمرو عبادی الانصاری السلمی

کتاب خلاصہ اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ افاضل صحابہ اور اصحاب امیرالمومنین سے تھے۔

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ وہ عقبہ اور بدر میں حاضر تھے اور روز جنگ بدر عباس کو اسیر کر کے حضرت رسالتمآب کی خدمت میں لائے چونکہ یہ مرد پست قد اور عباس طویل القامت تھے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ "عباس کے قید کرنے میں ایک فرشتہ بزرگ نے تمہاری مدد کی"۔

اسی جنگ میں انہوں نے جرات کر کے مشرکین سے انکا علم چھین لیا پھر جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ اعدائے دین سے جہاد کیا اور ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

لیا جاوے تو نے رسول اللہ صلعم کی سنت کے خلاف انکے شہر بدر کردہ شخص کو بلا لیا اور اسکی خاطر مدارات کی اور اپنے عزیزداروں کو بندگان خدا کا والی بنایا درحالیکہ یہ گزشتہ لوگوں کے طریقہ کے خلاف تھا اور خمس مال غنیمت تو نے مروان کو دیا اور اپنی عزیزداری کا لحاظ کیا اور اشعری نے تیرے پاس جو خراج بھیجا وہ تو نے زناکار کو دیا"

جب یہ اشعار عثمان نے سُنے تو اُس نے حکم دیا کہ انکو خیبر میں قید کیا جاوے۔ انہوں نے قیدخانہ میں ایک اور قطعہ لکھکر حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا جسکا ماحصل یہ تھا۔

"اے ابوالحسن آپ پر میری جان فدا ہو میں مقام خیبر میں مبتلائے بلا شدید ہوں اور مصیبت کی یہ حالت ہے کہ گویا قبر میں دفن کر دیا گیا ہوں"

صاحب اصابہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے عبدالرحمٰن کے بارہ میں عثمان سے بہت گفتگو کی آخر انکو قید سے چھڑا دیا اور جنگ جمل و صفین میں وہ ملازم رکاب حضرت امیر علیہ السلام رہے یہانتک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے

اسعد بن زُرارہ ابو امامۃ الخزرجی الانصاری

کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ شب عقبہ کے نقبائے ثلاثہ میں سے تھے معاویہ نے ایک گروہ کو انکی حراست کے لئے معین کیا تھا تاکہ وہ بھاگ کر حضرت امیر علیہ السلام کے پاس نہ جا سکیں۔ انکے دو بھائی نیک سیرت تھے ایک کا نام سعد اور دوسرے کا نام عقبان تھا۔

صاحب استیعاب کہتے ہیں کہ اسد کی کنیت انکے نام پر غالب تھی اور وہ اسی سے مشہور تھے اور وہ نقبائے عقبہ میں سے تھے اور عقبہ اولی میں ۶ چھ یا سات

کیا ہے اس امر میں اہل امر سے اور ایسے بزرگ لوگوں سے کہ یہ جنکے مثل نہیں ہے - اور حق مٹانے کیلئے باطل کے ساتھ ہو کر جدال کرتا ہے اور تم لوگوں پر حملہ کرتا ہے اعرابیوں اور مختلف گروہوں کے ساتھ جنکے لیئے اس نے گمراہی کو زینت دی ہے اور اُنکے دلوں میں فتنہ بو دیا ہے اور امر کو اُن پر مشتبہ کر دیا ہے اور تم خدا کی قسم حق پر ہو اور دلیل واضح تمہارے ساتھ ہے اور اپنے رب کی رحمت پر فائز ہونے والے ہو - پس قتال کرو تم ان جفا کار طغیان کرنے والوں سے خداوند عالم تمہارے ہاتھوں سے ان پر عذاب کرے گا - اور انہیں نقصان پہونچائے گا اور تمہاری امداد کرے گا اور مومنین کے دلوں کو شفا دے گا قتال کرو اس باغی گروہ سے جس نے صاحبان امر سے اس امر کی بابت جھگڑا کیا حضرت رسول صلعم نے بھی اس گروہ سے قتال کیا ہے خدا کی قسم یہ لوگ اپنی قدیم حالت سے نہ بہتر ہیں اور نہ نیکوکار ہیں اور نہ متقی تر ہیں دشمن خدا اور اپنے دشمن سے لڑنے کے لیئے چلو خدا تم پر رحم کرے -

عبدالرحمٰن بن حنبل الجمحی

صاحب اصابہ نے لکھا ہے کہ انکے باپ اہل یمن سے تھے وہاں سے مکہ آئے اور عبدالرحمن اور انکے بڑے بھائی کلدہ میں متولد ہوئے اور عبدالرحمن اچھے اشعار کہتے تھے چنانچہ اشعار ہجو عثمان بن عفان میں انہیں کے کہے ہوئے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے :-

"میں بندوں کے پرورش کرنیوالے خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اسنے کسی شے کو بیکار نہیں پیدا کیا لیکن ہمارے لیئے ایک فتنہ پیدا کیا گیا ہے تاکہ ہمارا یا تیرا امتحان

کہ : - اب نصرت اور توکل کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہگئی اور خداوند عالم جو چاہتا ہے اسی کے موافق اپنی قضا رجاری فرماتا ہے اور وہی کرتا ہے - او ر برابر تلواریں مارتے اور مقابل کو گراتے جاتے تھے یہانتک کہ معاویہ کے پاس پہونچ گئے اور اسکو اسکی جگہ سے ہٹادیا اصحاب جو اسکی حوالی میں تھے انکو متفرق کردیا آخر کار اسکے ساتھیوں نے متفق ہوکر پتھر برسانا شروع کیا اور تلواریں اور تیر بھی مارتے تھے یہانتک کہ عبداللہ شہید ہو گئے -

معاویہ معہ عبداللہ بن عامر کے انکی لاش پر آیا عبداللہ بن عامر نے اپنا عمامہ انکو پہنا دیا -

معاویہ نے اس ارادہ سے کہ انکے گوش وبینی کو انکے جسم سے جدا کرے حکم دیا کہ انکا چہرہ کھولدو عبداللہ بن عامر نے قسم کھائی کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے کسی کو اُن سے تعرض نکرنے دونگا -

معاویہ نے کہا اچھا عبداللہ بن عامر کی خاطر سے اسکو بخش دیا اب چہرہ اس کا کھولدو جب چہرہ کھولاگیا اور معاویہ کی نظر انکی شکل وصورت پر پڑی تو کہنے لگا قسم خدا کی یہ اپنی قوم کا سردار تھا خدایا مجھکو اشتر اور اشعث بن قیس پر بھی ظفر دے کہ لشکر علی علیہ السلام میں وہی دو اس مقتول کے مثل ہیں پھر معاویہ نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ علی علیہ السلام کو اسقدر دوست رکھتے ہیں کہ اگر اُنکی عورتیں ہمسے جنگ کرسکتیں توکمی نہ کرتیں مردونکا کیا ذکر ہے زید بن وہب الجہنی سے روایت کیگئی ہے کہ عبداللہ بن بدیل جنگ صفین میں ایک روز اپنے اصحاب کے درمیان میں کھڑے ہوے تھے اور خطبہ پڑھتے تھے پہلے حمدوثنائے الٰہی بجالائے اور پیغمبر صلعم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ آگاہ ہو تحقیق کہ معاویہ نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے جو اسکے لئے نہیں ہے - اور جھگڑا

بن تغلب میں کتاب میزان ذہبی سے نقل کیا جائیگا لہذا تصریح کی ہے کہ سات آدمی مشائخ حدیث بخاری میں سے شیعہ ہیں علاوہ بریں روایت کی غلطی کا حکم لگا دینا کہ اس سبب سے کہ اس شہر کے اکثر لوگ شیعہ ہیں نہ موافق عقل ہے نہ مطابق نقل۔ جب تک کہ خود راویاں حدیث کا مذہب نہ معلوم ہو جاوے۔ واللہ اعلم۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی

کتاب خلاصہ ابن داؤد میں مذکور ہے کہ انکو اور انکے دو نو بھائیوں محمد و عبدالرحمن کو جناب رسالت مآب صلعم نے انکے باپ بدیل کے پاس یمن بھیجا اور بعد حضرت کی وفات کے حضرت امیر علیہ السلام کے پاس رہے یہانتک کہ جنگ صفین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ عبداللہ معہ اپنے باپ کے قبل فتح مکہ مسلمان ہوئے اور یہ قبیلہ خزاعہ کے روساء میں سے تھے اور خزاعہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے رازدار تھے۔

عبداللہ مذکور غزوہ حنین و طائف و تبوک میں حاضر تھے اور انکی قدر و منزلت بہت زیادہ تھی جنگ صفین میں اپنے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ شہید ہوئے اور اسدن حضرت امیر علیہ السلام کے پیادہ لشکر کے سردار تھے اور حضرت امیر علیہ السلام کے اکابر اصحاب میں سے تھے۔

شعبی نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن بدیل جنگ صفین میں دو زرہ پہنے تھے اور دو تلواریں رکھتے تھے اور اہل شام کو قتل کرتے جاتے تھے اور وہ رجز پڑھتے جاتے تھے جسکا خلاصہ یہ ہے :

اسکے لیئے زمانہ قدیم میں عمر عاص انکے لیئے ایک یادگار چھوڑ گیا ہے اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ یہ ہندی معاند شیخ اہل ہنادتھا اور بسبب شیخین پر حکم قتل دیتا تھا نیز کتاب استیعاب میں عرفہ سے منقول ہے کہ مجھے حضرت امیر علیہ السلام کے متعلق شک ہوا جب وہ جنگ صفین کے لیئے جارہے تھے اسلیئے کہ حضرتؑ ساحل فرات پر پہونچے تو راستہ سے تھوڑا ہٹ کر ایک جگہ پر کھڑے ہوئے ہم لوگ بھی انکے گرد کھڑے ہوگئے پس حضرت علیہ السلام نے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ انکے راحلوں کی جگہ ہے یہ انکے اونٹوں کا مقام ہے یہ انکے خونکے بہائے جانے کی جگہ ہے۔ کیا ہوا ہے مجھے وہ لوگ کہ جنکا کوئی ناصر زمین و آسمان میں سوائے خدا کے نہیں ہے۔

عرفہ کہتے ہیں کہ مجھے اسدن سے ایک شک سا عارض رہا یہانتک کہ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ میں حضرتؑ کے مشہد پر گیا دیکھا میں نے کہ یہ وہی مقام ہے جسکا پتہ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اتنے دن قبل بتایا تھا اور حالتیں بھی وہی پیش آئی تھیں جو حضرت نے فرمائی تھیں تب میں نے استغفار کیا اور مجھکو معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت فرماتے تھے وہ الہام آلہی اور تعلیم حضرت رسالت پناہی سے فرماتے تھے۔

نیز صاحب استیعاب نے کہا ہے عرفہ اصحاب صُفّہ اور انصار میں سے تھے اور جناب پیغمبر خدا صلعم نے دعائے سابق انکے حق میں فرمائی تھی۔

صاحب اصابہ نے دعائے مذکور کی اسناد میں قدح کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے راوی اہل کوفہ ہیں اور اکثر اہل کوفہ شیعہ ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ یہ قدح صاحب اصابہ کی قریب صواب نہیں ہے اسلئے کہ مطلق تشیع نقادان حدیث کے نزدیک موجب قدح روایت نہیں ہے چنانچہ احوال ابان

عرفۃ الازدی الانصاری

کتاب خلاصہ اور کتاب ابن داؤد کے باب عین خطہ میں مذکور ہے کہ وہ منجملہ اصحاب امیر المومنین علیہ السلام تھے اور جناب پیغمبر خدا صلعم نے انکے حق میں دعا کی تھی کہ خدایا انکے داہنے ہاتھ کی بیعت میں برکت دے۔

صاحب استیعاب نے اتخاذ الاحزاب یمین منقوطہ میں کہا ہے اور لکھا ہے کہ وہ جب مصر میں ساکن تھے ایک نصرانی نے جناب رسالت مآب صلعم کو دشنام دی تھی انہوں نے اُس نصرانی کو اسقدر مارا کہ اسکی ناک ٹوٹ گئی یہ مقدمہ عمر عاص والی مصر کے سامنے پیش ہوا۔ عمر نے ان پر عتاب کیا اور کہا کہ ہمنے نصاری سے عہد کیا ہے تمنے برا کیا جو اسکو تکلیف پہونچائی۔

عرفہ نے جواب دیا کہ معاذ اللہ کیا اُن سے ایسا عہد کیا جا سکتا ہے کہ وہ جناب رسالت مآب صلعم کو دشنام دیں اُن سے صرف اسقدر عہد ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی کتاب پر عمل کرتے رہیں اور اُنہیں تکلیف مالایطاق نہ دیجاوے اور اگر کوئی دشمن انکو ستاتا چاہے تو ہم اُسے دفع کریں اور اپنے دین کے احکام پر عمل کرتے رہیں یا کسی مسلمان کے حکم پر راضی ہوں تو موافق انکے درمیان میں بموجب حکم خدا و پیغمبر صلعم حکم کیا جاوے۔

مولف کہتا ہے کہ اس مقام پر معلوم ہوتا ہے کہ عمر عاص اور اسکے انصار باطن میں پیغمبر صلعم کے خلاف تھے اور محض اپنے دنیوی انتظام کے لئے اظہار اسلام کرتے تھے ورنہ جو شخص مسلمان اور صحابی پیغمبر ہو پیغمبر کی دشنام گوارا نہیں کر سکتا نہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بعض ہندیوں نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ دشنام جناب رسالت مآب موجب قتل دشنام دہندہ نہیں ہے

حارث بن ہشام المغیرۃ القرشی المخزومی

خلاصہ میں یہ بھی مقبولین میں مذکور ہیں۔ اور صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ روز فتح مکہ مسلمان ہوئے اور فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ زمانہ عمر بن خطاب میں بغرض جہاد شام گئے اہل مکہ بسبب انکے حسن سلوک کے شہر کے باہر تک انہیں پہونچانے گئے اور انکی مفارقت پر روتے تھے وہ اُن لوگوں کو تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دیکر مفارقت نہیں اختیار کی ہے بلکہ تمہیں چھوڑکر خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

نواحی شام میں بہ جہاد میں مشغول رہے یہانتک کہ ۱۸ھ میں وفات پائی اور بعضوں نے کہا ہے کہ واقعہ یرموق میں قتل ہوئے اور وہ واقعہ ماہ رجب ۱۵ھ میں ہوا ہے۔

کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ حارث مذکور ابو جہل کے بھائی اور خالد بن ولید کے چچازاد بھائی اور سردار بنی مخزوم تھے اور صحابہ میں سے سوا نے سابقین اسلام کے کوئی اسکا ہم پلہ تھا۔

حارث بن عمرۃ الانصاری

صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ وہی تھے جو روز جنگ جمل باواز بلند انصار کو قتال اہل ضلال پر رغبت دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے گروہ انصار اسوقت آخر میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کی اسطرح مدد کرو جس طرح سے ابتدار میں تمنے رسول خدا صلعم کی مدد کی تھی خدا کی قسم یہ آخر اول سے مشابہ ہے لیکن یہ کہ اول ان دونوں میں افضل تھی۔

انکو تسلی دی اور فرمایا کہ خوش رہو اسلئے کہ وہ جنت الفردوس میں ہیں۔

حارثہ بن نعمان بن نقی الانصاری

کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ تمام مشاہد غزوات سرور کائنات صلعم میں حاضر تھے اور فضلائے صحابہ میں سے تھے خود انہیں سے منقول ہے کہ ایک روز میں خدمت جناب رسالت صلعم میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جبرئیل آپ سے بات کر رہے ہیں پس میں نے سلام کیا اور گزر گیا۔ جب میں پھر حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت نے فرمایا کہ آیا اس شخص کو جو میرے ساتھ تھا تم نے دیکھا۔ میں نے عرض کی کہ جی ہاں! حضرت نے فرمایا کہ وہ جبرئیلؑ تھے تم نے سلام کیا انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا علاوہ بریں انکے اور فضائل بھی کتاب استیعاب میں مذکور ہیں جنکا ذکر موجب تطویل ہے۔

اور کتاب خلاصہ اور کتاب حسن بن داؤد میں مذکور ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ جبرئیلؑ کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا۔

ایک مرتبہ جب جناب پیغمبر خدا صلعم بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے تھے اور دوسری مرتبہ جب حنین سے واپس ہو رہے تھے حارثہ مذکور حضرت امیرؑ کی ہر جنگ میں نہایت وفاداری اور جاں نثاری کے ساتھ ہمراہ رہے اور معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

حارثہ بن نعمان بن اُمیہ الانصاری

کتاب خلاصہ میں صنف مقبولین میں مذکور ہیں صاحب استیعاب نے کہا کہ وہ خوات بن جبیر کے چچا تھے اور جنگ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔

اور روز خیبر جناب رسالتمآب صلعم کے ہمراہ گوشت گوسفند زہرآلود کھایا اور اسکے اثر سے وہیں انتقال کیا۔

عقبہ بن عمر بن ثعالبہ الانصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصہ میں انکو بھی مقبولین میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اصحاب جناب رسالتمآب میں سے تھے اور کوفہ میں جناب امیر علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ صاحب اصابہ نے کہا ہے کہ وہ اپنی کنیت ابو مسعود کے ساتھ مشہور ہیں اور اسپر سب نے اتفاق کیا ہے کہ وہ بیعت عقبہ میں حاضر تھے لیکن جنگ بدر میں حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں حاضر نہ تھے لیکن بعد کو مقام بدر میں ساکن ہو گئے اس لئے ابو مسعود بدری کہلاتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ منجملہ اصحاب امیر المومنین علیہ السلام تھے اور ایک مرتبہ حضرت نے انکو کوفہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا بعض نے وفات سنہ ھ میں اور بعض نے اس سے پہلے لکھی ہے اسیطرح سے مقام وفات میں بھی اختلاف ہے کہ مدینہ میں مرے یا کوفہ میں

حارثہ بن سراقہ الانصاری

کتاب خلاصہ اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ جنگ بدر میں آئے اور وہیں شہید ہو گئے۔

صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ حارثہ کی ماں انس بن مالک کی پھوپی تھیں۔ وہ حالت جوانی میں روز بدر شہید ہوئے تو انکی ماں جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حارثہ سے اپنے تعلق خاطر کا حال بیان کیا۔ حضرت صلعم نے

کیا۔ اور دنیا و آخرت میں اُن سے بری ہوں۔
اس کتاب کے نزدیک مقام پر مذکور ہے کہ براء بن عازب اور بریدہ بن حصین حضرت امیر علیہ السلام کی خانہ نشینی کے زمانہ میں بیعت ابوبکر کی خبر آپکو پہونچاتے تھے صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل وصفین ونہروان میں حاضر تھے اور پھر کوفہ میں رہنے لگے اور مصعب بن زبیر کے زمانہ میں وہیں وفات پائی۔

البراء بن معرور بن صخر الانصاری السلمی الخزرجی

منجملہ مقبولان تھے صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ وہ عقبہ اولی کے نقباء اور بزرگ انصار میں ہیں اور بنی سلمہ جو انکے اعزا ہیں کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے شب عقبہ جناب رسالتمآب صلعم کی بیعت کی وہی تھے اور بعضوں نے کہا کہ کعبہ کی طرف مُتوجہ کر کے سب سے پہلے انہیں نے نماز پڑھی تھی۔ اور انہیں نے سب سے پہلے ثلث مال کی وصیت کی۔ انکی وفات زمان حیات پیغمبر خدا میں اور (بلکہ آپکے مدینہ تشریف لانے سے پیشتر) مدینہ میں ہوئی اور جب حضرت مدینہ تشریف لائے تو معہ اپنے اصحاب کے انکی قبر پر جا کر نماز پڑھی۔

بشر بن براء بن معرور الانصاری

علامۂ حلی نے کتاب خلاصہ میں انکو گروہ مقبولان سے شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

اور یہ واقد بن عبداللہ تمیمی کے ساتھ جو بنی عدی کا حلیف تھا۔ جنگ بدر و احد و خندق وحدیبیہ میں حاضر تھے۔

تھے اور جنگ اُحد اور مابعد کے غزوات میں جناب پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ تھے
اور فضلائے زمانہ اور دلیران فرزانہ میں سے تھے ابن سیرین سے منقول
ہے کہ عمر بن الخطاب نے اپنے حکام کو لکھا تھا کہ براء بن مالک کو لشکروں کے
خوفناک مقامات پر نہ بھیجو اسلئے کہ یہ اپنی مردانگی کے سبب سے دوسروں کو بھی
جرأت دلاکر قتل کرا دے گا۔

اور یہ بھی روایت کی ہے کہ مسیلمہ کذاب کو انہیں نے مار گرایا تھا واقعہ
یوں تھا کہ جب لشکر اسلام نے مسیلمہ اور اسکے اصحاب کو عاجز کر دیا یہانتک
کہ اُسنے اپنے باغ کی چار دیواری میں پناہ لی۔ براء نے کہا کہ اے مسلمانو مجھے
اپنے کندھے پر اُٹھا لو تاکہ میں اُس باغ میں اُتر جاؤں اور اُس سے جا پکڑوں
پس لوگوں نے انہیں اُٹھا کر دیوار پر بٹھا دیا یہ دشمنوں کے درمیان میں کود پڑے
اور قتال کرتے ہوئے باغ کا دروازہ کھول دیا لشکر اسلام باغ میں داخل
ہوگیا اور مسیلمہ قتل ہوا اور اس جنگ میں اسّی زخموں سے زیادہ براء کے جسم
پر لگے تھے۔

زمانہ خلافت عمر میں وقت فتح خوستر شہید ہوئے اور قبر انکی وہیں ہے اور مشہور
زیارت گاہ جمہور ہے۔

براء بن عازب الانصاری الحارثی الخزرجی

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے انکو مقبولین میں شمار کیا ہے کتاب کامل بہائی میں اسحٰق
بن جعفر اور انہوں نے اعمش سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اخیار
تابعین میں سے دس آدمیوں نے میرے سامنے گواہی دی کہ براء بن عازب کہتے
تھے کہ میں مرتا ہوں اور تبرا کرتا ہوں ان لوگوں پر جنھوں نے علی علیہ السلام پر تقدم

انکی رضامندی کے خنایت کرتا ہے؟

میں نے عرض کی کہ یا امیر المومنین آپکی صاحبزادی نے بطور عاریت مضمونہ مجھسے مانگ بھیجی تھی اور میں نے اپنے اوپر بھی ضمانت رکھ کے انکو دی ہے کہ میں اسکو اسکی جگہ پھر واپس لاؤں۔

حضرت نے فرمایا کہ آج ہی اُسسے واپس لینا چاہیئے اور اُسے اسکی جگہ پر رکھ دینا چاہیئے۔ اور اگر پھر تجھسے ایسا امر ظاہر ہوا تو میں تجھے سزا دونگا اور اگر میری لڑکی نے بطور عاریت مضمونہ مردودہ نہ لیا ہوتا تو یقیناً وہ پہلی زن ہاشمیہ ہوتی جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا جاتا۔

علی بن ابی رافع کہتے ہیں حضرت نے جو یہ عتاب مجھپر فرمایا اسکی خبر اُن صاحبزادی کو بھی پہونچ گئی انہوں نے عرض کی کہ میں آپکی بیٹی ہوں اور آپ کا ایک جزو جسم ہوں مجھسے زیادہ کون اُسکے پہننے کا حقدار ہو سکتا ہے۔

حضرت نے جواب دیا کہ اے لڑکی اپنی خواہش نفس کے سبب سے دائرہ حق سے باہر ہو جا کیا تمام مہاجرین کی عورتیں روز عید ایسی ہی موتیوں کی لڑی پہنتے تھیں؟ کہ تجھے بھی اسکے ساتھ مزین ہونا ضروری تھا۔

علی بن ابی رافع کہتے ہیں کہ بعد اس گفت و شنید کے میں نے وہ موتیوں کی لڑی واپس لے لی اور اُسکے مقام پر رکھدی۔

بَرّاء بن مالک بن النضر الانصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ اور حسن بن داؤد علیہ الرحمہ نے انکو مولفین و ممدوحین صحابہ میں ذکر کیا ہے اور وہ انس بن مالک کے بھائی تھے۔ کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ براء بن مالک بن النضر الانصاری انس بن مالک کے عینی بھائی

حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ہمراہ کوفہ کی طرف۔
اور ہمیشہ ابو رافع حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ وہ حضرت شہید ہوئے۔ پھر ابو رافع حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ مدینہ واپس آئے چونکہ مکان اور زراعت نہ رکھتے تھے۔
حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا مکان اپنے اور ابو رافع کے درمیان میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا اور زراعت بھی انکو عطا فرمائی۔ ورام نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ علی بن ابی رافع کہتے ہیں کہ میں عامل بیت المال تھا اور حضرت امیر علیہ السلام کا کاتب بھی تھا بیت المال میں ایک لڑی موتیوں کی تھی جو بصرہ سے حاصل ہوئی تھی حضرت امیر علیہ السلام کی صاحبزادی نے ایک شخص کو میرے پاس بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ بیت المال میں ایک موتیوں کی لڑی ہے اور وہ تمہارے قبضہ میں ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ بطور عاریت مجھے دو کہ روز عید قربان میں اسے پہنوں۔
میں نے جواب دیا کہ بطور عاریت مضمونہ کے میں دونگا یعنی اگر تلف ہو جائے تو اسکا تاوان آپ عطا فرمائیں۔
اُن معظمہ نے پیام بھیجا کہ ہاں اس طریقہ سے مجھے منظور ہے اور تین روز بعد تمہیں واپس کر دونگی میں نے وہ لڑی بھیجدی۔
اتفاقاً حضرت امیر علیہ السلام نے جو انہیں پہنے ہوئے دیکھ لیا اور پہچانا دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے تمہیں ہاتھ آئی۔
انہوں نے عرض کی علی بن رافع خازن بیت المال سے میں نے بطور عاریت لی ہے کہ روز عید اسے پہنوں اور پھر اسکو واپس دیدوں۔ حضرت نے مجھے طلب فرمایا۔ جب میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ تو مسلمانوں کے بیت المال میں بغیر

توخداوندعالم مجھکو اُن سے جنگ کرنے میں قوت دے۔ حضرتؑ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر یہ اس قوت تک پہونچے تو اسکو قوت دے اور اس کی اعانت کر۔

اسکے بعد حضرتؑ گھر سے باہر اُن لوگوں کے پاس تشریف لائے جو باہر جمع ہوئے تھے اور فرمایا کہ اے لوگو جو شخص میرے نفس اور میرے اہل کے امین کو دیکھنا چاہتا ہو۔ تو یہ **ابورافع** میرا امین ہے میرے نفس پر اور اسیطرح سے روایت کی ہے۔

طاغون بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کہ ابورافع نے کہا کہ جب لوگوں نے حضرت امیر علیہ السلام سے بیعت کی۔ اور امیر معاویہ نے اظہار مخالفت کی اور طلحہ و زبیر بصرہ کی طرف گئے۔ ابورافع نے اپنے دل میں کہا کہ یہی وہ راز ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ عنقریب علیؑ سے ایسی قوم قتال کرے گی جس سے راہ خدا میں جہاد کرنا حق ہوگا۔ لہذا ابورافع نے اپنا گھر اور اپنی کھیتی جو خیبر میں تھی فروخت کر ڈالی۔ اور بقصد شہادت حاصل کرنے کے مع اپنے فرزندوں کے حضرت امیر علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ سے باہر آئے اور اسوقت انکی عمر پچاسی برس کی تھی اثنائے راہ میں کہتے جاتے تھے کہ الحمد للہ میں نے ایسی صبح کی کہ کوئی میری منزلت پر نہیں ہے جس نے دو بیعتیں کیں یعنی بیعت عقبہ اور بیعت رضوان اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور تین ہجرتیں کیں۔

اوہی کہتا ہے کہ میں نے جب اُن سے پوچھا کہ وہ تینوں ہجرتیں کون سی ہیں تو جواب دیا کہ ایک ہجرت جعفر بن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ حبشہ کی طرف اور دوسری جناب رسالت مآب صلعم کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف اور تیسری

کی ہے کہ وہ اپنے باپ رافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز خدمت جناب رسالت مآب صلعم میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ جناب بحالت خواب سو رہے ہیں یا آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے اور گھر کے کنارہ پر ایک سانپ ہے میں نے نہ چاہا کہ اس سانپ کو ماروں کہ ایسا نہ ہو کہ حضرت بیدار ہو جائیں لہذا میں حضرت صلعم اور اس سانپ کے درمیان لیٹ گیا کہ اگر سانپ سے کوئی نقصان پہونچے تو مجھے پہونچے لیکن حضرت صلعم محفوظ رہیں۔ اسی اثناء میں حضرت بیدار ہوئے اور آیۂ "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ" پڑھ رہے تھے جسکا ظاہری ترجمہ یہ ہے:۔ کہ

"اسکے سوا نہیں ہے کہ تمہارا ولی امر خدا ہے اور اسکا رسول اور وہ لوگ ہیں کہ جو ایمان لائے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"

اسکے بعد ارشاد فرمایا:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْمَلَ لِعَلِیٍّ مُنْیَتَہٗ وَھَنِیْئًا لِعَلِیٍّ بِتَفَضُّلِ اللّٰہِ اِیَّاہُ یعنی شکر اس خدا کا جسنے علی کیلئے انکی آرزو کو پورا کردیا اور گوارا ہو علی کیواسطے خدا کا تفضل۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے ایک کنارہ پر لیٹا ہوا دیکھکر فرمایا کہ اے ابو رافع کنارہ پر کیوں لیٹے ہو میں نے سانپ کی حکایت عرض کی۔ فرمایا اٹھو اور اسے مار ڈالو میں نے اٹھکر سانپ کو مار ڈالا۔ تب حضرت نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور فرمایا کہ تم اس قوم کے بارہ میں کیا کہتے ہو جو علی سے ایسی حالت میں مقابلہ کرے جب علی حق پر ہوں اور وہ لوگ باطل پر ہوں۔

میں نے عرض کی کہ ایسی قوم سے جہاد کرنا حق ہے اور جسکو جہاد پر قدرت نہ ہو اسے چاہئیے کہ دل سے اس قوم سے منکر ہو پس میں نے حضرت سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم میرے حق میں دعا فرمائیے کہ جب میں اس گروہ تک پہونچوں

ضعیف ہے جسکا بیان ہیں اپنی بڑی کتاب کے آخر میں کیا ہے اور زدولی یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی اُسامہ ہوں اُسمیں توقف کیا جاوے

ابراھیم بن رافع یا ابو رافعؓ

کتاب خلاصۃ الاقوال ہیں مذکور ہے کہ وہ جناب رسالت مآب صلعم کے غلام آزاد کردہ تھے اور مشاہد و غزوات میں حضرت کے ہمراہ رہے اور بعد وفات آنحضرت جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ساتھ رہے اور بہترین ثقات شیعہ میں سے تھے اور کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ آپ سلکوہ ابو رافع کا قبطی نام ہے جو جناب پیغمبر خدا صلعم کے غلام تھے لیکن انکی کنیت نام سے زیادہ مشہور تھی بخاری نے بھی جزمی طور پر لکھا ہے کہ انکا نام اسلم تھا اور شیخ جلیل احمد بن نجاشی نے اس بارہ میں تردد کیا ہے کہ انکا نام اسلم یا ابراہیم اسلیے کہ پہلے فرمایا ہے کہ ابو رافع غلام جناب رسالتمآب صلعم کا نام اسلم تھا اور وہ دراصل عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے جب انہوں نے مسلمان ہونیکی بشارت حضرتؐ کو پہونچائی تو اس خوشی میں آزاد کیا اور پھر احمد بن محمد بن سعید حافظ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابن عقدہ سے روایت کی ہے کہ ابن عقدہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابو رافع کا نام ابراہیم تھا اور وہ مکہ میں مسلمان ہوئے اور مدینہ کی طرف ہجرت اور غزوات میں جناب رسالت مآب صلعم کے ساتھ تھے اور پھر ملازم خدمت حضرت امیرؑ رہے اور بہترین شیعوں میں سے تھے اور تمام جنگوں میں حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے اور آپکی طرف سے بیت المال کے خزانہ دار تھے اور انکے دو بیٹے عبیداللہ اور علی حضرت امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ارکان میں سے تھے اور عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت

منقول ہے کہ جب ابوبکر متکفل امر خلافت ہوئے تو اُسامہ نے بکمال عتاب اُن سے خطاب کیا کہ رسول اللہ نے مجھکو تمہیر امیر قرار دیا تھا یہ تمہیں کس نے مجھپر خلیفہ بنایا جو رسول اللہ نے جسکو خلیفہ کیا وہ علی ابن ابیطالب ہیں آخر کار ابوبکر و عمر اسامہ کے پاس گئے اور خوشامد کر کے اُنکو راضی کیا اور اپنی عمر بھر اُنکو امیر کہا کرتے تھے
بعض تاریخوں میں مذکور ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اُسامہ کو اُسی لشکر کے ساتھ جو پیغمبر خدا نے انکے لئے مقرر کیا تھا شام کی طرف جانے کا حکم دیا۔
اُسامہ نے کہا پیغمبر خدا صلعم نے جن جن لوگوں کو میرے لشکر میں شامل کیا تھا اور روگردانی کرنے پر لعنت کی تھی وہ سب کے سب میرے ساتھ چلیں تو البتہ میں جاؤنگا جنمیں سے ایک تو اور دوسرے عمر ہیں اور بہت سے وہ لوگ ہیں جو میرے یار و مددگار ہیں۔ ابوبکر کو اس سبب سے رنجش پیدا ہوئی اور اُنہوں نے اُسامہ کو معزول کر کے خالد کو اُنکی جگہ پر منصوب کیا اور بجانب شام روانہ کیا۔ شعر

کسے کہ عزل کند آن کہ از نبی شد نصب — چگونہ میرسدش دعوی وفاق نبی

صباحِ روز قیامت چہ حال خواہد داشت — کسے کہ کردہ تخترع سے نفاق نبی

علامہ حلی علیہ الرحمہ اور حسن بن داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے اُسامہ کے بارہ میں فرمایا کہ اُسامہ نے آخر میں حق کی طرف رجوع کی تھی لہذا انکے حق میں سوائے اچھائی کے کچھ نہ کہو اور اسیطرح سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے زمانہ خلافت میں اپنے والی کو لکھا کہ سعد وقاص اور عبداللہ عمر کو مال فے میں سے کہ جس سے مراد مال خراج و غنیمت ہے کچھ نہ دو اور اسامہ بن زید کو دو اسلئے کہ میں نے اسامہ کو انکی اس قسم کے متعلق جو اُن پر تھی معذور رکھا ہے۔
لیکن علامہ علیہ الرحمہ نے آخیر میں فرمایا ہے کہ ان دونوں روایتوں کے طریق میں

جناب رسالت مآب صلعم کی کنیز تھیں اور آنحضرت صلعم کی وفات کے روز اُسامہ کی عمر بیس برس کی تھی اور بعضوں نے انیس اور بعض نے اٹھارہ بھی کہا ہے اور بعد آنحضرت صلعم کے وادی القریٰ میں رہنے لگے اور آخر میں پھر مدینہ واپس ہو گئے اور اواخر خلافت معاویہ میں وفات پائی۔ اور روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے اُسامہ بن زید کو پانچ ہزار اشرفیاں بیت المال سے مقرر کیں اور اپنے بیٹے عبد اللہ کیلئے صرف دو ہزار۔

عبد اللہ نے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت دی؟ درحالیکہ میں نے جناب رسالت مآب صلعم کے وہ غزوات دیکھے ہیں جو اُسامہ نے نہیں دیکھے۔

عمر نے جواب دیا کہ میں نے اُسکو تجھپر اسلئے فضیلت دی کہ رسول اللہ صلعم اس کو تیرے باپ سے زیادہ چاہتے تھے۔

مولف کہتا ہے کہ عمر نے سبب تفضیل بیان کرنے میں کذب سے کام لیا ہے بلکہ اصلی وجہ اسکے فضیلت دینے کی یہ ہے کہ اسامہ کو جناب رسالت مآب صلعم نے امیر لشکر کرکے بھیجا تھا اور ابوبکر و عمر وغیرہ کو انکا تابع قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو لشکر اُسامہ سے روگردانی کرے اُسپر خدا کی لعنت ہے۔

یہ لوگ پلٹ آئے اور خدا کی لعنت کو اپنے حق میں مضر نہیں سمجھا لیکن اُسامہ چونکہ آخر جناب رسول خدا صلعم تک انکے امیر تھے بعد وفات انکو اپنا امیر نہیں مانتے تھے آخر کار ان لوگوں نے روپئے اور پیسے کی طمع دلاکر اور انکو امیر بنانے کا وعدہ کرکے اپنی مخالفت اور بنی ہاشم کی متابعت سے باز رکھا اور یہ اسامہ کا ایک بہت بڑا احسان انکی گردن پر تھا جسکا عوض بمصالح دنیوی وقت گزرنے کے بعد بھی یہ لوگ کرتے رہے پس اصلی وجہ اُسامہ کے فضیلت دینے کی یہ تھی نہ وہ کہ جو عمر نے اپنے بیٹے سے بیان کی۔

اور بُری طرح سے مارے گئے تھے اور اشتر نے تمہارے سبز پر نیزہ مارا تھا جس سے تم بھاگے تھے۔

جب معاویہ نے یہ سُنا تو عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ آخر میں نے نہیں کہا تھا کہ تم اُن سے مقابلہ نہ کرو؟

اور کتاب غرر الفوائد و درر القلائد میں کہ جو مولفاتِ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ میں سے ہے مذکور ہے کہ جب عدی بن حاتم بعد شہادت حضرت علی علیہ السلام معاویہ کے پاس آئے تو اُسنے بطور شماتت اُن سے پوچھا کہ تمہارے تینوں بیٹے طریف وطرافت و طرفہ کیا ہوئے۔

عدی نے جواب دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

معاویہ نے کہا کہ ابن ابیطالب نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ کہ اپنے بیٹوں کو صحیح و سالم رکھا اور تمہارے بیٹوں کو قتل ہونے دیا۔

عدی نے جواب دیا کہ میں نے اُنکے ساتھ انصاف نہیں کیا اسلئے کہ وہ شہید ہوگئے اور میں زندہ ہوں۔ شعر:۔

دور از حریم کوے تو	شرمندہ ماندہ ام
شرمندہ ماندہ ام	کہ چرا زندہ ماندہ ام

علامہ حلی قدس سرہٗ نے کتاب خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے کہ عدی بن حاتم طائی منجملہ اُن اصحاب کے ہیں جنھوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کی اور مستبصر ہوگئے۔

اُسامہ بن زید بن شراحیل الکلبی

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ اُنکی ماں ام ایمن تھیں کہ جنکا نام برکہ تھا اور

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام رہے اور جنگ جمل میں انکی ایک آنکھ ضائع ہوئی زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے ایک خط عدی بن حاتم کو لکھا اور اپنی بیعت کی خواہش کی۔ عدی نے جواب میں یہ دو شعر لکھ دیئے

شعر

يُجَادِلُنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَخْرٍ ۔۔۔ وَلَيْسَ إِلَى الَّذِي يَبْغِي سَبِيلُ

يُذَكِّرُنِي أَبَا حَسَنٍ عَلِيًّا ۔۔۔ وَحَظِّي إِلَى حَسَنٍ جَلِيلُ

یعنی "جدال کرتا ہے مجھسے اور جھگڑتا ہے معاویہ بن صخر درحالیکہ باغی یعنی معاویہ کی طرف جانیکی کوئی راہ نہیں ہے۔ وہ مجھسے ابوالحسن علیؑ کے بارہ میں نصیحت کرتا ہے درحالیکہ میرا حصہ ابوالحسن کے بارہ میں یعنی انکی محبت میں بہت بڑا ہے"

مروی ہے کہ جب عدی بن حاتم کو شہادت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام مجلس معاویہ میں جانا پڑا اور اس مجلس میں عبداللہ بن زبیر جو جنگ جمل میں قتل ہونے سے بچ گیا تھا حاضر تھا۔

عبداللہ نے معاویہ سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ایک گروہ قریش کے شمول میں عدی بن حاتم سے باتیں کروں اسلئے کہ شیعوں کا گمان ہے کہ خوش بیانی اور سخنوری میں کوئی انکا مثل نہیں ہے۔

معاویہ نے کہا کہ عدی حقیقت میں ویسے ہی حاضر جواب و زبان آور ہیں جیسا شیعہ انہیں کہتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں انسے مناظرہ کرکے تم اپنے کو ضائع نہ کرو اور مجھکو تکلیف و زحمت میں نہ ڈالو۔

عبداللہ بن زبیر اور تمام ملاعین قریش نے اصرار کیا پس عبداللہ نے ابتدا کی کہ اے اباطریف کس روز تمہاری آنکھ لوگوں نے ضائع کی۔

عدی نے جواب دیا کہ جس روز تمہارے باپ میدان جنگ سے بھاگ گئے

جو آپکے والد کے شیعہ تھے کیا کیا؟ حضرت سے فرمایا کہ تو خود بیان کر! اُسنے کہا کہ ہیں سے انکو قتل کرکے غسل وکفن دیکر اُن پر نماز پڑہی۔
حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ لوگ روز قیامت تیرے خصم ہونگے لیکن اے معاویہ اگر ہم تیرے شیعوں کو قتل کرینگے تو نہ اُنہیں غسل دینگے نہ کفن نہ نماز پڑہینگے اور نہ قبر میں دفن کرینگے۔
قبر منور حجر اور انکے اصحاب کی مقام عذرا میں ہے جو دمشق سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور بعض ثقات نے مولف سے بیان کیا کہ جب شیخ سعید ابو عبد اللہ الشہید سے حجر بن عدی اور انکے اصحاب کی زیارت کی تو یہ دو شعر اس جگہ پر لکھدیے:۔ **شعر**

جَمَاعَةٌ بِفِنَاءِ عَذْرٍ قَدْ دُفِنُوا — لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ اِجْلَالٌ وَاِكْرَامٌ
حُجْرٌ قَبِيصَةُ ضَيْفِيٌّ شَرِيكُهُمْ — وَصَالِحٌ ثُمَّ هَمَّامٌ وَكَرَّامٌ

یعنی میدان عذرا میں جو جماعت مدفون ہے خدا وند عالم کے نزدیک وہ اجل واکرم ہے اور وہ بڑے بزرگ اور صاحب کرم اور صاحب صلاحیت لوگ ہیں جنمیں حجر اور اُنکے شرکا ہیں۔

عدی بن حاتم الطائی

صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ وہ اکابر مہاجرین میں سے تھے اور انکے اسلام لانے کے روز جناب پیغمبر خدا صلعم نے بہت خوشی فرمائی اور اپنی ردائے مبارک انکے لیئے بچھادی اور زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے پاس کوئی کریم آئے تو اسکا اکرام کرو۔
عدی ممدوح جنگ جمل و صفین و نہروان میں ملازم رکاب ولایت انتساب

کا حکم دیا اور حکم دیا کہ انکے اصحاب کو بھی لے آؤ جب سب جمع ہو گئے تو انکو
تنو معتمد آدمیوں کے ساتھ دمشق بھیجا اور بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب
حجر مع اپنے اصحاب کے شہر دمشق سے چار فرسخ فاصلہ تک پہونچے تو معاویہ نے
ایک سردار لشکر کو انکی طرف روانہ کیا اور کہا کہ پہلے اس گروہ سے توبہ کراؤ کہ محبت
علی بن ابیطالب سے رجوع کریں اگر اسکو قبول کریں تو خیر ورنہ سب کو سزا دو
جب وہ شخص انکے نزدیک پہونچا تو ایک شیعہ نے کہا کہ آدھے آدمی سزا پائینگے
اور آدھے رہائی - لوگوں نے کہا کہ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا انہوں نے جواب دیا کہ
اس سبب سے کہ یہ شخص جو ہمارے پاس آرہا ہے کانا ہے اسے دیکھکر میرے
دل میں یہ بات آگئی۔

جب وہ پاس آیا اور ان لوگوں کو محبت امیر المؤمنین علی علیہ السلام ترک
کرنے کا حکم دیا تو واقعی آدھے لوگوں نے دوستی علی سے کنارہ کشی کی اور
نصف دیگر نے انکار کیا - اس ملعون نے اہل محبت کو قتل کردیا اور دوسروں
کو چھوڑ دیا۔

اور تاریخ ابو حنیفہ دینوری میں مذکور ہے کہ زیاد بن امیہ نے ابو بردہ ابن ابو موسی
شریح بن ہانی - حارث - و ابو عبیدہ قیسی کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ تا حجر
کے افعال پر گواہی دیں جب ان چاروں نے گواہی دی تب معاویہ نے
انکے قتل کا حکم دیا۔

صاحب کتاب احتجاج نے صالح بن کیسان سے روایت کی ہے کہ جس
سال معاویہ نے **حجر بن عدی** کو معہ انکے اصحاب کے قتل کیا اسی
سال وہ حج کو گیا اور اثنائے حج میں جناب حضرت امام حسین علیہ السلام
سے ملاقات کرکے کہا کہ آیا آپکو خبر پہونچی کہ میں نے حجر اور انکے اصحاب کے ساتھ

وہ خدا کے نزدیک مقبول ہے اور جسکی تم مدح کرو وہ مذمت اور سرزنش کرنے کے قابل ہے۔ پھر ایک جمعہ کو مغیرہ منبر پر گیا کہ خطبہ پڑھے حجر بن عدی نے معہ اپنے اصحاب کے اسپر پتھر برسانا شروع کیئے وہ بسرعت تمام منبر سے اُتر کر دارالامارہ میں بھاگ گیا اور پانچ ہزار درم حجر کے گھر بھجا دیئے لوگوں نے مغیرہ کو ملامت کی اور کہا کہ تمہارا یہ فعل موجب توہین حکومت و امارت ہے اُسنے جواب دیا کہ آج میں نے جو حجر پر احسان کیا ہے یہ اُنکے قتل ہونے کا پیش خیمہ ہے اسلئے کہ وہ دلیر ہو جائینگے اور میرے بعد جو حکام آئینگے اُن سے بھی ایسا ہی برتاؤ کرینگے یہانتک کہ قتل ہونگے جب مغیرہ اپنی راہ پر گیا اور معاویہ نے حکومت زیاد بن ابیہ کو دی وہ بھی امیرالمومنین علیؑ پر سب و شتم کرتا تھا اور حجر منع کرتے تھے یہانتک کہ چھ مہینہ کوفہ میں رہنے کے بعد زیاد بصرہ چلا گیا اور عمرو بن حریث کو اپنا نائب کر گیا عمر ایک جمعہ کو منبر پر گیا اور چاہا کہ خطبہ پڑھے حجر بن عدی نے معہ اپنے اصحاب کے پتھر مارنا شروع کردیا وہ منبر سے اُتر کر دارالامارہ میں گیا اور دروازہ بند کرلیا اور زیاد کے پاس خط لکھا زیاد کوفہ واپس آیا اور حکم دیا کہ تخت مسجد میں بچھایا جاوے اور پھر خود جاکر اُس تخت پر بیٹھا۔

پہلا شخص جو رؤسائے کوفہ میں سے اسکے پاس آیا وہ محمد بن قیس بن اشعث کندی تھا جب محمد نے سلام کیا تو زیاد نے کہا تجھپر سلام نہو۔ جا اپنے چچازاد بھائی حجر بن عدی کو اسی وقت میرے پاس حاضر کر۔

محمد نے جواب دیا کہ اے امیر مجھکو حجر سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ میں اُنکا ہمنشین ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھمیں اور اُنمیں کسقدر عداوت ہے جریر بن عبداللہ نے کہا کہ میں حجر کو لاسکتا ہوں بشرطیکہ انکو معاویہ کے پاس بھیجدو وہ جو چاہے اُنکے [illegible] ے۔ زیاد نے قبول کرلیا جریر حجر کو اپنے ساتھ لے آیا زیاد نے انکے قید

معاویہ اور اصحاب امیرالمومنین علیہ السلام میں سے تھے۔

ایک مرتبہ معاویہ کے کسی حاکم نے حجر کو مجبور کیا کہ معاذ اللہ حضرت امیرالمومنینؑ پر لعنت کریں انہوں نے کہا کہ امیر لشکر نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں علی پر لعنت کروں پس اُسپر لعنت کرو، خدا اُسپر لعنت کرے۔

حجر معہ اپنے بعض اصحاب کے زیاد بن ابیہ لعنۃ اللہ کی چغلخوری اور معاویہ بن ابی سفیان کے حکم سے ۵۱ھ ہجری میں شہید ہوئے۔

کتاب کامل بہائی میں مذکور ہے کہ زیاد بن ابیہ نے چاہا کہ حجر بن عدی کو جو رئیس شیعیان کوفہ تھے قتل کر دے لہٰذا وہاں کے رؤسا کو طوعاً کرہاً آمادہ کیا کہ وہ گواہی دیں کہ حجر معاویہ کے خلاف ہوگئے ہیں اور ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری نے ایک محضر لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے:۔

یہ وہ کاغذ ہے کہ جسپر ابو بردہ نے محض خداوند عالم کیلئے گواہی دی ہے کہ حجر بن عدی نے اطاعت کو چھوڑ دیا اور جماعت سے جدائی کی خلیفہ پر لعنت کی اور فتنہ کی طرف دعوت دی گروہوں کو جمع کیا اور انکی بیعت توڑ دی اور امیرالمومنین معاویہ بن ابی سفیان کے معزول کرنے پر رغبت دلائی پس زیاد نے حکم دیا اور رؤسا کوفہ نے اس محضر پر مہریں کیں اور معاویہ نے اس بہانے سے حجر کو معہ پانچسو شیعوں کے قتل کر دیا

اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ حجر کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ مغیرہ بن شعبہ جس زمانہ میں معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا منبر پر گیا اور امیرالمومنین علی علیہ السلام اور تمام بنی ہاشم کو گالیاں دیں اور عثمان کے لئے مغفرت کی دعا کی حجر بن عدی ان باتوں کی تاب نہ لاسکے اور مغیرہ سے کہا کہ تم ایسے لوگوں کی خداوند عالم نے مذمت کی ہے اور لعنت فرمائی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جنکو تم لوگ رد کرو،

بھیجا تھا - اور شیخ زین الدین علی شامی علیہ الرحمہ نے اپنے حواشی کتاب خلاصتہ الاقوال میں فرمایا ہے کہ حضرت امیر کا قاصد ہونا اگرچہ انکی مدح پر دلالت کرتا ہے لیکن حضرت سے مفارقت اور معاویہ سے ملجانا انکو گروہ ممدوحان و مقبولان سے خارج کرتا ہے اور انکے معاویہ سے ملجانے کے بعد حضرت امیر علیہ السلام کا انکے گھر کو جو کوفہ میں تھا کھدوا ڈالنا مشہور ہے -

مولف کہتا ہے کہ یہ گمراہی اور بے عقلی انکی طویل الاقامتی سے بعید نہیں ہے واللہ اعلم - صاحب اسد الغابہ اور صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ جریر جناب پیغمبر خدا کی بعثت سے چالیس روز قبل مسلمان ہوئے -

اور شیخ بن حجر نے کتاب اصابہ میں اُن دونوں کے قول کو غلط جانا ہے اور کہا ہے کہ اوائل بعثت میں وہ حضرت کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور پھر اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے تھے اور پھر آخر زمانہ میں حاضر خدمت ہوئے اور انکے علاوہ دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ جس سال جناب رسالت مآب صلعم کی وفات ہوئی جریر اُسی سال مسلمان ہوئے اور ۵۱ھ میں وفات پائی -

حجر بن عدی الکندی الکوفی

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں سے تھے اور باوجود کمسن ہونے کے بزرگان صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین ع کی طرف سے لشکر کندہ کے امیر تھے اور جنگ نہروان میں حضرت امیر علیہ السلام کے پورے لشکر کے سپہ سالار تھے -

علامہ حلی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ حجر اصحاب حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں سے اور ابدال میں سے تھے - اور حسن بن داؤد نے ذکر کیا ہے کہ حجر عطائے

جریر بن عبداللہ البجلی

نہایت طویل القامت اور حسین وجمیل آدمی تھے انکا قد چھ ہاتھ لانبا تھا کتاب مقصد اقصیٰ میں مذکور ہے کہ جریر اپنے قبیلہ کے ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ خدمت جناب رسالتمآب میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ خود جریر راوی ہیں کہ جب میں جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں پہونچا تو حضرتؐ نے میری بہت تعظیم کی اور اپنے پاس میرے بیٹھنے کے لئے اپنی رداے مبارک بچھادی لیکن میں نے بہ لحاظ ادب ردا پر پاؤں نہیں رکھا پھر حضرتؐ نے اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جسوقت تمہارے پاس کوئی کریم آئے پس اسکا اکرام کرو۔

اور پھر جریر سے منقول ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہونچے تو بہت عمدہ کپڑے پہنکر مسجد رسول صلعم میں داخل ہوئے حضرتؐ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ بعد غرض ملاقات کے میں نے اصحاب سے پوچھا کہ آیا میرے آنے سے پہلے بھی حضرتؐ کچھ میرا ذکر کرتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں حضرتؐ فرماتے تھے کہ اس دروازہ سے ایک مرد آنیوالا ہے جو بہترین اہل یمن اور میرے خلفائے اصحاب میں سے ہوگا اور آسمانی انوار اور ملکی آثار اسکی پیشانی میں واضح و آشکار ہونگے۔ پس میں شکر خدا بجالایا اور جب تک حضرتؐ کی خدمت میں رہا حضرتؐ نہایت خندہ روئی سے مجھسے ملاقات کرتے تھے۔

علامہ حلی قدس سرہ نے کتاب خلاصۃ الاقوال میں اور حسن بن داؤد نے اپنی کتاب میں جریر کو منجملہ مقبولان کے شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ امیرالمومنین کے قاصد ہو کر معاویہ کے پاس گئے تھے اور صاحب استیعاب نے بھی کہا ہے کہ حضرتؑ نے انکو قاصد بنا کر معاویہ کے پاس

اور انکو مستحق خلافت الٰہیہ جانتے تھے بلکہ ممکن ہے کہ اس شبہہ کے زائل ہونے کے بعد جو عمر نے ڈالا تھا وہ پشیمان ہوئے ہوں اور اس قول کی تائید شیخ فاضل صالح ابو السعادات الحلی علیہ الرحمہ کے اس قول سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے شرح دعائے صنمی قریش میں لکھا ہے کہ انصار روز سقیفہ ابو بکر و عمر کی بیعت سے انکار کر رہے تھے اور اس انکار پر مُصر ہی تھے کہتے تھے کہ ریاست عامہ علی بن ابیطالبؑ سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ ہم اور تم سب مامور ہیں کہ اسکا اقرار کریں اور امیر المومنین کہکر انپر سلام کریں۔

ابو بکر نے کہا کہ یہ تم سچ کہتے ہو کہ جناب رسالت مآب صلعم نے انکے بارہ میں یہ فرمایا تھا لیکن بعد اسکے اسکو منسوخ کر دیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود جناب رسالت مآب صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم اہلبیت کو خداوند عالم نے بزرگ کیا اور نبوت کے ساتھ برگزیدہ کیا اور ہمارے لئے دنیا کو نہیں پسند کیا ہے اور تحقیق کہ خداوند عالم نبوت و خلافت کو جمع نہیں کریگا یہ سنکر ابو عبیدہ جراح اور سالم غلام حذیفہ نے ابو بکر کی تصدیق کی اور کہا کہ

"ہمنے بھی یہ حدیث جناب رسالت مآب صلعم سے سنی ہے"

اس کلام فریب انجام سے گروہ انصار شبہہ میں پڑ گئے اور بعض نے انہیں سے بیعت کر لی

کتاب نہج الایمان میں مذکور ہے کہ جب قریش اور انصار میں نزاع ہونے لگی اور انصار نے کہا کہ ہم اپنے لئے ایک علیحدہ امیر بنا دینگے تو قریش نے انہیں منع کیا اور کہا کہ خلیفہ رسول تمام امت کیلئے ایک ہونا چاہئے۔ سعد بن عویم بن ساعدہ نے کہا کہ تحقیق کہ خلافت سوائے اہلبیت نبوت کے اور کہیں نہیں ہو سکتی پس جسطرح سے خداوند عالم نے خلافت کو قرار دیا ہے تم لوگ بھی اسکو اسیطرح رکھو۔

استیعاب میں کہا ہے کہ اُنکو تھوڑی صحبت حاصل ہوئی تھی اور حضرت امیر علیہ السلام کی طرف سے والی یمن تھے۔

بشر بن سعد بن ثعلبۃ الخزرجی الانصاری

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ وہ اصحاب عقبہ میں سے تھے اور پھر سماک بن سعید کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ اور پھر جنگ اُحد اور تمام غزوات میں جو پیش آئے حاضر رہے کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے روز سقیفہ ابو بکر سے بیعت کی اور زمانۂ خلافت ابو بکر میں خالد بن ولید کے ہمراہ رہا اور موضع عین التمر میں شہید ہوا وہ بشر بن سعد تھے۔

لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصہ میں اُنکو اہل مقبولین قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بشر بن سعد انصاری جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور ایام خلافت ابو بکر وامارت خالد بن ولید میں بمقام عین تمر قتل ہوئے

مولف کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ جناب علامہ نے انہیں اسلئے مقبولین میں شمار کیا ہو کہ قصہ بیعت ابو بکر وہمراہی خالد وغیرہ کو صحیح نہ سمجھتے ہوں یا کسی وجہ سے امر بیعت میں انکو معذور و مجبور جانتے ہوں اسلئے کہ بشر اور علاوہ انکے اکثر لوگوں نے جو ابو بکر سے بیعت کرلی۔ اسکا سبب عمر کا فریب تھا کہ وہ جب سقیفہ میں داخل ہوئے تو یہ کہتے ہوئے آئے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا ہے۔ اور امر خلافت کہ جو بموجب نص انکے لئے معین تھا اُسے چھوڑ بیٹھے ہیں اور اسکی پروا نہیں رکھتے۔ اسکے بعد انصار و مہاجرین میں سخت بحث ہونے لگی اور قریش کا استحقاق بمقابلہ انصار بشر اور انکے امثال کی نظر میں قوی معلوم ہوا لہذا انہوں نے بیعت کرلی۔ اور سعد بن عبادہ اور باقی انصار نے مخالفت کی لیکن بشر کی بیعت ابو بکر کے ساتھ اسپر دلالت نہیں کرتی کہ وہ ابو بکر کی طرف طبیعتاً مائل تھے

غیظ و غضب کی ہونے لگی آخر کار حضار مجلس نے تسکین و تسلی دیکر غصہ زایل کیا
صاحب کتاب احتجاج نے سلیم بن قیس سے روایت کی ہے کہ معاویہ اپنے زمانہ
خلافت میں بارادہ حج مدینہ آیا اہل مدینہ نے اسکا استقبال کیا معاویہ نے جب دیکھا
تو یہ دیکھا کہ انمیں کوئی شخص انصار میں سے نہ تھا جب اترا تو پوچھا کہ انصار کو کیا ہو
جو انہوں نے میرا استقبال نہیں کیا حاضرین مجلس نے جوابدیا کہ وہ لوگ اس درجہ
محتاج و فقیر ہو گئے ہیں کہ انکے پاس سواریاں نہیں ہیں معاویہ نے کہا کہ ان کے
پانی بھرنے والے اونٹ کہاں گئے؟
اتفاقاً قیس ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جواب دیا کہ اے معاویہ
ہمارے اونٹ جنگ بدر و احد میں پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ ہلاک ہو گئے۔ جب ہم
تجھکو اور تیرے باپ کو قتل کر رہے تھے۔ معاویہ ساکت ہو گیا اور کچھ جواب نہ بن پڑا
شیخ اجل ابو جعفر طوسی طیب اللہ مشھدہٗ نے کتاب امالی میں قیس بن سعد
سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ میں وہ پہلا شخص ہونگا جو روز قیامت خداوند عالم کے حضور میں اپنے دشمنوں سے
خصومت کیلئے دوزانو بیٹھے گا۔

سعید بن سعد بن عبادۃ الانصاری

یہ بھی بمقتضائے کلمہ جامعہ اَلْوَلَدُ الْحُرُّ یَقْتَدِیْ بِاٰبَائِهِ الْغُرِّ ٥ یعنی
فرزند آزاد اپنے اباوامجاد کی اقتدا کرتا ہے ٥

بیٹا وہی قدم بقدم ہو جو باپ کے

مثل اپنے باپ اور بھائی کے غلامان با اخلاص امیر المومنین میں سے تھے صاحب
اصابہ نے لکھا ہے کہ تمام ارباب سیر انکو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور ابن عبد البر نے

اور بعد وفات حضرتِ امیر علیہ السلام کے قیس بن سعد اصحاب حضرت امام حسنؑ میں داخل ہوئے۔ اور طریق وفاداری و جانسپاری میں اسی طرح سے مشغول تھے جب معاویہ نے عبید اللہ بن عباس کو جو امام حسن علیہ السلام کے فوج ہراول کے سردار تھے زر و زیب دیکر اپنے ساتھ شریک کر لیا اور عبید اللہ مع اس علم کے جو اُنکے قبضہ میں تھا معاویہ کے پاس چلے گئے اور لشکر بے سردار کے رہگیا تو قیس بن سعد نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اثنائے خطبہ میں فرمایا کہ :-

ایہا الناس تم لوگوں کو عبید اللہ کے چلے جانے سے ہول اور اضطراب نہ ہونا چاہئے وہ اور اُنکے باپ دونوں کبھی کسی بڑے مرتبہ پر نہیں پہونچے۔ اسکے بعد قیس نے سرداری لشکر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور دشمنوں سے جہاد کرنے لگے لیکن جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے سلطنت معاویہ کے سپرد کر دی تو قیس کو بڑا صدمہ ہوا اور مدینہ میں خانہ نشین ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے اور سنہ ۶۰ھ اواخر خلافت معاویہ میں وفات پائی

صاحب تحفۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی تو معاویہ سے یہ شرط کی کہ تمام شیعہ ہمارے امان میں رہیں۔ معاویہ نے کہا کہ تمام خلائق کے لئے امان ہے لیکن قیس بن سعد کو امان نہ دونگا جناب امام حسنؑ نے کہلا بھیجا کہ اگر تجھے صلح منظور ہے تو قیس کو بھی امان دینا ضرور ہے آخر کار معاویہ نے بمجبوری قیس کو امان دی۔

جب معاویہ نے قیس سے بیعت طلب کی تو اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اور میرے باپ کو ہمیشہ اسپر فخر رہا ہے کہ ہم لوگوں نے کبھی کسی ظالم کی بیعت نہیں کی معاویہ نے کہا کہ اے قیس میں نہیں چاہتا کہ میری حکومت کے زمانہ میں تم زندہ رہو قیس نے جواب دیا کہ میں خود ہی نہیں چاہتا تھا کہ تو حاکم ہو۔ طرفین میں گفت و شنید

مترجم کہتا ہے کہ یہ مضمون کتاب روضۃ الصفا سے مولف نے نقل کیا ہے اور صاحب روضۃ الصفا سنی المذہب ہے۔ انہوں نے حضرت امیر کی طرف جو بدگمانی اور پشیمانی کی نسبت دی ہے وہ محض غلط ہے وہ امام عالم علوم ربانی معاویہ کی ایسی ابلہ فریبی میں آکر قیس سے بدگمان نہیں ہو سکتے تھے اور نہ محمد بن ابی بکر کو بھیجکر پشیمان ہوئے۔ بفرض اس امر کے تسلیم کرنے کے بعد کہ حضرتؑ نے قیس کو معزول کیا اور محمد بن ابی بکر کو انکی جگہ نصب کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بدگمانی و پشیمانی نہیں ظاہر ہوئی بلکہ حضرت قیس کو مدینہ سے اپنی فوج کے ہمراہ جنگ صفین میں لیجانا بہ نسبت حاکم مصر کرنے کے زیں مصلحت سمجھے جیسا کہ خود روضۃ الصفا کی تحریر سے ظاہر ہے کہ انکا حضرت کی فوج میں ہونا معاویہ کیلئے لاکھ شمشیر زن و نیزہ دار و کے ہونے سے زیادہ سخت تر تھا قیس علیہ الرحمہ کے یہ چند شعر رئیس المفسرین شیخ ابوالفتوح خزاعی رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کئے ہیں۔ **شعر**

قُلْتُ لَمَّا بَغَا عَدُوٌّ عَلَيْنَا ۔۔۔ حَسْبُنَا رَبُّنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
حَسْبُنَا رَبُّنَا الَّذِي فَتَحَ الْبَصْرَة ۔۔۔ بِالْأَمْسِ وَالْحَدِيثُ طَوِيلُ
وَعَلِيٌّ إِمَامُنَا وَإِمَامٌ ۔۔۔ لِسِوَانَا أَتَى بِهَا التَّنْزِيلُ
يَوْمَ قَالَ النَّبِيُّ مَنْ كُنْتُ ۔۔۔ فَهَذَا مَوْلَاهُ خَطْبٌ جَلِيلُ

یعنی جب دشمنوں نے ہمسے بغاوت کی تو ہمنے کہا کہ ہمارا رب ہمکو کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے ہمکو وہی ہمارا رب کافی ہے جس نے بصرہ کو فتح کیا اور اسکا قصہ طولانی ہے اور علیؑ ہمارے اور کل انسانوں کے امام ہیں کہ جنکی امامت کے متعلق کلام مجید اُس روز نازل ہوا تھا کہ جسدن نبیؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس یہ علیؑ (بھی) اُسکا مولا ہے اور یہ بڑا مرتبہ جلیلہ ہے

جب معاویہ قیس سے مجبور ہوا تو اس نے حضرت امیر علیہ السلام کو قیس سے بدگمان کرنا چاہا چنانچہ برابر اپنی مجلسوں میں بیان کرنے لگا کہ اگرچہ قیس بن سعد بظاہر علیؑ کے دوست ہیں لیکن چھپا کر مجھے خط لکھتے ہیں اور حق محبت میرے ساتھ بجالاتے ہیں۔ غرضکہ بنابر تحریر روضۃ الصفا کے یہانتک نوبت پہونچی کہ حضرت امیر علیہ السلام قیس سے بدگمان ہو گئے اور محمد بن ابو بکر اور عبداللہ بن جعفر طیار سے مشورہ کرنے کے بعد قیس بن سعد کو حکومت مصر سے معزول فرمایا اور محمد بن ابو بکر کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا۔

قیس نہایت ملول و محزون ہو کر مدینہ واپس آ گئے۔

اس زمانہ میں حسان بن ثابت جو دل سے حضرت امیر علیہ السلام کا دشمن تھا قیس سے کہنے لگا کہ تمنے عثمان کے قتل میں اتنی کوشش کی اور پھر بھی علیؑ نے تمہیں معزول کر دیا اور وہ گناہ عظیم تمہاری گردن پر باقی رہ گیا اب میری نصیحت سنو اور معاویہ کے پاس چلو وہ تمہارے اعزاز و اکرام میں کوئی بات اٹھا نہ رکھے گا۔

قیس نے حسان سے کہا کہ دل اور آنکھ کے اندھے میری مجلس سے اٹھ جا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میرے اور تیرے قبیلہ میں جنگ ہو جائیگی تو ابھی تیری گردن کو تیرے سر کے بوجھ سے آزاد کر دیتا۔

مروان بن حکم نے بھی اسیطرح کی باتیں قیس سے کہیں لیکن قیس نے اسکے برخلاف جنگ صفین میں جا کر شرکت کی۔ معاویہ کو جب قیس کے آنیکی خبر ملی تو اس نے مروان کو پیغام بھیجا کہ اگر ایک لاکھ شمشیر زن اور نیزہ دار تو علیؑ کے پاس بھیجتا تو میرے لئے یہ نسبت اسکے آسان تر تھا کہ قیس بن سعد کو تو نے انکے ساتھ آنے دیا۔

جب حضرت امیر علیہ السلام کو اصلی حالات معلوم ہوئے تو آپ نے قیس کی تعظیم و تکریم میں بہت زیادتی فرمائی اور محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر قرار دینے سے پشیمان ہوئے۔

کہ معاویہ اس فوج میں ہے فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس فوج پر حملہ
کر دیا اور اپنے کو لشکر کے درمیان میں ڈالدیا - اور ایک سوار کو معاویہ سمجھ کر
ایسی تلوار ماری کہ وہ واصل جہنم ہوا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ معاویہ نہ تھا دوسرے
سوار کو دیکھا جو اچھے ہتیار لگائے ہوئے تھا اُسکو بھی جھپٹ کر قتل کیا -
پھر معلوم ہوا کہ یہ بھی معاویہ نہیں ہے تیسرے پر حملہ کیا یہانتک کہ اسی طرح
بڑے بڑے نامی سرداروں کو کثرت سے قتل کیا -
معاویہ ایک بلندی پر کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا آخرکار اسنے پکارا کہ اے
اہل شام یہ سوار شیر ببر ہے معاویہ کو اس سے بچاؤ اور اسکے مقابلہ سے
پرہیز کرو -
جب قیس نے یہ آواز سنی تو معلوم ہوا کہ اس فوج میں معاویہ نہیں ہے آخرکار
مجبور ہو کر اپنے لشکر کو واپس آئے -
اور کتاب روضۃ الصفا میں منقول ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام نے قیس
بن سعد کو مصر کی حکومت عطا فرمائی - اور حکم دیا کہ وہ وہیں سے شام کی طرف
متوجہ ہوں - معاویہ کو بڑی مشکل پڑ گئی اُسنے چاہا کہ کسی حیلہ و تدبیر سے قیس بن
سعد کو خلیفہ برحق کی مخالفت پر آمادہ کرے - بنابریں ایک خط مشتمل بر خوشامد و
وعدۂ حکومت عراق قیس ابن سعد کے نام لکھا قیس نے اُسکا جواب لکھا کہ مجھے
تجھ سے تعجب ہے کہ تو مجھے اس شخص کی مخالفت پر آمادہ کرتا ہے کہ جو خلافت کے لئے
سب سے اولیٰ اور اقرب ہے اور قرابت و سیرت کے لحاظ سے تمام خلائق میں
رسول خدا صلعم سے قریب تر ہے اور ایسے کی اطاعت کی ترغیب دلاتا ہے جسکے
اوصاف قبیحہ اسکے برعکس ہیں حاشا و کلا میں ہرگز ہرگز اس امر کو اختیار نہیں کر سکتا
اور لشکر شیطان میں اپنے کو داخل نہیں کرنا چاہتا -

ہمارے ایک ہاتھ کے برابر تھا۔
سعد آبًا عنْ جدٍ۔ رئیس تھے یعنی انکے خاندان میں زمانہ جاہلیت سے ریاست
چلی آرہی تھی اور انکا دسترخوان ہمیشہ سے وسیع تھا۔

قیس بن سعد بن عُبادۃ الانصاری

کرام صحابۂ سید ابرار اور بزرگان روزگار میں سے تھے اور طریق جنگ آزمائی
میں ہر جوان و پیر پر سبقت لیگئے تھے۔
صاحب استیعاب نے مالک بن انس سے نقل کیا ہے کہ وہ رسالت مآب صلعم
کے ایسے مقرب تھے جیسے بادشاہوں کے داروغہ مقرب ہوتے ہیں اور روز فتح مکہ
کبھی علم پیغمبر انکے پدر بزرگوار سعد بن عُبادہ کے ہاتھ میں رہتا تھا اور کبھی انکے
ہاتھ میں جنگ جمل اور صفین میں یہ حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے اور کبھی آپ سے
جدائی نہیں اختیار کی۔ تفصیل حالات قیس اور انکے خاندان کی بزرگی کتاب
استیعاب میں پورے طور پر درج ہے۔ اور ترجمہ فتوح بن اعثم کوفی میں مذکور ہے کہ ایک روز
جنگ صفین میں قیس بن سعد انصار کو بلایا اور کہا کہ اے قوم الحمد ہم اُس لشکر
میں ہیں اور اُس علم کے سایہ میں ہمنے جنگ کی ہے کہ جسکے داہنے طرف جبرائیل
اور بائیں طرف میکائیل رہتے تھے۔ اور معاویہ اور اُسکی قوم اُس علم کے ساتھ
میں تھی کہ جسکا سردار ابوجہل تھا۔
انصار نے عرض کی کہ حق آپکی طرف ہے اور آپ ہمارے رئیس و پیشوا سردار
اور مقتدی ہیں ہم خدمت کیلئے حاضر ہیں جو کچھ حکم دیجئے بجا لائیں۔
قیس موقع دیکھ رہے تھے یہانتک کہ انہوں نے دیکھا کہ معاویہ کے لشکر سے سواروں کی
فوج نے حرکت کی اور امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر کی طرف چلے۔ قیس کو معلوم ہوا

آدمی کی تحریک سے قتل ہو گئے۔

اور بلاذری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے محمد بن مسلمہ انصاری اور خالد بن ولید کو مدینہ سے سعد کے قتل کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ یہ دونوں تیر پھینکتے تھے اور وہ انہیں تیروں سے شہید ہوئے۔

اور ایک گروہ اہل سنت وجماعت کا قول ہے کہ سعد کو اجنہ نے عمر کی خاطر سے مار ڈالا اور جن ایک درخت پر چڑھے ہوئے دف بجا بجا کر شعر گاتے تھے جو سابق میں مذکور ہو چکا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ امر یا تو ظاہر البطلان ہے اسلئے کہ رسول اللہ اور ابوبکر کے دشمن قریش اور غیر قریش دونوں گروہوں میں بکثرت تھے لیکن جنوں نے نہ حضرت رسول خدا صلعم کی خاطر سے کسی کو قتل کیا اور نہ ابوبکر کی خاطر سے۔ اور عمر کی خاطر سے انہوں نے ایک ایسے مسلمان کو جو سردار انصار اور اکابر اصحاب سید ابرار میں سے تھا کیونکر قتل کیا۔ ایک شاعر انصاری نے البتہ اپنے اشعار میں پردہ اٹھا دیا ہے اسکے اشعار کا حاصل مضمون یہ ہے:۔

لوگ کہتے ہیں کہ سعد کا شکم جنوں نے چاک کر ڈالا اسلئے کہ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے لیکن میں نے جو تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ سعد کھڑے ہو کر پیشاب تو نہیں کرتے تھے لیکن ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی یہ اور تعجب خیز امر ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سعد کیلئے تو برا قرار دیا ہے اور موجب انکے قتل کا سمجھا ہے لیکن صحیح بخاری میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنیکو سنت پیغمبر شمار کیا ہے۔

کتاب رجال ابو عمر کشی میں مذکور ہے کہ سعد کے چھ بیٹے تھے اور سب نے نصرت جناب رسالتمآبؐ میں جہاد کیا ہے جسمیں سے ایک قیس تھے اور سعد اور انکے بیٹے قیس اپنے اپنے بالشت سے دس بالشت لانبے تھے اور انکا ایک بالشت

خلافت ہے اس سبب سے تم بیعت نہیں کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے اگر لوگ علی علیہ السلام سے بیعت کرتے تو پہلا بیعت کرنے والا سعد ہوتا

پھر دوسرے مقام پر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ انصاریان خزرج نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی اور انکے رئیس سعد بن عبادہ تھے جنہوں نے حالت انکار بیعت ابوبکر و عمر میں انتقال کیا۔ اور قبیلہ اوس میں سے بھی بعض نے بیعت نہیں کی اور بعض نے بسبب حسد و عداوت قبیلہ خزرج بیعت کرلی۔ اسپر دلیل ایک خزرجی کا قول ہے جو بعد بیعت ابوبکر اس نے ایک اوسی سے کہا تھا کہ تجھکو بیعت پر کس شئے نے آمادہ نہیں کیا سوائے اس حسد کے جو تجھکو اپنے چچازاد بھائی سعد سے ہے۔

ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں اور ابن اثیر نے کتاب اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ سعد نے ابوبکر و عمر کسی سے بیعت نہیں کی اور یہ لوگ بھی بسبب خوف انکے قبیلہ کے انپر جبر نہیں کرسکے۔

جب بادشاہت عمر تک پہونچی تو ایک روز بازار مدینہ میں عمر کی نظر سعد پر پڑی عمر نے کہا اے سعد یا بیعت کرو یا اس شہر سے چلے جاؤ۔

سعد نے کہا کہ جس شہر میں تو امیر ہو مجھے اس شہر میں رہنا حرام ہے اسی بنا پر وہ مدینہ سے شام کی طرف چلے گئے اور حوالی دمشق میں بھی انکا بہت بڑا قبیلہ تھا ایک ایک ہفتہ ہر ہر گانوں میں اپنے اعزا کے پاس رہتے تھے ایک روز ایک گانوں سے دوسرے گانوں جا رہے تھے راستہ میں ایک باغ پڑتا تھا جب اس باغ میں ہوکر گذرے لوگوں نے تیروں سے انہیں شہید کردیا۔

اور صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ صاحبان اخبار اس امر پر متفق ہیں کہ سعد بن عبادہ نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی اور مدینہ سے شام چلے گئے جہاں کسی نے

کی طرف تشریف لیگئے خالد بن ولید اس زمانہ میں اسی ملک میں تھا - ایک شب سعد ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں جارہے تھے خالد کو یہ حال معلوم ہوا وہ خود بھی سخت کماندار اور تیرانداز تھا علاوہ بریں چند اور تیراندازوں کو اجرت دیکر اپنے ساتھ لے گیا یہ سب تیرانداز رستہ میں چھپ کر بیٹھے۔ جب سعد کا اسطرف سے گذر ہوا تو تیر پھینکنا شروع کیا یہانتک کہ وہ انہیں تیروں سے شہید ہوگئے۔ لیکن ان لوگوں نے انکے قبیلہ کے خوف سے یہ مشہور کردیا کہ سعد کو جنات نے مار ڈالا اور یہ شعر بھی جن کی زبان سے نقل کرکے مشہور کیا! شعر

قَدْ قَتَلْنَا سَیِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ بْنَ عُبَادَہ ۞ فَرَمَیْنَاہُ بِسَھْمَیْنِ فَلَمْ یُخْطِ فُؤَادَہ

یعنی تحقیق کہ ہمنے خزرج سعد بن عبادہ کو قتل کردیا اور انکے دل پر دو تیر مارے جنہوں نے خطا نہیں کی غرض کہ اس حیلہ سے انکو قتل کیا۔

اور کتاب محمد بن جریر طبری میں ابی علقمہ سے منقول ہے کہ میں نے سعد بن عبادہ سے اسوقت کہا کہ جب لوگ ابوبکر کی بیعت کی طرف مائل ہو چکے تھے کہ تم اس امر میں کیوں نہیں داخل ہوتے جسمیں سب مسلمان داخل ہوئے۔

سعد نے جوابدیا کہ میرے پاس سے دور ہو تحقیق کہ میں نے جناب رسالتمآب کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میرا انتقال ہوگا تو لوگوں کی خواہشیں ہر طرف بھٹکتی پھرینگی اور لوگ اپنے پس پشت یعنی کفر کی طرف پلٹ جائینگے پس حق اس دن علی علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اور کتاب خدا انکے ہاتھ میں ہوگی وہ کسی سے بیعت نہ کریگا۔ میں نے کہا کہ آیا یہ حدیث سوا تمہارے کسی اور نے بھی رسول اللہ صلعم سے سنی ہے؟

سعد نے جوابدیا کہ بہت سے لوگوں سے سنی ہے - لیکن انکے دلوں میں عداوت اور کینے بھرے ہیں میں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تمہارا نفس خودخواہشمند خلافت

خدا و رسول کے حکم کو چھوڑ دیا اور اپنی خواہشوں کی متابعت کی تو ہم انصار
سعد بن عبادہ کو اپنا امیر اور خلیفہ قرار دیتے ہیں۔
سعد نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ میں دین دنیا کے عوض میں نہ بیچوں گا
اور رسول خدا کو اپنا دشمن نہ بناؤں گا اور یہ خلافت ہرگز نہ قبول کرونگا۔ تاکہ
مجھ میں اور دوسروں میں خداوند عالم کے نزدیک فرق ہے۔
جب سعد نے یہ فرمایا تو ابوبکر کو اور قوت حاصل ہوگئی۔ اسلئے کہ مقابل میں کوئی
مدعی نہیں رہ گیا سبھی نے ابوبکر سے بیعت کرلی یہانتک کہ سعد سے
بیعت طلب کرنے لگے۔ سعد نے کہا کہ جس جھوٹ کو میں نے اپنے لئے پسند
نہیں کیا بھلا اسکو دوسروں کیلئے کیونکر پسند کر سکتا ہوں اور دوسروں کی
خاطرداری کے لئے جہنم میں جانا مجھے گوارا نہیں ہے۔ غرضکہ سعد نے مع
اپنی قوم کے ابوبکر سے بیعت نہیں کی۔
عمر نے اپنے زمانہ میں بہت کچھ اصرار کیا اور خوشامد کی کہ بیعت کرلو انہوں نے
قبول نہیں کیا انکی قوت اور کثرت قوم کے سبب سے ان لوگوں کو جبر کرنیکی جرأت نہیں
ہوئی۔ لیکن انکی بیعت حاصل کرنے کیلئے طرح طرح کی ترکیبیں ہوتی رہیں۔
ایک روز سعد کے فرزند قیس نے عمر سے کہا کہ میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں
اسے قبول کرو اور گوش ہوش سے سنو۔ میرے پدر بزرگوار سعد نے قسم کھائی
ہے کہ وہ تم لوگوں سے بیعت نہ کرینگے اور تم بجبر ان سے بیعت نہیں لے سکتے
ہو لیکن یہ کہ قتل کردو۔ اور انکا قتل تمام قبیلہ خزرج کے قتل پر موقوف ہے
اور خزرج کا قتل ہونا قبیلہ اوس کے قتل پر موقوف ہے اور قبیلہ اوس کا قتل ہونا
تمام قبائل یمن کے قتل پر موقوف ہے اور یہ تمہاری قدرت و طاقت سے باہر
ہے لہذا اس امر پر اصرار نہ کرو۔ سعد بن عبادہ عمر کے زمانہ میں کسی کام سے ملک شام

اور کتاب کامل بہائی میں مذکور ہے کہ اُبی بن کعب کہتے ہیں کہ میں روز سقیفہ رات کے وقت گروہ انصار کی طرف سے گزرا اُن لوگوں نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو میں نے جواب دیا کہ اہلبیت رسول کے پاس سے آرہا ہوں اُن لوگوں نے پوچھا کہ اہلبیتؑ کو کس حالت میں چھوڑا میں نے جواب دیا کہ ایسے لوگوں کا کیا حال بیان کروں کہ آج تک جبرئیل انکے در دولت پر حاضر ہوتے تھے اور حضرت رسول صلعم انکے گھر میں تھے اور آج ہی انکی حکومت انکے ہاتھوں سے لے لی گئی۔ یہ کہکر اُبی بہت روے اور انکے رونے پر سب حاضرین رونے لگے۔

اُبیّ کے زمانہ وفات میں بہت اختلاف ہے لیکن اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ سلطنت عمر بن خطاب کے زمانہ میں خطاب "آدم خلیٰ جنتی" سے سرفراز ہوئے

سعد بن عبادۃ الانصاری

سردار انصار اور کریم روزگار۔ اور نقیب رسول مختار تھے۔ عقبہ اور بدر میں حاضر تھے اور روز فتح مکہ پیغمبر خدا کے علمبردار تھے۔ علامہ حلی قدس سرہ نے انکو گروہ مقبولان میں شمار کیا ہے اور بعض کتب سیر میں مذکور ہے کہ سعد بن عبادہ کو امیر المومنینؑ سے خاص محبت تھی۔ اور جب جناب سیدہ کا عقد حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے تو سعد بن عبادہ معہ اپنے فرزندوں کے شادی اسباب مہیا کرنے میں نہایت منہمک تھے۔

شیخ فاضل حسن بن علی بن محمد بن الحسن الطبری نے کتاب کامل بہائی میں کہ جسکو انہوں نے صاحب اعظم خواجہ بہاءالدین جوینی رحمہ اللہ کے نام پر لکھا ہے فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج تھے اور النقباے انصار سے تھے جب لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کرنا شروع کی تو انصار نے کہا کہ جب تمنے

دوڑاتے ہوئے جا رہا ہے۔ ناگاہ گھوڑے سے نیچے ٹھوکر کھائی۔ تھوڑا ایک طرف اور جسم دوسری طرف جا گرا۔ تمام لشکر کو ابو ایوب کی اس تیز دستی پر تعجب ہوا اور ہر شخص نے انکی تعریفیں کیں

ابو ایوب معاویہ کے زمانہ میں جنگ روم گئے تھے اثنا راہ میں بیمار ہو گئے اور وقت وفات وصیت کی کہ جہاں پر لشکر کفار سے ملاقات ہو اسی جگہ مجھے دفن کرو۔ اسی بنا پر شہر استنبول کے باہر شہر پناہ کے قریب دفن کئے گئے انکے روضۂ منورہ پر مسلمان و نصاریٰ دونوں طلب باران کیلئے دعا مانگنے آتے تھے صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ جب اہل روم لڑائی سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ ابو ایوب کی قبر کھود ڈالیں ناگاہ آسمان پر نہایت شور کی طوفانی بارش ہوئی کہ وہ لوگ متنبہ ہوئے اور سمجھے کہ اگر قبر کھود ڈالیں گے تو قہر خدا نازل ہو جائیگا لہذا باز رہے۔

اُبی بن کعب انصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ اور صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ عقبۂ ثانیہ میں اسی آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور جناب رسالتمآب سے بیعت کی اور جنگ بدر میں بھی خدمت آنحضرت میں حاضر رہے۔ مرد فقیہ اور قاری تھے اور وحی لکھا کرتے تھے منقول ہے کہ جب آیۂ لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب نازل ہوا تو حضرت جبرئیل نے جناب رسالتمآب سے عرض کی کہ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ اس آیت کو اُبی بن کعب پر پڑھئے حضرت نے انہیں یہ حکم بیان فرمایا انہوں نے خوش ہو کر حضرت سے پوچھا کہ کیا عالم بالا اور ملاء اعلیٰ میں بھی میرا ذکر ہوتا ہے! حضرت نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ سن کر اُبی بہت روئے۔

جہاد کیا۔

ترجمۂ فتوح ابن عاثم کوفی میں مذکور ہے کہ ابو ایوب زمانہ جنگ صفین میں ایک روز لشکر حضرت امیر علیہ السلام سے نکلے اور میدان جنگ میں مبارز طلبی کی بہت پکارا لیکن لشکر شام سے کوئی انکے مقابلہ پر نہ نکلا جب کوئی نہ آیا تو انہوں نے اپنے گھوڑے کو کوڑا مار کر لشکر شام پر حملہ کر دیا۔ سب اسکے سامنے سے بھاگتے تھے حتی کہ معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئے

معاویہ اپنے خیمے کے دروازہ پر کھڑا تھا ابو ایوب کو دیکھ کر وہ بھی بھاگا اور دوسرے دروازہ سے نکل گیا ابو ایوب خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور مبارز طلبی کرنا شروع کی تب اہل شام کا ایک گروہ انکے مقابلہ پر آیا ابو ایوب نے کئی نامی دلیروں کو زخمی کر کے بھگا دیا اور پھر صحیح و سالم رہے اپنے لشکر میں واپس آئے معاویہ نے اپنے سرداروں کو جھڑکا اور بہت ملامت کی کہ ایک سوار علی علیہ السلام لشکر سے آیا اور تمہارے درمیان داخل ہو گیا کیا تمہارے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے؟ جو تم اس سے مقابلہ نہ کر سکے تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ایک ایک مٹھی خاک اسکے اوپر چھوڑ دیتے تو وہ دب جاتا۔ یہ سنکر ایک شخص نے اہل شام سے جسکا نام شرفع بن منصور تھا کہا کہ اے معاویہ اسکی فکر نہ کر وہ جس طرح سے اس سوار نے حملہ کیا اور تمہارے خیمہ میں داخل ہو گیا ایسا ہی میں حملہ کر کے علی کے خیمہ میں داخل ہوا جاتا ہوں اور اگر علی کو پایا تو انکو زخمی کرتا ہوا آؤنگا اور تمہارے دل کو خوش کر دونگا۔ یہ کہکر اسنے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور حضرت امیر علیہ السلام کے خیمہ کی طرف رخ کیا۔ ناگاہ ابو ایوب انصاری کی نظر اس پر پڑ گئی۔ انہوں نے فوراً گھوڑا دوڑا کر اس سے مقابلہ کیا اور پہلی ہی تلوار ایسی ماری جو اسکی گردن کو کاٹتی ہوئی نکل گئی لیکن سر اسیطرح سے جسم پر رکھا ہوا تھا اور گھوڑا دوڑتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اور لوگ سمجھتے تھے کہ وہ باختیار خود اپنے گھوڑے کو

اور غزوۂ کربلا میں اور اسکے بعد کی لڑائیوں میں حاضر تھے اور کتاب کامل بہائی مذکور ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے انصار کو خلافت سعد بن عبادہ پر آمادہ کیا خزیمہ تھے انہوں نے کہا کہ علیؑ خانہ نشین ہیں اور عزاداری رسولؐ میں مشغول ہیں اور قریش میں سے کوئی دوسرا اس کام کے قابل نہیں ہے جب انصار نے یہ کلام سنا تو انہوں نے سعد کی طرف رجوع کی لیکن سعد نے اسکو قبول نہیں کیا چنانچہ اسکے بعد احوال سعد میں مذکور ہوگا۔

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ جنگ صفین میں یہ بھی حضرت امیرؑ کے ساتھ تھے اور جب عمار یاسر پہونچے تو انہوں نے بھی تلوار کھینچی اور دشمنوں سے لڑنا شروع کیا یہانتک کہ شہید ہوئے اور وہ اشعار اسکے جو مشعر صحت اعتقاد ہیں مشہور اور معروف ہیں جنکا خلاصۂ ترجمہ یہ ہے کہ :۔

جسوقت ہمنے علیؑ کی بیعت کرلی تو یہ ہمیں ہر خوفناک فتنہ سے بچنے کیلئے کافی ہے ہمنے ولی خلق کو دیکھا کہ وہ کتاب و سنت کے جاننے میں بہترین قریش ہے اور نہ قریش میں وہ خوبیاں نہیں ہیں جو آپکی ایک ذات جمع ہیں وہ اہلبیت رسول صلعم میں سے وصی رسول خدا ہے اور انکا مددگار ہے اور ایسا شجاع ہے جس نے ابتدائی زمانہ میں رسول اللہ کی لڑائی کی اور تمام خلائق سے پہلے نماز پڑھی سوائے جناب خدیجہ کبریٰ کے اور ہر موقع پر رسول اللہ کے ساتھ رہا پس میں اس امام کو نہ چھوڑوں گا یہانتک کہ مجھے کفن پہنایا جاوے۔

ابو ایوب بن زید الانصاری

انکا نام خالد ہے لیکن کنیت اسم پر غالب آگئی ہے یہ بھی جنگ بدر اور دیگر مشاہد میں حاضر رہے اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں حضرت امیر علیہ السلام کی ہمراہی میں

سب منافقین جو حضرت کے قتل پر آمادہ تھے دکھائی دسے اور حضرت نے حذیفہ کو دکھایا۔ جب ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تو عمر نے چاہا کہ حذیفہ سے رسالت مآبؐ کی حفاظت کرنے کا انتقام لے۔ لیکن ابوبکر نے اس امر کو خلاف مصلحت سمجھا اور عمر کو باز رکھا اور کہا کہ سکوت اسکے بارہ میں بہتر ہے جب بعد ابوبکر عمر خلیفہ بنے تو انھوں نے حذیفہ کو بلا کر دریافت کیا کہ ہمنے سنا ہے تم اصحاب رسولؐ میں سے ایک گروہ کو منافق کہتے ہو؟ اور کہتے ہو کہ وہ جہنم کے دروازے ہیں یہ کہہ کر اپنا درّہ بلند کیا کہ حذیفہ پر مارے۔ حذیفہ نے کہا اے عمر یہ کہ تو بھی ایک دروازہ ہے دروازہائے جہنم میں یعنی تو جو منافقین کو جہنم میں پہنچا دیگا جب عمر نے دیکھا کہ سختی کرنے میں راز افشا ہو جائیگا اور حذیفہؓ ڈرنے والے آدمی نہیں ہیں تو انہوں نے اسکو ہنسی میں ٹالا اور حذیفہ کی خوشامد کرنی شروع اور انکے فضائل لوگوں کو سنانے لگے۔

کتاب رجال ابن داؤد وغیرہ میں مذکور ہے کہ حذیفہ بن یمان منجملہ ارکان اربعہ ہیں اور بعد وفات جناب رسالت مآبؐ کوفہ میں رہنے لگے۔ اور حضرت امیرؑ کی بیعت کے چالیسؐ روز بعد مدائن میں وفات پائی۔ اور اپنے دونوں بیٹوں صفوان اور سعید کو وصیت کی کہ وہ دونوں حضرت امیرؑ سے بیعت کریں دونوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا اور جنگ صفین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

خزیمہ بن ثابت الانصاری

ملقب بذوالشہادتین

جناب رسالت مآبؐ نے انکی ایک گواہی کو دو گواہوں کے برابر اعتبار فرمایا ہے

وہاں کی حکومت سے تنگ آکر عثمان کے پاس واپس آئے جب عثمان نے حالات پوچھے تو انھوں نے جواب دیا کہ "مَاءُهَا وَشَلٌ وَلِصُّهَا بَطَلٌ وَسَهْلُهَا جَبَلٌ اِنْ كَثُرَ الْجُنْدُ بِهَا جَاعُوْا وَاِنْ قَلُّوْا ضَاعُوْا" یعنی پانی وہاں بہت کم ہے اور چور بڑے بہادر ہیں۔ نرم زمین مثل پہاڑ کے سخت ہے۔ اگر بہت سی فوج وہاں رہے تو بھوکوں مرجائے اور کم ہو تو ضائع ہو جائے۔

حکیم مذکور منجملہ اُن لوگوں کے ہیں جنھوں نے عثمان کے حرکات شنیعہ پر اعتراض کیا اور جب طلحہ و زبیر و عائشہ حوالی بصرہ میں پہونچے تو عثمان بن حنیف نے جو حضرت امیر علیہ السلام کی طرف سے وہاں کے والی تھے۔ حکیم بن جبلہ کو سات سو مردان قبیلہ عبد القیس و بکر بن وائل کے ساتھ انکے مقابلہ کو بھیجا حکیم نے موضع زابوقہ میں اُن سے مقاتلہ کیا اور بہت کو شہید کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب طلحہ و زبیر نے جیسا کہ سابقاً مذکور ہو چکا ہے مکر و فریب سے شب خون مار کر عثمان بن حنیف کو گرفتار کر لیا اور انکی ایسی سخت توہین کی تو حکیم انتقام لینے کی غرض سے اپنی قوم کے سات سو آدمیوں کے ساتھ اہل بغاوت سے مقابلہ کرنے کیلئے نکلے اور سخت جہاد کیا اثنائے جنگ میں ایک تلوار حکیم کی پنڈلی پر پڑی جس سے کچھ کٹ کر لٹک رہی تھی۔ انھوں نے کمال جرأت کے ساتھ اُس پنڈلی کو تلوار سے کاٹکر دور پھینکدیا اور پھر جہاد کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک ضربت انکی گردن پر پڑی جسکے سبب سے گھوڑے سے گر کر شہید ہوئے۔ اور ستر آدمی انکی قوم کے بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

سہل بن حنیف الانصاری

یہ عثمان بن حنیف کے بھائی تھے۔ صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ تمام غزوات اور مشاہد میں جناب پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ حاضر رہے اور جنگ احد میں جب اکثر صحابہ بھاگ گئے تھے انہوں نے ثابت قدمی کی اور بذریعہ تیراندازی کے دشمنوں کو جناب رسالتمآب سے دور کرتے تھے۔ بعد وفات رسالتمآب صلعم امیر المومنین ع کے اصحاب میں شامل ہوئے جب حضرت جنگ جمل کیلئے تشریف لیگئے تو انکو اپنا خلیفہ اور نائب مدینہ میں قرار دیگئے تھے۔

فارس کی حکومت بھی بعد وفات آں سے متعلق رہی لیکن وہاں کی رعایا کی ناموافقت کے سبب حضرت امیر علیہ السلام نے انکو معزول کرکے زیاد کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ جنگ صفین میں انہوں نے حضرت کے ساتھ دشمنوں سے جہاد بھی کیا ہے۔

صاحب استیعاب کہتے ہیں کہ سہل بن حنیف نے کوفہ میں وفات پائی اور حضرت امیر علیہ السلام نے آن پر نماز جنازہ چھ تکبیروں سے پڑھی۔ اور علامہ حلی الرحمہ نے کتاب خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے کہ حضرت نے انکی نماز جنازہ پچیس تکبیروں سے پڑھی۔ مولف کہتا ہے کہ گھر والے کو گھر کا حال بہتر معلوم ہوتا ہے

حکیم بن جبلۃ العبدی

استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ شرف صحبت جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے تھے اور نہایت مرد صالح اور اپنی قوم کے سردار تھے عثمان بن عفان نے سلطنت کے زمانہ میں سندھ کا حاکم مقرر کیا تھا تھوڑے ہی دنوں میں وہ

کو نعثل کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک لمبی ڈاڑھی والا یہودی جسکا نام نعثل تھا وہ عثمان سے بہت مشابہ تھا۔ لہذا جو لوگ عثمان سے خفا ہوتے تھے اسکو نعثل کہا کرتے تھے۔

چنانچہ فیروز آبادی نے جو علمائے سنت میں سے ہیں کتاب قاموس اللغت میں اسکو لکھا ہے)۔

اسکے بعد عائشہ نے کہا کہ میں بیٹھونگی نہیں جبتک کہ عثمان کے خون کا انتقام نہ لے لوں۔ عبید نے کہا کہ ایسی باتیں کیوں کرتی ہو تم خود علیؑ کی تعریفیں بیان کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس زمانہ میں تمام روئے زمین پر خداوند عالم کے نزدیک علیؑ سے بڑھکر بزرگ کوئی نہیں ہے اب اُن سے کیوں کراہت کرتی ہو اور انکی حکومت کو کیوں نہیں پسند کرتیں۔ آخر تم ہی تو لوگوں کو عثمان کے قتل پر رغبت دلاتی تھیں اور اُنکے عیب کو ظاہر و آشکار کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ اس بڈھے بجّو کو قتل کرو۔ آج کیا ہوا کہ جو اسطرح سے کہہ رہی ہو۔

عائشہ نے کہا وہ اور وقت تھا جب میں ایسا کہتی تھی اب جو میں نے انکے قتل کی خبر سنی تو اُن خیالات سے باز آئی اور جب تم لوگوں نے اُن سے توبہ طلب کی اور اُنہوں نے توبہ کی وہ پاک ہوگئے اور پھر تم لوگوں نے انکو وہ قتل کردیا۔ قسم خدا کی میں انکے خون کا انتقام لونگی اور خاموش نہ رہونگی"۔ عبید نے کہا کہ "اے ام المومنین واللہ یہ آپ اچھا نہ کرینگی سوائے اسکے کہ لوگوں کے درمیان ایک فتنہ برپا کردینگی۔

عائشہ نے جو عبید سے یہ باتیں سنیں۔ تو مدینہ نہیں آئیں بلکہ وہیں سے مکہ واپس گئیں۔

اسی حالت سے حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں درمیان راہ پہونچے اور حضرت پر سلام کیا حضرت نے نہیں پہچانا تب انہوں نے کہا کہ میں عثمان بن حنیف ہوں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا "سبحان اللہ حوادث ایام بچوں کو بوڑھا کر دیتے ہیں لیکن تمہیں کیا ہوا کہ باوجود بوڑھا ہونے کے بہ بچے ہو گئے عثمان بن حنیف نے عرض کی کہ دشمنوں کے ظلم و ستم سے میری یہ نوبت ہوئی حضرت امیر علیہ السلام نے اس واقعہ کو سنکر بہ تعجیل تمام بصرہ کی طرف کوچ کیا اور دشمنوں سے عثمان بن حنیف کا انتقام بخوبی لیا۔

تنبیہ واضح ہو کہ عائشہ زمانہ پیغمبر خدا صلعم سے لیکر ہمیشہ امیر المومنین کے ساتھ عداوت کرتی رہیں اور ہمیشہ اہلبیت علیہ السلام کی قدر و منزلت کے مٹانے کی کوشش عمل میں لاتی رہیں یہانتک کہ طلب خون عثمان کو بھی اسکا ایک بہانہ قرار دیا اور ترجمہ ابن عاثم کوفی میں لکھا ہے کہ جب عثمان مارے گئے تو عائشہ حج کو گئی تھیں۔ جب حج سے واپس ہو کر مدینہ کے نزدیک پہونچیں تو عبید بن سلمۃ اللیثی کہ جنکو ام انکلاب بھی کہتے تھے عائشہ سے ملے عائشہ نے اُن سے پوچھا کہ مدینہ کی کیا حالت ہے جو انہوں نے کہا کہ بہت ناگوار۔ عائشہ نے پوچھا کہ وہ ناگوار بات کیا ہے؟ جواب دیا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے پوچھا کہ اسکے بعد کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام سے بیعت کی۔ عائشہ نے کہا کہ کاش کہ آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اور میں یہ دن نہ دیکھتی اور نہ یہ خبر سنتی۔ قسم خدا کی عثمان کو ظلم سے مارا ہے۔ اور اسکا خون بے جرم بہایا ہے۔ واللہ کہ ایک دن عثمان کی عمر کا علیؑ کی پوری سے بہتر تھا (درحالیکہ یہ خود عثمان کے عہد سلطنت میں برابر کہا کرتی تھیں کہ "اقتلوا النعثل" یعنی نعثل کو قتل کرو۔ اور عثمان

کرکے کہا کہ اگر تم خود آئی تو ہمکو تمسے لڑنا چاہیئے اسلئے کہ تمنے اس پردہ عصمت کو چاک کیا جو پیغمبر خدا نے تمھارے لیئے مقرر کیا تھا اور ہمپر لازم ہے کہ ہم تمھیں واپس کردیں اور اگر یہ لوگ تمھیں دھوکا دیکر لائے ہیں تو ہم لوگوں کو ان سے لڑنا چاہیئے کہ یہ اس امر قبیح کے مرتکب ہوئے کہ اپنی عورتوں کو تو پردے میں بٹھایا اور حرم رسول خدا کو خلیفۂ حق کے مقابلہ میں لڑنے کیلئے میدان جنگ میں لائے۔ اسکے بعد حکیم بن جبلہ نے لشکر عثمان بن حنیف سے نکلکر لشکر عائشہ پر حملہ کردیا۔

جانبین سے جنگ شروع ہوگئی اور دن بھر لڑائی جاری رہی جب شب ہوئی تو دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پر واپس آئے۔ پھر دوسرے روز اسی طرح سے جنگ و جدل شروع ہوئی یہانتک کہ نماز ظہر کا وقت آگیا دونوں فوجیں تھک گئیں اور لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔

عائشہ نے کہا کہ ہم فتنہ مٹانے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرنے کیلئے آئے ہیں نہ فتنہ برپا کرنے اور خون مسلمانوں کے بہانے کیلئے لہذا آپس میں صلح کرلینی چاہیئے۔

عثمان بن حنیف نے کہا کہ ہم تم سے اسوقت تک صلح نہیں کرسکتے جبتک تم طلحہ و زبیر کو اپنے پاس سے دور نہ کردو اسلئے کہ ان لوگوں نے خلیفۂ حق کی بیعت کو توڑا ہے غرضکہ وہ دن یوں ہی گزرا جب شب ہوئی تو طلحہ و زبیر نے عثمان بن حنیف کے لشکر پر شب خون مارا اور انکے بہت سے دوستوں کو قتل کردیا عثمان بن حنیف کو گرفتار کرلیا پہلے قتل کا ارادہ کیا لیکن انکے قبیلہ کی زیادتی کے سبب سے ڈر گئے کہ وہ خون کا عوض لینگے لیکن انکے چہرہ اور سر اور آنکھوں اور مونچھوں اور بھوؤں کے بال نوچ ڈالے اور انکا سر منڈا کر مدینہ کی طرف روانہ کردیا وہ

طلحہ و زبیر و عائشہ کے آنے سے واقف ہوئے تو ایک شخص کو بھیجکر دریافت کرایا کہ تم لوگوں کا یہاں آنے سے کیا مقصود ہے عائشہ نے کہلا بھیجا کہ ایک گروہ سفہا نے مختلف شہروں سے جمع ہو کر عثمان بن عفان کو بیگناہ قتل کر ڈالا ہے چونکہ میں مادر مومنین ہوں لہذا فوج لیکر آئی ہوں کہ اُنکے خون کا انتقام لوں۔

قاصد عثمان بن حنیف نے یہ جواب عثمان کو پہونچایا اور عائشہ اور طلحہ اور زبیر کو جسطرح ایک لشکر آراستہ کے ساتھ جنگ پر آمادہ دیکھا تھا بیان کیا کہ یہ لوگ شہر بصرہ کے باہر صف کشی کئے ہوئے ہیں۔

عثمان بن حنیف نے فوج بصرہ کو جو اُنکے زیر حکم تھی اور امیر المومنین کے تابع تھی جمع کیا اور بارادہ مقابلہ و مقاتلہ اُنکے روبرو کھڑے ہوئے پس طلحہ دونوں صفحوں کے درمیان میں آیا اور ایک خطبہ پڑھا اور لوگوں کو خون عثمان کے انتقام لینے پر ترغیب دلائی اور فضائل و مناقب عثمان کے ظاہر کئے پھر زبیر نے بھی ایسا ہی خطبہ پڑھا پھر عائشہ نے بھی اسی طرح کی تقریر کی اہل بصرہ نے جب ان تینوں آدمیوں کے خطبے سُنے تو اُنکے دو گروہ ہو گئے بعضوں نے ان تینوں کی موافقت کی اور بعضوں نے یہ خیال کر کے یہ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کر رہے ہیں طلحہ و زبیر پر اعتراض کیا کہ اگر یہی بات تھی تو تم نے پہلے حضرت علی علیہ السلام سے کیوں بیعت کی اور اب خون عثمان کے بہانہ سے سلطنت کرنا چاہتے ہو۔ بعض اصحاب رسولؐ نے جو لشکر عثمان بن حنیف میں تھے باواز بلند پکار کر کہا کہ قسم خدا کی عثمان بن عفان کا مارا جانا بہ نسبت آپ کے اوپر بہ نسبت اس امر کے سبک و آسان ہے کہ اُنکے حرم محترم کو ایسی جگہہ پر لایا جاوے اور عائشہ کے وجود کی طرف اشارہ

تھا لیکن آخر میں توبہ کی اور سمجھ گئے کہ جو کچھ ہم نے کیا تھا بُرا تھا۔

علامۂ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے کہ وہ سابقین صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کی اور جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

اور کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ مالک بن التیہان بن مالک ابو الہیثم البلوی مرتل بن الحارث بن قضاعہ انصاری کو ایک گروہ اہل علم نے کہا ہے کہ یہ قبیلہ اوس سے تھے اور اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں جنگ بدر و احد اور تمام مشاہد میں شریک رہے اور صفین میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ۳۷ھ میں شہید ہوئے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ صفین میں علی علیہ السلام کے ساتھ تھے لیکن بعد کو اپنی موت سے مرے اور انکے بھائی عبید ۳۷ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے

عثمان بن حنیف الانصاری

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے کہ یہ بھی منجملہ اُن سابقین صحابہ کے ہیں جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کی اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ وہ پہلے عمر کی طرف سے عامل تھے پھر حضرت امیر علیہ السلام نے انکو عامل مقرر کیا عمر نے انکو والی پیمائش عراق قرار دیا تھا اور اس امر پر بھی مقرر کیا تھا کہ خراج و جزیہ اہل عراق سے لیتے رہیں اور امیر المومنین نے انکو والی بصرہ قرار دیا اور جب طلحہ و زبیر بصرہ میں آئے تو انکو نکال دیا اور وہ حضرت امیرؑ کے پاس چلے گئے۔

سید المحدثین نے کتاب تحفۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب عثمان بن حنیف لشکر

موافقت کی اور روز جنگ خیبر دونوں بھائی حضرت جعفر طیار ابن ابیطالبؑ کے ہمراہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جنگ خیبر و مکہ و حنین و تبوک اور طائف میں شریک رہے بعد ازاں حضرت رسالت مآب صلعم نے خالد کو عامل صدقات یمن قرار دیا اور انکے بھائی ابان کو عامل بحرین اور دوسرے بھائی عمر کو عامل تیما و خیبر و عرینہ مقرر فرمایا۔ اور یہ لوگ حضرت کی وفات تک اپنے کام میں مشغول رہے۔ لیکن جب حضرتؐ کی خبر وفات پہونچی تو فوراً کام چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ جب ابوبکر نے ان لوگوں سے کہا کہ تمنے کام سے کیوں ہاتھ روک لیا تو خالد نے جواب دیا کہ ہم پیغمبر خدا صلعم کے بعد کسی کی خدمت نہ کرینگے اور انہوں نے ابوبکر کی بیعت سے اختلاف کیا اور وہ شعر کہا خلاصہ یہ ہے:۔

یعنی "اے بنی ہاشم تم شجر بلند و پاک و پاکیزہ سے ہو تم لوگ ولی ہو یعنی مالک ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں"۔

ابو الہیثم مالک بن التیہان الانصاری

کبار صحابہ رسالتمآب سے تھے اور عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ میں منجملہ نقبا تھے اور تمام جنگوں اور غزوات میں حضرتؐ کے ساتھ کفار سے جہاد کیا۔

صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ ابو الہیثم بن التیہان نقیب پیغمبرؐ تھے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بڑے مجاہدین میں سے تھے۔

اور کتاب کامل بہائی میں لکھا ہے کہ جنگ صفین میں خزیمہ بن ثابت اور ابو الہیثم انصاری بہت کوشش کرتے تھے اور امیر المومنینؑ کی نصرت میں مشغول تھے حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ ان لوگوں سے لے اچھا ہیں تمہیں چھوڑ دیا

کے اسلام پر مقدم ہے بلکہ ابوبکر انکا خواب سنکر مسلمان ہوئے۔

خالد کے اسلام لانے کا سبب ہوا کہ ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آگ بھڑک رہی ہے اور یہ اسکے کنارے کھڑے ہوئے ہیں باپ انکا چاہتا ہے کہ انہیں اس آگ میں گرا دے ناگاہ جناب رسالت مآب نے انکا گریبان پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا کہ میری طرف چلے آؤ تاکہ آگ میں نہ گرو۔

خالد جب اس خواب ہولناک سے بیدار ہوئے تو انہوں نے قسم کھائی کہ میرا خواب صحیح ہے اور رسالت مآب صلعم کی خدمت میں روانہ ہوگئے رستہ میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی انہوں نے حالت پوچھی تو انہوں نے بیان کی ابوبکر بھی انکے ساتھ ہولیے۔ دونوں ایک ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔

اور کتاب اصابہ اور کتاب اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ جب خبر اسلام خالد انکے والد کو ملی تو انہوں نے اپنے اور بیٹوں کو بھیجا کہ خالد کو لے آو پھر جب وہ انہیں لائے تو باپ نے بہت اذیت پہونچائی اور گھر سے نکالدیا اور دوسرے بیٹوں کو حکم دیا کہ انکا کھانا پینا بند کردو اور کوئی انکے ساتھ ہمزبانی اور موافقت نہ کرے۔ خالد نے بھی اسپر صبر کیا اور کہا کہ جس خدا نے مجھے راہ حق دکھائی ہے وہ میری روزی بھی پہونچا دیگا اور حضرت پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شب و روز آپ ہی کے دسترخوان پر کھاتے پیتے اور بسر کرتے تھے۔ لیکن اپنے باپ سے بہت ڈرتے تھے لہذا جب مسلمانوں نے حبش کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی اپنی زوجہ امیمہ بنت خالد الخزاعی کو ساتھ لیکر حبش چلے گئے اور وہیں انکا لڑکا سعید اور ایک بیٹی پیدا ہوئی خالد کے بھائی عمرو بن سعید نے بھی انکے ساتھ

صاحب روضۃ الصفا نے مولف حفیہ سے نقل کیا ہے کہ جب خبر وفات جناب رسالت مآب بریدہ کو پہونچی تو انھوں نے اپنے قبیلہ میں ایک علم مرتب کیا اور اُسے لیکر مدینہ میں آئے اور حضرت امیر علیہ السلام کے دروازہ پر نصب کر دیا عمر کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اسے کہا کہ خلائق نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور کوئی اظہار مخالفت نہیں کرتا تم کیوں مخالفت کرتے ہو۔

بریدہ نے جواب دیا کہ میں سوا اس گھر کے مالک کے اور کسی سے بیعت نہیں کرونگا۔

آخرکار لوگوں نے مجمع کیا اور بریدہ کو زبردستی خوف دلاکر اور ڈراکر جسطرح سے اور دوسرے دوستان امیر المومنین سے بیعت لی تھی اسیطرح اُن سے بھی بیعت لی۔

بریدہ نے جنگ صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ ہوکر جہاد کیا اور کبھی حضرت سے انحراف کر کے دوسرے کی طرف رجوع نہیں کی۔ شعر

چنان از جانب او جانب غیرے رود عاقل
کہ ہر جانب کہ او رفتہ است حق باشد بدان جانب

یعنی کیونکر اُنکی طرف سے دوسری طرف کوئی عاقل جا سکتا ہے اسلئے کہ جسطرف وہ جاتے ہیں حق اُسی طرف جاتا ہے" مروی ہے کہ آخر عمر میں بریدہ بقصد جہاد خراسان کی طرف گئے تھے اور وہیں انتقال فرمایا۔

خالد بن سعید بن اُمیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی

انکی کنیت ابو سعید ہے اور سابقین اولین میں سے ہیں انکا اسلام ابوبکر

ابوذر غفاری ہوں۔ میں نے رسول اللہ کو اس گذشتہ دیکھا ہے کہ آنحضرت صلعم بھی اس حلقہ کو پکڑے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ :-

ایھا الناس اگر تم اتنے روزے رکھو کہ مثل تانت کے دبلے ہو اور اگر اتنی نمازیں پڑھو کہ مثل کمان کے خم ہو جاؤ اور اتنی دعائیں کرو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ یعنی اس خضوع و خشوع سے دعائیں مانگو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ یا یہ کہ دعوت اسلام اس طرح سے کرو کہ کفار تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر تم بغض رکھو علی بن ابیطالب سے تو خداوند عالم تمکو اوندھے منہ آتش جہنم میں پھینک دیگا

اے ابوالحسن کھڑے ہو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو بتحقیق کہ خداوند عالم نے مجھکو اور تمکو ایک ہی شجرہ سے پسند کیا ہے میں اسکی اصل ہوں اور تم اسکی فرع پس جو شخص اسکی فرع کو قطع کرے خداوند عالم اسکو منہ کے بل جہنم میں پھینک دے گا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ علیؑ سید المسلمین اور امام المتقین ہیں۔ ناکثین۔ مارقین و جاحدین کو قتل کرینگے۔

علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

بریدہ بن الحصیب الاسلمی

اخیار صحابہ جناب سید المرسلین صلعم سے تھے اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب خلاصۃ الاقوال میں انکو منجملہ مقبولین اور خواص شیعہ امیر المومنین سے شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ منجملہ سب سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کرنیوالوں کے ایک وہ بھی تھے اور دوسرے مرا ئیۃ مالک۔

نہ پہچانا ہو اُسے میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جندب بن جنادہ ابوذر غفاری ہوں اور میں صحابی ہوں جناب رسولؐ کا۔ میں نے حضرت کو اسی جگہ پر فرماتے سُنا اور اگر نہ سُنا ہو تو بہرہ ہو جاؤں۔ جبکہ آنحضرت صلعم نے پکار کر فرمایا

ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم ۵ یعنی خداوند عالم نے برگزیدہ کیا ہے۔ آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران کو عالمین پر درحالیکہ ذریت ہیں بعض اُسی ذریت کے بعض سے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا لیکن ذریت پس نوحؑ سے ہے اور آل ابراہیم سے ہے اور سلالہ اسمٰعیل سے ہے اور عترت ہادیہ ذریت طاہرہ محمد سے ہے اور صدیق اکبر علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں پس اے اُمت اپنی حیرہ بعد اپنے نبی کے اگر تم اُسی کو مقدم کرتے جسکو خدا اور رسولؐ نے مقدم کیا تھا اور اسکو موخر کرتے جسکو خدا و رسول نے موخر کیا تھا تو ہرگز ولی خدا محتاج نہوتا اور راہ ہدایت میں سے راہ خدا میں کوئی حیران نہ ہوتا اور کوئی امت بعد اپنے نبی کے مختلف نہوتی لیکن یہ کہ تاویل اسکی اہلبیت سے معلوم ہو سکتی ہے پس اپنے کیئے ہوئے کا مزہ چکھو اور عنقریب ظالمین کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس طرح پلٹا کھاتے ہیں۔

شیخ ابوالفتوح کراجکی کتاب کنز الفوائد میں ابن عباس سے روایت کی ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو خانہ کعبہ کے حلقہ میں لٹکے ہوئے دیکھا درحالیکہ وہ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا میں اُسے اپنا نام بتاتا ہوں کہ میں جندب ابن جنادہ ابوذر غفاری

مارے لیکن دشنام وہ نہیں دیسکتا۔ قسم خدا کی اگر اسنے مجھے دشنام دی تو میں اُسکا جواب تلوار سے دونگا وہ میرا کفو نہیں ہے" یہ فرما کر حضرت غصہ میں اُٹھ گئے اور عثمان ساکت رہا۔

جب ابوذر مقام ربذہ میں پہونچے تو اُسی ویران مقام میں بسر کرتے تھے البتہ حج کے زمانہ میں حجاج اُسطرف سے گزرتے تھے تو اُن سے ملاقات ہوتی تھی اور وہ تحفہ اُنکے لیے لیجاتے تھے لیکن وہ قبول نہیں کرتے تھے۔ یہانتک کہ وہیں وفات پائی اُنکی مصیبتوں اور زحمتوں کی تفصیل جو عثمان کے سبب سے اُن پر پڑیں کتاب استیعاب وغیرہ میں مذکور ہیں نیز صاحب استیعاب نے لکھا ہے۔ کہ اعمش نے عبدالرحمن بن اعثم سے روایت کی ہے۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں ایک روز ابودردا کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک شخص اہل مدینہ سے آیا ابودردا نے اس سے پوچھا کہ ابوذر کو تمنے کہاں چھوڑا اس نے جواب دیا کہ ربذہ میں ابودردا نے انا للہ وانا الیہ راجعون" کہا اور کہا کہ اگر ابوذر میرے جسم کا کوئی عضو جدا کرڈالتے جب بھی میں اُن سے جدائی نہ اختیار کرتا۔ بسبب اُن فضائل کے جو میں نے پیغمبر خدا سے اُنکے بارہ میں سُنے ہیں۔

شیخ اجل ابوالفتوح رازی نے آیہ "اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا" الخ کی تفسیر میں معروف بن خربوذ سے روایت کی ہے اور انھوں نے ایک گروہ تابعین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ایک سال موسم حج میں لوگوں سے احادیث بیان کررہا تھا۔ ناگاہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو عمامہ سیاہ سر پر باندھے ہوئے تھا۔ جب میں کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو وہ بھی ایک حدیث بیان کرتا تھا۔ یہانتک کہ جب فارغ ہوا تو کہنے لگا کہ اے گروہ مردم جس نے مجھے پہچانا ہو اُسنے تو پہچانا ہی اور جس نے

عثمان نے کہا کہ تم کس موضع کو ہر جگہ سے بڑھکر دشمن رکھتے ہو۔
فرمایا کہ ربذہ کو۔
عثمان نے حکم دیا کہ وہیں چلے جاؤ اور سوائے اس موضع کے کسی دوسری جگہ نہ جاؤ۔
پس مروان کو حکم دیا کہ ابوذر کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ سے باہر لیجاؤ
اصحاب رسول ابوذر کے ساتھ ایسا سخت برتاؤ کرنے سے نہایت رنجیدہ ہوئے
اور حضرت امیر معہ حسنین علیہم السلام اور عبداللہ بن عباس اور عمار یاسر اور
مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کے ابوذر کو پہونچانے کیلئے تشریف لے گئے اور
انکو بہت تسلی و تسکین دی اور امر بصبر فرمایا۔
مروان حکم نے کہا کہ کیا امیر المومنین عثمان نے منع نہیں کیا ہے کہ کوئی انکو پہونچانے
نہ جاوے ۔ حضرت امیر علیہ السلام کو یہ بات ناگوار ہوئی اور آپ نے اسکے خچر کے
دونوں کانوں کے درمیان میں تازیانہ مارا اور فرمایا کہ "دور ہو اے کرنجی عورت
کے بیٹے تجھے کیا حق ہے کہ ہمارے فعل پر اعتراض کرے"
الغرض ابوذر اسی حالت سے ربذہ کی طرف روانہ ہوگئے اور حضرت امیر علیہ السلام
معہ اپنے گروہ کے واپس ہوئے مروان بن حکم عثمان کے پاس گیا اور حضرت امیرؑ کی شکایت کی
عثمان نے کسی کو بھیجکر حضرتؑ کو بلا بھیجا اور کہا کہ کیا میں نے حکم نہیں دیا تھا کہ کوئی
شخص تم میں سے مدینہ سے باہر نہ جائے آپ کیوں گئے اور اپنے ساتھ اور لوگوں کو کیوں لے گئے
حضرتؑ نے فرمایا کہ "تمہارا حکم ماننا ہمپر واجب نہیں ہے"
عثمان نے کہا کہ مروان کو آپسے شکایت ہے کہ آپ نے اسے دشنام دی اور اسکے
خچر کے دونوں کانوں کے درمیان میں تازیانہ مارا آپ اس سے معافی مانگئے
اور اسکے دل کو خوش کیجئے۔
حضرتؑ نے فرمایا کہ میرا اونٹ کھڑا ہوا ہے وہ اسکے دونوں کانوں کے درمیان میں تازیانہ

جانتا ہوں کہ اگر یہ گناہ کی باتیں ہیں تو میں گناہگار ہوں۔ عثمان کا غصہ اور زیادہ بڑھا اور اسنے لوگوں سے کہا کہ اس بڈھے کذاب کے ساتھ کیا کروں جو برابر فتنہ انگیزی کرتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انکو رنج نہ دو اگر وہ اس روایت میں جھوٹے ہیں تو گناہ کذب میں ماخوذ ہونگے اور اگر سچے ہیں تو اسکا اثر خود ہی ظاہر ہی ہو جائے گا۔

عثمان نے حضرت امیر علیہ السلام کی یہ باتیں پسند نہیں کیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہایت بے انصافی و نامناسب بات ہے کہ جو تم ابوذر کے حق میں کرتے ہو درحالیکہ وہ رسول خدا صلعم کے دوست ہیں اور تم نے صرف معاویہ کے لکھنے کے سبب سے انکے ساتھ ایسا برا برتاؤ کیا حالانکہ معاویہ کے ظلم و فساد اور فتنہ و عناد سے تم خود واقف ہو۔ عثمان خاموش ہو رہا اور حضرت کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ابوذر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔

ابوذر نے فرمایا کہ میں خود ایسا ہی کرونگا مجھے تمہاری ہمسائیگی میں رہنا گوارا نہیں ہے اگر کہو تو شام چلا جاؤں۔

عثمان نے کہا کہ شام ہی سے تو تمکو ہمنے بلایا ہے۔ تمنے وہاں کے لوگونکو ہمسے پھیر دیا اب وہاں جانیکی اجازت نہیں مل سکتی۔

ابوذر نے کہا کہ اچھا عراق چلا جاؤں،،

عثمان نے جواب دیا کہ وہاں جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اسلئے کہ اہل عراق ہمیشہ امرا اور ائمہ پر طعن کرتے ہیں اور فتنہ برپا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

ابوذر نے کہا کہ میں جہاں رہونگا سخن حق کہونگا۔ اب تم بتاؤ مجھے کہاں جانے کا حکم دیتے ہو۔

بات جھوٹ کہہ رہا ہوں۔
ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں یا سچ۔
عثمان نے حکم دیا کہ کوئی ابن ابیطالبؑ کو بلا لاوے۔ جب حضرت امیرؑ تشریف لائے تو عثمان نے ابوذر سے کہا کہ جو حدیث ابھی تم بیان کرتے تھے پھر بیان کرو تاکہ ابوالحسنؑ سنیں۔
ابوذر نے وہ حدیث بیان کی۔
عثمان نے حضرت امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے کبھی یہ حضرت رسالت مآبؐ سے سنا ہے۔
حضرتؑ نے فرمایا کہ ابوذر ہرگز جھوٹ نہیں بولتے۔
عثمان نے کہا آپؑ کس سبب سے انکی تصدیق کرتے ہیں۔
حضرتؑ نے ارشاد فرمایا اسلیئے کہ جناب رسالت مآبؐ سے میں نے سنا ہے۔
کہ "آسمان نے کسی پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے کسی کو نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو"۔
حاضرین مجلس نے بھی یک زبان ہو کر کہا کہ ابوذر سچ کہتے ہیں۔
ابوذر نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث بنی العاص کے بارہ میں جناب رسالت مآبؐ کے الفاظ سے نقل کی ہے اور تم لوگ اسکو جھوٹ کی نسبت دیتے ہو۔ میں تم لوگوں سے اپنے بارہ میں ایسی امید نہ رکھتا تھا۔
عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو اور فتنہ جوئی کرتے ہو اور فتنہ پردازی کو دوست رکھتے ہو۔
ابوذر نے فرمایا کہ تم ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلتے رہو تو تم پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔
عثمان نے کہا کہ تمہیں ان باتوں سے کیا مطلب؟
ابوذر نے فرمایا کہ میں اپنا کوئی گناہ سوائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نہیں

دے جب تک کہ مدینہ نہ پہونچا دے۔ حضرت ابوذر بلند قامت اور لاغر اندام تھے اور بڑھاپا پورا اثر کر چکا تھا۔ سر و ریش کے بال بالکل سفید تھے اور نہایت نحیف و ضعیف ہو گئے تھے۔ راہبر اونٹ کو بہت تیزی سے ہنکاتا تھا۔ اور اونٹ پر کوئی چادر وغیرہ نہ تھا۔ یہانتک کہ حضرت ابوذر کے پانوں مجروح ہو گئے اور رانوں کا گوشت جدا ہو ہو کر گرنے لگا۔ جب یہ مدینہ پہونچے۔ اور عثمان سے ملاقات ہوئی تو عثمان نے کہا کہ اے جندب کوئی آنکھ تمھیں دیکھ کر روشن نہ ہو۔

ابوذر نے فرمایا کہ بیشک میرے باپ جُنادہ نے میرا نام جندب رکھا ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا ہے عثمان نے کہا کہ تم پیغمبر خدا پر تہمت کرتے ہو اور انکی طرف سے بیان کرتے ہو کہ خدا فقیر ہے اور ہم لوگ مالدار ہیں۔

ابوذر نے کہا کہ یہ کلمہ ہرگز میری زبان پر جاری نہیں ہوا لیکن رسالتمآب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ابو العاص کی اولاد میں تیس آدمی ہو جائینگے تو وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے مال کو اپنے لیئے وسیلۂ دولت و اقبال قرار دیں گے اور بندگان خدا کو اپنا نوکر اور خدمتگار بنائیں گے اور دین میں خیانت کرینگے پھر خدا ہی اپنے بندوں کو ان سے خلاصی دے گا۔

عثمان نے حاضرین دربار سے پوچھا کہ "تم لوگوں نے کبھی آنحضرت صلعم سے یہ حدیث سنی ہے"؟

سب نے جواب دیا کہ ہمنے نہیں سنی"

عثمان نے ابوذر کہا کہ تم حضرت رسول خدا پر تہمت رکھتے ہو۔

حضرت ابوذر نے حاضرین دربار سے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کا گمان ہے کہ میں یہ

حکم دو کہ مروان بھی باہر جا کر اسکے دونوں کانوں کے درمیان تازیانہ مار دے
حاصل کلام ابوذر معہ اہل و عیال ربذہ میں پہونچے اور وہاں اُن پر ایسی مصیبت پڑی کہ وقت وفات کوئی ایسا کپڑا بھی نہ تھا جو اُنکے کفن کے کام آ سکتا۔ لیکن حسب پیشینگوئی جناب رسالت مآب صلعم ایک گروہ غیب سے ظاہر ہوا جس نے انکی تجہیز و تکفین کی۔

ترجمۂ فتوح احمد بن عاثم کوفی میں مذکور ہے کہ جب عمار کے اذیت دینے کی خبر ابوذر کو شام میں پہونچی تو انھوں نے عثمان کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا معاویہ نے عثمان کو وہ باتیں لکھیں اور لکھا کہ بعد مراسم خدمت و دعا کے معاویہ بن صخر خدمت امیر المومنین عثمان میں عرض کرتا ہے کہ ابوذر نے ملک شام کی خلقت کو آپ سے پھیر دیا ہے جب ابوبکر و عمر کا ذکر آتا ہے تو اُنکی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور جب آپ کا ذکر آتا ہے تو بُرے کلمات کہتے ہیں۔ ملک شام و مصر میں انکا رہنا مصلحت نہیں ہے اسلیئے کہ ان ملکوں کے لوگ فتنہ دوست ہیں۔ اب آپکا جو حکم ہو اُسکے مطابق کیا جائے۔ والسلام۔

جب معاویہ کا یہ خط عثمان کو پہونچا تو اُسنے جواب لکھا کہ "خط تمہارا پہونچا تم نے جو کچھ ابوذر کا حال لکھا معلوم ہوا تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ بمجرد اس خط کے دیکھنے کے ابوذر کو ایک شریر و سخت سواری پر سوار کرکے ایسے ہنکانے والے کے ساتھ بھیجا دو جو روز و شب ہنکاتا رہے تاکہ وہ سو نہ سکیں۔ اور اُن پر نیند غالب ہو جو میری اور تمہاری یاد اُنکے دل سے بھلا دے۔ جب یہ حکم معاویہ کو پہونچا تو اس نے ابوذر کو ایک سخت کوہان والے شریر اونٹ پر بغیر کسی زین و چار جامہ وغیرہ کے سوار کیا اور ایک ظالم اور کج خلق آدمی کو ہمراہ کیا اور اس سے تاکید کردی کہ روز و شب اونٹ کو ہنکاتا رہے اور راستہ میں کسی جگہ نہ ٹھیرنے دے اور نہ اُترنے

اس سے اشارہ یہ تھا کہ عثمان بھی منجملہ اُن لوگوں گوں کے ہے جو خزانے جمع
کرتے ہیں اور جہنم میں وہی چاندی و سونا گرم کرکے انکی پیشانیاں اور پہلو داغے
جائینگے۔

منقول ہے کہ ایک روز **ابوذر** نے **عثمان** سے فرمایا کہ زکواۃ دینے والے
کو چاہئے کہ محض اپنے اقارب و اعزا پر مال زکواۃ منحصر نہ رکھے۔
کعب الاحبار نے جو **عثمان** کا یار غار تھا کہا کہ جس نے فریضہ ادا کردیا حق
خدا اس سے ساقط ہوگیا **ابوذر** نے فرمایا کہ اے پسر یہودیہ تجھے کیا حق ہے
کہ تو مجھے جواب دے۔ قسم خدا کی یہودیت تجھسے خارج نہیں ہوئی اور ایک چھڑی
کعب الاحبار کے سر پر ماری۔ الغرض **عثمان** **ابوذر** کے امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کی تاب نہ لاسکا اور **ابوذر** کو **ربذہ** لے جانیکا حکم دیا جو وہاں
کے بدترین مقامات میں سے تھا اور اسپر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ حکم دیا کہ وہ کسی
مسلمان کے فتوے کا جواب نہ دیں باوجودیکہ پیغمبر خدا نے ابوذر کی صداقت
کے متعلق جو کچھ فرمایا وہ ظاہر ہے پھر حکم دیا کہ ابوذر کے پہونچانے کیلئے کوئی شخص
نہ جائے لیکن حضرت امیر المومنینؑ اور عمار یاسر پہونچانے کے لئے شہر کے باہر
تشریف لیگئے **مروان** سے راہ میں ملاقات ہوئی اور اسنے کہا کہ تم لوگوں سے
کیوں ایسا فعل سرزد ہوا جو خلیفہ عثمان کے حکم کے خلاف ہے۔
حضرت امیر علیہ السلام اور مروان سے اس بارہ میں گفتگو ہوئی اور حضرت نے
ایک تازیانہ اسکے خچر کے دونوں کانوں کے بیچ میں مارا مروان نے جاکر
عثمان سے شکایت کی جب حضرت سے اور عثمان سے ملاقات ہوئی تو عثمان
نے کہا کہ مروان کو آپ سے شکایت ہے کہ آپ نے اسکے خچر کے دونوں کانوں
کے درمیان تازیانہ مارا حضرت امیرؑ نے جواب دیا کہ میرا اونٹ دروازہ پر کھڑا ہے

سمجھنے سے عاجز ہیں۔ منقول ہے کہ ابوذر بعد اسلام لانے کے احکام خدا تعلیم دینے کیلئے اپنی قوم میں تشریف لیگئے تھے اور جب جنگ بدر و احد وخندق واقع ہوئی اس زمانہ میں یہ اپنی قوم کی ہدایت میں مشغول تھے پھر مدینہ میں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وقت وفات آنحضرت تک مشغول خدمت رہے۔

خلافت عمر کے زمانہ میں بہ نیت جنگ ملک شام کی طرف گئے اور خلافت عثمان کے زمانہ تک وہیں رہے۔

معاویہ بن ابی سفیان جو کہ عثمان کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا اور طرح طرح کے دنیاوی تجملات اور تعمیر عمارت میں مشغول تھا ابوذر اسکی بیخ و سرزنش فرمایا کرتے تھے کہ اعمال و افعال تیرے مطابق سنت جناب ختم مرتبت نہیں ہیں۔ منقول ہے کہ ایک روز معاویہ نے اپنے دربار میں بیت المال کا نام بیت مال اللہ رکھا تھا۔ ابوذر نے کہا کہ تو بیت مال اللہ اسو جہ سے کہتا ہے کہ روز قیامت تیرا حساب محض خدا کے ساتھ پڑے۔ تجھے بیت مال المسلمین کہنا چاہئے۔ اور اس دنیا میں بھی اسکے حساب سے اپنے کو پاک رکھنا چاہئے۔ معاویہ کو یہ کلمات برے معلوم ہوئے اس نے عثمان کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ اگر آپ کو ملک شام کی احتیاج ہے تو ابوذر کو کسی دوسرے ملک میں بھیجدیجئے۔ اسلئے کہ وہ یہاں کی خلائق کو آپ سے بدعقیدہ کر رہے ہیں عثمان نے بذریعہ ایک خط کے ابوذر کو بلا بھیجا ابوذر طوعاً و کرہاً مدینہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن وہاں پر پہونچکر عثمان کے گناہوں اور اقوال و اعمال پر اعتراض کرنا شروع کیا اور جو اسکو دیکھتے تھے تو یہ آیت پڑھتے تھے۔

"یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ"

یعنی کیا تو نے بسر بن یعنی **معاویہ** کی داستان نہیں سنی؟ کہ اس سے اور اسکے تین عزیزوں سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا کیا صدمے پہونچے۔ اسنے ناحق داماد پیغمبر یعنی حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام کا حق لے لیا اور انکے بیٹے **یزید** نے فرزند پیغمبر یعنی جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر جسم اطہر سے جدا کیا اور اسکے باپ ابو سفیان نے خود جناب پیغمبر خدا صلعم کے لب و دندان مبارک پتھر سے توڑے اور اسکی ماں **ھندہ** نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت **حمزہ**ؓ کا جگر مبارک جسم اطہر سے علیحدہ کر کے چبایا۔ ایسی قوم پر تو لعنت نہیں کرنا یہ بڑی شرم کی بات ہے۔ لعنت کرے خداوند عالم یزید اور اس کی قوم پر۔"

ابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری

جناب رسالتمآب صلعم کے کبار صحابہ میں سے تھے اور قدیم الاسلام تھے چنانچہ صرف تین آدمیوں کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ وہ ظرف علم تھے اور زہد و ورع و حق گوئی میں اپنے اقران و امثال سے سبقت لیگئے تھے یہانتک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے نہیں اٹھایا کسی ایسے شخص کو یا کو جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو اور پھر انکی شان میں فرمایا کہ ابوذر کی مثال میری امت میں مثل عیسیٰ مریم کے ہے انکے زہد میں۔ اور حضرت علیؑ سے کسی نے ابوذر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں علوم دینیہ اور مسائل یقینیہ میں جو کچھ انھوں نے سمجھا اور یاد کیا ہے دوسرا اسکے

یہ ہے کہ معاویہ کے باوجود ان تمام برائیوں اور رذائل کے جو حد شمار سے زائد ہیں
بلکہ احاطۂ وہم وگمان سے خارج نہیں اور باوجود اسکے کہ اسکو ظالم اور باغی کہتے
ہیں اور وَلَدُ الزنا جانتے ہیں چنانچہ **زمخشری** نے جو مشائخ علمائے
سُنّی حنفیہ میں سے ہیں۔ کتاب ربیع الابرار میں اسکی تصریح کی اور کہا ہے
کہ چار شخص مدعی تھے کہ معاویہ میرا فرزند دلبند ہے باوجود ان تمام امور کے
اکثر علما انکے معاویہ پر لعنت جائز نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں
متوقف ہیں حالانکہ لعنت کے معنی محض خدا کی رحمت سے دوری کے
ہیں اور کوئی شک نہیں ہے کہ جس شخص میں ایسے صفات قبیحہ رذیلہ ہوں اور
وہ نطفۂ حرام بھی ہو تو وہ رحمت خدا سے یقیناً دور رہیگا اور حدیث "وَلَدُ الزنا
لا یفلح" یعنی ولد الزنا فلاح نہ پائے گا اس امر پر دلیل قاطع ہے علاوہ برین
خود جناب رسالت مآب صلعم سے اس بارہ میں لعنت کو نقل کرتے ہیں چنانچہ
زمخشری نے اسی کتاب میں روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم کھڑے
تھے ناگاہ دور سے **ابو سفیان** نظر آیا جو ایک گدھے پر سوار تھا اور یزید اس کا
بڑا بیٹا آگے سے اس گدھے کو کھینچ رہا تھا اور معاویہ پیچھے سے ہنکارتا تھا جب
آپکی نظر ان پر پڑی تو فرمایا: "لَعَنَ اللہ الراکِبَ وَالقائِدَ وَالسّائقَ"
یعنی خدا سوار اور کھینچنے والے اور ہانکنے والے تینوں پر لعنت کرے۔ ایک
شاعر غزنوی نے کیا خوب کہا ہے:۔ **شعر**

داستانِ پسرِ ہند مگر نشنیدی   کہ از و فرسہ کسے او بہ پیمبر چہ رسید
او بناحق حقِ داماد پیمبر بگرفت   پسرِ او سرِ فرزند پیمبر ببرید
پدرِ او لب و دندانِ پیمبر بشکست   مادرِ او جگرِ عم پیمبر بمکید
بر چنیں قوم تو لعنت نکنی شرمت باد   لعن اللہ یزید او علی قوم یزید

خوش دمے چوں بہر یار مہرباں میرد کسے | چوں نباید مرد بارے آں چناں میرد کسے
چوں شہید عشق را در کوئے خود جامی دہند | جاے آں دارد کہ ہر آں زماں میرد کسے

اور کتاب کامل بہائی میں قاضی عبدالجبار معتزلی سے منقول ہے کہ انہوں نے کتاب محیط میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام نے عمار کے قتل سے قبل کبھی اہل البغاۃ کے قتال میں ابتدا انہیں کی تھی لیکن جب چھبیسویں روز عمار شہید ہوئے تو حضرت نے ان پر کفار کا حکم کر دیا اور اسکے قتل میں ابتدا فرمائی اور ایک شب میں پانچسو تیس آدمیوں کو اپنے دست مبارک سے قتل کیا اور ہر ایک کو قتل کرنے کے بعد تکبیر اسطرح فرماتے تھے جیسا کہ قتل کفار میں قاعدہ ہے۔ اور فرماتے تھے کہ جسکو میری تلوار قتل کریگی وہ جہنم میں جائیگا۔

اور منجملہ لطائف مناسبہ کے یہ ہے کہ جب حضرت عمار شہید ہوئے تو عباسؓ صف لشکر معاویہ کے پاس گئے۔ اور حدیث "تقتلك الفئة الباغية" یعنی عنقریب گروہ باغی تمکو قتل کرے گا۔ اہل لشکر کو سنائی اور انکو بغاوت سے خوف دلایا۔

معاویہ نے جواب دیا کہ عمار کو اس شخص نے قتل کیا ہے کہ جو انکو اس معرکہ میں لایا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس بنا پر حمزہؓ کا کو پیغمبر صلعم نے قتل کیا جو ان کو جنگ احد میں لیگئے ابن عباسؓ کے اس جواب پر معاویہ اس ساکت ہوا کہ گویا اسکے منہ میں کسی نے پتھر رکھدیا۔

صاحب کتاب ظرائف نے محمود خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ چونکہ یہ حدیث بہت زیادہ صحیح اور مشہور تھی معاویہ انکار نہ کرسکا لیکن ایسی واہیات تاویل کی جو ابن عباسؓ نے باطل کردی۔

تنبیہ منجملہ اقوال واہیہ اہل خلاف کے جو سراسر خلاف عقل و انصاف ہیں

تو حضرت عمار کے سرہانے آگئے اور عمار کا سر زانوئے مبارک پر رکھا اور یہ اشعار فرمائے۔

أَلَا يَا أَيُّهَا الْمَوْتُ الَّذِي هُوَ قَاصِدِي ۔۔۔ أَرِحْنِي فَقَدْ أَفْنَيْتَ كُلَّ خَلِيلِي

أَرَاكَ بَصِيراً بِالَّذِينَ أُحِبُّهُمْ ۔۔۔ كَأَنَّكَ تَنْحُو نَحْوَهُمْ بِدَلِيلِ

یعنی اے وہ موت! جو میرے تاک میں ہے تو نے میرے ہر دوست کو فنا کر دیا مجھے کچھ تو راحت لینے دے جن لوگوں کو میں دوست رکھتا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ تو اُن لوگوں کی طرف اسطرح جاتی ہے جیسے کوئی راہ پر تجھے اُن کا نشان بتاتا ہے۔

اسکے بعد "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" فرمایا اور ارشاد کیا کہ جو عمار کی وفات سے دل تنگ نہ ہوا اسکو اسلام کا کوئی حصہ نہ ملے۔ (یعنی کافر ہی رہو) خداوند عالم عمار پر رحمت نازل کرے۔ اسوقت میں کہ جب نیک و بد سے سوال کریں جسوقت کہ مینے خدمت میں جناب رسالتمآب کے تین آدمیوں کو دیکھا تو چوتھے عمار تھے اور اگر پانچ آدمیوں کو دیکھا تو پانچویں عمار ضرور تھے۔ عمار پر صرف ایک مرتبہ بہشت نہیں واجب ہوا بلکہ بارہا انہوں نے اسکا استحقاق پیدا کیا۔ جنات عدن انکے لئے مہیا اور گوارا ہوں اسلیئے کہ وہ ایسی حالت میں قتل ہوئے کہ حق انکے ساتھ تھا اور وہ حق کے مددگار تھے۔ چنانچہ رسول خدا صلعم نے انکی شان میں فرمایا ہے "حق عمار کے ساتھ پھرتا رہے گا جس طرف عمار پھریں" بعد اسکے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ عمار کا قتل کرنے والا اور انکو برا کہنے والا اور انکے ہتیاروں کا لوٹنے والا آتش جہنم میں معذب ہوگا پھر آگے بڑھ کر اُن پر نماز میت پڑھی اور اپنے دست مبارک سے قبر میں اُتارا

رَحْمَةُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهِ طُوْبیٰ لَهُ وَحُسْنُ مَآب

شعر

عمار نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا کہ "اے خدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیری مرضی میرے آب فرات میں ڈوب جانے میں ہے تو میں اپنے کو غرق کروں" پھر کہا کہ "اگر میں جانوں کہ تیری رضامندی اسمیں ہے کہ میں اپنی [illegible] اپنے پیٹ پر لاکھ کر زور کروں کہ پشت سے نکل جائے تو ایسا ہی کروں" پھر کہا کہ "بار خدایا میری نظر میں کوئی کام اس سے زیادہ تیری رضامندی کا نہیں ہے جتنا کہ اس گروہ سے مقابلہ کرنا"

جب اس دعا و مناجات سے فارغ ہوئے تو اپنے دوستوں سے کہا کہ میں تین مرتبہ جناب رسالت مآب صلعم کے ساتھ انہیں علموں سے جو لشکر معاویہ میں ہیں جنگ کر چکا ہوں۔ اور آج پھر صاحبان علم سے لڑنا چاہیئے تم پر مخفی نہ ہے کہ آج کے روز شہید ہونگا۔ جب میں اس عالم فانی سے سرائے جاودانی کی طرف کوچ کروں تو میرا کام لطف ربانی پر چھوڑ دینا۔ اور خاطر جمع رکھنا کہ امیر المؤمنینؑ ہمارے مقتدا ہیں جو فردائے قیامت اشرار سے اخیار کا عوض لینگے۔ جب عمار یہ کلمات فرما چکے تو اپنے گھوڑے کو جولان کیا اور لشکر کفار پر متواتر حملہ کرتے تھے اور مختلف رجز پڑھتے تھے یہانتک کہ بہت سے لوگوں نے ملکر گھیر لیا اور ایک شخص نے جسکی کنیت ابو العادیہ تھی ایک زخم کاری لگایا جس سے عمار کی طاقت جاتی رہی وہ اپنی صف لشکر میں واپس آئے اور پانی مانگا اُنکے غلام رشید نے دودھ کا پیالہ پیش کیا جب عمار نے پیالہ شیر کو دیکھا فرمایا "صدق رسول اللہ" لوگوں نے اسکی شرح پوچھی فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے خبر دی تھی کہ آخری روزی تمہاری جو دنیا میں تمہیں ملیگی وہ دودھ ہوگا۔ یہ فرما کر اس کاسہ شیر کو پی لیا اور عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ جب حضرت امیر علیہ السلام کو اس حال کی اطلاع ہوئی

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ روز جنگ صفین عمار نے ہاشم بن عتبہ سے کہا کہ اے ہاشم آج ہم بہشت عنبر سرشت میں جائینگے اور آج ہم اپنے پیغمبر اور انکے گروہ سے ملاقات کرینگے۔ قسم خدا کی کہ اگر یہ باغی لوگ ہمکو نخلستان ہجرت بھی بھگا لیجائیں جب بھی ہم کو بھی یقین رہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر یہ کہکر رجز پڑھنا شروع کیا۔

مخمس

نحن ضربنا علی تنزیله فالیوم نضربکم علی تاویله
ضربا یزیل الهام عن مقیله ویذهل الخلیل عن خلیله
او یرجع الحق الی سبیله

یعنی ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے تمکو تنزیل قرآن کی بنا پر مارا اور آج تاویل و تفسیر قرآن کی بنا پر تمکو ایسی مار مارینگے کہ سر اپنی جگہوں پر قائم نہ رہیں گے اور عاشق اپنے معشوق کی محبت بھول جائیگا جب تک کہ حق اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔

یہ رجز پڑھکر عمار نے لشکر مخالف پر حملہ کر دیا۔

ابن جحر جو اعیان شام میں سے تھا انکے مقابلہ میں آیا عمار نے ایک ہی تلوار میں ابن جحر کے جسم کا جزو اعظم (سر) جدا کر دیا اور پھر لشکر سے جنگ میں مشغول ہوئے اور برابر جہاد کرتے جاتے تھے یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی پیشینگوئی کہ "اے عمار تمکو عنقریب گروہ باغی قتل کرے گا" پوری ہوئی اور عمار نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امیر نے بنفس نفیس ان پر نماز پڑھی اور اپنے دست مبارک سے انکو دفن کیا اسوقت انکی عمر اکانوے برس کی تھی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ روز شہادت

اہل جمل کو جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ محاربہ کیا اور حضرت کے ساتھیوں کے ہاتھ سے مارے گئے شہدا کہتے ہیں اور انکی قبروں کی زیارت کو منجملہ مستحبات شمار کرتے ہیں باوجود اسکے کہ اس امر کے بھی قائل ہیں کہ وہ سب باغی تھے اور حق سے منحرف تھے اور حدیث "یا علی حربُکَ حربی" کو یعنی یا علی تمہاری لڑائی میری لڑائی اور تمہاری صلح میری صلح ہے صحیح مانتے ہیں اور خبر ہدایت اثر "علیاً مع الحق والحق مع علی" کو منجملہ اخبار صحیحہ شمار کرتے ہیں۔

اور اس سے بھی بڑھکر عجیب یہ ہے کہ رؤسائے باغیان یعنی طلحہ و زبیر۔ عائشہ اور معاویہ کو اس جنگ کے بارہ میں معذور رکھتے ہیں اور مستحق ثواب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ مجتہد تھے منتہائے امر یہ ہے کہ انکے اجتہاد نے غلطی کی اور علی علیہ السلام کا اجتہاد صحیح تھا۔ مجتہد مخطی کو ایک ثواب ملتا ہے اور مجتہد مصیب کو دو ثواب اور صاحبان عرفان اور اصحاب بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ان لوگونکو رتبہ اجتہاد بھی نہیں حاصل تھا۔ اور اگر بفرض محال تسلیم ہی کر لیا جائے تو یہ غلطی محض فروع میں نہیں واقع ہوئی بلکہ اصل میں بھی ہوئی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے: ۔ شعر

ہر یکے گر ز رہ روبہی با شیر یزداں پنجہ کرد
گر ہمہ آہوے تاتار است در اصلش خطا است

یعنی اگر کوئی روباہ شیر یزداں سے مقابلہ کرے تو اگرچہ وہ مثل آہوئے تاتار کے حسین وجمیل اور خوشبودار ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کی اصلیت میں ضرور خطا ہے۔

استغفار کو نہیں سنا۔

پھر جناب شیخ نے موسیٰ ابن عبداللہ اسدی سے روایت کی ہے کہ جب اہل البصرہ شکست کھا چکے تو حضرت امیر علیہ السلام نے حکم دیا کہ عائشہ کو قصر ابن خلف میں اتاریں جب عائشہ وہاں اتر چکیں تو عمار یاسر انکے پاس گئے اور فرمایا کہ اے مادر اپنے فرزندوں کی شمشیر زنی آپنے دیکھی؟

عائشہ نے کہا اے عمار چونکہ اسوقت تمکو غلبہ ہوگیا ہے لہذا دین میں صاحب بصیرت بصارت ہو گئے ہو۔

عمار نے جواب دیا کہ قسم خدا کی میری بصیرت دین کے امور میں اس سے زیادہ ہے کہ جو غلبہ کے سبب سے بڑھی یا مغلوبیت کے سبب سے گھٹ سکے قسم خدا کی اگر تم لوگ ہم پر اسطرح سے غالب آتے کہ نخلستان ہجر تک ہمکو بھگا دیتے جب بھی ہمیں یہی یقین رہتا کہ ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر۔

عائشہ نے کہا کہ تمہارے دل میں لوگوں نے ایسا ہی ڈال دیا ہے۔

عمار نے کہا کہ قسم خدا کی میں نے جو کچھ اختیار کیا ہے حجت و دلیل سے اختیار کیا ہے نہ کسی کے شبہہ ڈالنے اور خوبصورت تخیل پیدا کرنے سے میں ازروے یقین جانتا ہوں کہ حضرت امیر علیہ السلام تمام صحابہ پیغمبر سے زیادہ قاری اور زیادہ تر حافظ کتاب خدا ور علم تفسیر قرآن کے جاننے والے ہیں اور حرمت و تعظیم قرآن میں سب سے زیادہ شدید ہیں علاوہ بریں جو قرب خاص انکو پیغمبر خدا کے ساتھ حاصل ہے اور جس کثرت سے انہوں نے اسلام میں جہاد کئے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

تتمہ منجملہ عجیب و غریب اقوال و عقائد اہلسنت کے یہ ہے کہ وہ کہ وہ گروہ باغیہ

وصاف تھے لہذا جس طرف رخ کرتے تھے اسی طرف اللہ کو دیکھتے تھے اور تو جب تک وسوسہ بدخواہ کا رفیق ہے کیونکر جان سکتا ہے کہ وجہ اللہ کدھر ہے۔ جس کا سینہ معرفت کیلئے کشادہ ہو جاوے وہ اپنے آسمان دل پر سوا آفتاب انکا جلوہ دیکھتا ہے حق کو دوسری چیزوں کے درمیان میں ایسا ہی پہچان لیتا ہے جیسے سب لوگ چاندکو ستاروں کے درمیان میں پہچان لیتے ہیں۔ تو اپنی آنکھوں پر دو انگلیاں رکھ لے تو انصافاً بتا کہ دنیا میں کچھ بھی دیکھ سکے گا؟ اور اگر تو نے نہ دیکھا تو یہ دنیا معدوم نہیں ہے بلکہ تیرے نفس شوم نے جو آنکھوں پر انگلیاں رکھ لی ہیں اسی کا عیب ہے جو کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ اے نور چشم آنکھوں پر سے انگلیاں اٹھالے پھر جو جی چاہے دیکھ۔ جو لوگ اپنے سر دمنہ کو کپڑوں میں لپیٹے ہوں لازمی بات ہے کہ باوجود آنکھیں رکھنے کے نہ دیکھ سکیں گے۔

اور شیخ اجل ابو جعفر طوسی نور اللہ مشہدہٗ نے کتاب امالی میں ابی بختہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عمار یاسر نے ابو موسیٰ اشعری کو بہت لعنت و ملامت کی۔ اور پوچھا کہ کونسی چیز تجھکو متابعت امیر المومنینؑ سے مانع ہو رہی ہے؟ قسم خدا کی اگر تجھے انکی حقیقت میں کچھ شک ہے تو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے ابو موسیٰ نے کہا کہ اسقدر غصہ نہ کرو میں بھی تمھارا بھائی ہوں۔ عمار نے فرمایا کہ میں تیرا بھائی ہرگز نہیں ہوں اسلئے کہ میں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ شب عقبہ تو بھی منافقین کے ساتھ آنحضرتؐ کے قتل کے ارادہ سے شریک تھا اور رسول خدا نے تجھپر لعنت کی ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ یہ نہیں سنا کہ حضرت نے میرے لئے استغفار کیا تھا فرمایا میں نے لعنت کو سنا تھا

عمار نے جواب دیا کہ حق اس فتنہ میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور باطل بھی ظاہر ہے لیکن امتیاز سے مانع صرف ضعف بصیرت ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے **مثنوی**

اے برادر چون ببینی قصر او — چونکہ در چشم دلت رستہ ست مو
چشم دل از موے علت پاک دار — وانگہ دیدار قصرش پاک دار
ہر کرا ہست از ہوسہا جان پاک — زود بیند حضرت و ایوان پاک
چون محمد پاک شد زین نار و دود — ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
چون رفیقی وسوسہ بدخواہ را — کے بدانی ثمت وجہ اللہ را
ہر کرا باشد بسینہ فتح باب — بیند او بر چرخ دل صد آفتاب
حق پدیدہ است از میان دیگران — ہمچو مہ اندر میانِ اختران
دو سر انگشت بر دو چشم نہ — ہیچ بینی در جہاں انصاف دہ
ور نہ بینی ایں جہاں معدوم نیست — عیب جز انگشتِ نفس شوم نیست
نور چشم انگشت را بردار ہیں — وانگہاں تو ہر چہ میخواہی ببیں
روے و سر در جامہا پیچیدہ اند — لاجرم با دیدہ نادیدہ اند

خلاصہ مطلب ان اشعار کا یہ ہے۔

یعنی اے بھائی جبکہ تیری آنکھوں اور دل پر بال اُگے ہوئے ہیں تو تو اسکا قصر (محل) باوجودیکہ نہایت واضح اور عظیم الشان ہے) کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ پہلے چشم و دل کو بالوں سے صاف کرلے پھر اسکے محل کو اچھی طرح سے دیکھ۔ جسکی جان ہوس ہائے نفسانی سے پاک و صاف ہے وہ خداوند عالم کی درگاہ کو باوجود بظاہر پوشیدہ ہونے کے دیکھ لیتا ہے۔ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی آلائشوں سے پاک و

ہو سکتا اسلئے کہ اسکے خلاف ایک حدیث نبوی موجود ہے کہ جو بغوی نے کتاب
مصابیح میں خود عثمان سے نقل کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ
مرد مسلمان نہیں قتل کیا جائیگا لیکن تین سببوں سے (۱) یا کفر بعد اسلام
(۲) زنا بعد احصان یا (۳) یا قتل نفس بغیر نفس۔
(۱) اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے (۲) یا باوجود شوہر رکھنے کے
کوئی عورت زنا کرے یا باوجود زوجہ رکھنے کے کوئی مرد زنا کرے۔
(۳) یا کسی نفس کو بغیر اسکے کہ اسنے کسی نفس کو قتل کیا ہو قتل کرے
یہ حدیث خود عثمان نے نقل کی ہے اور باوجود اسکے عمار کو اسقدر مارنا یا ابوذر کو ربذہ
کے میدان میں بھیجنا یا عبداللہ بن مسعود کو مصحف قرآن نہ دینے پر اسقدر مارنا
کہ جو نہی انکے قتل کا سبب ہوا۔ یہ سب باتیں کیونکر جائز ہونگی۔
سید المحدثین نے کتاب تحفۃ الاحباء میں لکھا ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ
جنگ جمل کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت امام حسن علیہ السلام کو لشکر جمع کرنیکی
غرض سے کوفہ بھیجا اور ابو موسی اشعری خلافت عثمان کے زمانہ
سے وہاں کا حاکم تھا اسنے لوگوں کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی ہمراہی سے منع کیا
امام ممدوح نے اسپر عتاب کیا۔ ابو موسی نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ نے اس
فتنہ کو فتنۂ کبریٰ کہا ہے اس سے دور رہنا بہتر ہے اور گوشے میں بیٹھ رہنا اچھا ہے۔
عمار نے جواب دیا کہ یہ ایسا فتنہ ہے کہ جسمیں مستعدی کرنا بیٹھ رہنے سے بہتر ہے
اور حق کو باطل سے ممتاز کرنا اچھا ہے بسبب حق کے چھپانے کے۔
ابو موسی نے کہا کہ جب حق و باطل میں تمیز نہ ہو سکے تو گوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔

گزر گیا اور نماز ظہر اور دوسری نمازاور نماز مغرب و عشا اُن سے فوت ہوگئی جب درمیان شب میں ہوش آیا تو اُنھوں نے وضو کرکے سب نمازیں اُسی وقت ادا کیں۔ یہ معاملہ جو کہ عمار کے ساتھ پیش آیا منجملہ اُن معاملات کے تھا کہ جنکو اصحاب رسول نے نہیں پسند کیا۔ اور اس کام میں عثمان پر اعتراض کیا یہ خبر جب **ابوذر** کو **شام** میں ہوئی تو اُنھوں نے عثمان پر بہت طعن کرنا شروع کی **معاویہ** نے انکی حالت عثمان کو لکھی اس نے انکو مدینہ بُلا بھیجا چنانچہ اسکا ذکر حالات ابوذر میں آوے گا۔

مولف کہتا ہے کہ ہمارے علمار نے ضرب عمار کی وجہ سے ابطال خلافت عثمان پر استدلال کیا ہے اور وہ یوں کہ جب عثمان نے عمار کے ایسے شخص کو جو ممدوحان و مقبولان جناب رسالت مآب صلعم میں سے تھے اسقدر مارا تو یقیناً عثمان ظالم قرار پائے اور بموجب الا لعنت اللہ علی الظالمین مستوجب لعنت ہوئے نہ مستحق امامت و خلافت۔ اور مخالفین کہتے ہیں کہ عمار نے عثمان کے سامنے بے ادبانہ سخت کلامی کی اور جو شخص اسطرح سے بے ادبی کرے خلیفہ کیلئے جائز ہے کہ تادیب کرے اگرچہ انکے قتل تک کی نوبت آجائے۔ اور ضعف اس جواب کا ظاہر ہے اسلئے کہ اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کی وقعت ایک مجتہد سے زیادہ نہیں ہے۔ اور دوسرے مجتہد کیلئے جائز ہے کہ وہ موافق اپنی رائے کے اسپر اعتراض کرے۔ چنانچہ **عمر** نے اکثر ابوبکر کی مخالفت کی ہے۔ خصوصاً خالد بن ولید کے مواخذہ کے معاملہ میں۔ پس ہوسکتا ہے کہ عمار نے بھی اجتہاد کیا ہو اور بموجب اپنے اجتہاد کے عثمان کو ایسے امور سے منع کیا ہو اور ایسے خلیفہ کے ساتھ گستاخی کرنے پر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں

پھر سب کاموں کے لکھنے کی رائے قرار پائی اور ابتدائے خلافت سے اس وقت
جو باتیں نامناسب اور بے قاعدہ انہوں نے کی تھیں وہ سب لکھی گئیں اور یہ لکھا
کہ اگر ایسی باتوں کو ترک نہ کروگے تو ہم تمہیں خلافت سے معزول کردیں گے۔
جب یہ خط پورا ہو چکا تو عمار یاسر اسکے لیجانے کیلئے معین ہوئے۔ جب
عثمان کے دروازہ پر پہونچے تو عثمان مکان سے باہر آئے اور عمار کو کاغذ لیے ہوا
دیکھا تو کہا اے ابو یقظان کوئی حاجت ہے۔ عمار نے کہا کہ مجھے تو کوئی حاجت
نہیں ہے لیکن ایک گروہ نے جمع ہو کر کچھ لکھا ہے۔ عثمان نے وہ کاغذ لیا اور چند سطریں
پڑھنے کے بعد ایسا غضبناک ہوا کہ وہ کاغذ ہاتھ سے پھینکدیا عمار نے کہا
کہ کاغذ اصحاب رسول نے لکھا ہے اسکو ہاتھ سے نہ پھینکو بلکہ بغور مطالعہ کرو اور
دیکھو کہ اسمیں کیا لکھا ہے اور یقین رکھنا چاہیے کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور یہ باتیں
تمہاری نصیحت کی غرض سے کہہ رہا ہوں عثمان نے کہا کہ اے پسر سمیہ
تو جھوٹا ہے۔ عمار نے فرمایا کہ اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ میں سمیہ
اور یاسر کا بیٹا ہوں اسپر عثمان نے غصہ میں آکر اپنے غلاموں کو حکم دیا اُن سب نے
عمار کو مارنا شروع کیا یہانتک کہ عمار زمین پر گر پڑے اور بالکل بیجان ہو گئے
لاتیں انکے پیٹ پر ماریں کہ غش آگیا اور علت فتق پیدا ہوگئی تھی اور چند
یہ خبر ہوئی تو ہشام بن ولید ایک گروہ بنی مخزوم کے ساتھ آکر عمار کو اٹھا
لے گئے۔ پھر اگر بستر پر لٹادیا درحالیکہ انہیں اپنی خبر نہ تھی ان لوگوں نے قسم کھائی کہ
اگر عمار نے اس صدمہ کے سبب سے وفات پائی تو یقیناً ہم عثمان کو قتل کرینگے۔
عمار اسی حالت میں بیہوش و بیخبر پڑے تھے یہانتک کہ شب کا بھی کچھ حصہ

عمار کمر گئے تو انکے خون کے عوض میں عثمان ہی کو قتل کرینگے عمار نے
ابتدائے اسلام میں کفار کے ہاتھوں بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اور انکی ماں سمیہ
نام قید کفار ہی میں شہید ہوئیں۔ عمار منجملہ مہاجرین اولین اور اس جماعت کے ہیں
جنہوں نے بحکم حضرت رسول صلعم مکہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی
اور عمار نے دو قبلہ کی طرف نماز ادا کی اور غزوہ بدر اور علاوہ اسکے دیگر غزوات جو
بعد بدر کے ہوئے ہر ایک میں داد مردانگی و شجاعت دی اور جنگ یمامہ
میں کہ جہاں مسلمانوں نے فرار کیا تھا۔
عمار نے بڑے بڑے زخم کھائے اور ایک گوش مبارک انکا کٹکر دوش پر لٹک رہا
تھا لیکن باوجود اسکے فرار نہیں کیا اور مشغول کارزار تھے اور اہل اسلام کو پکار بھی رہے
تھے کہ اے گروہ مسلمانان کیا تم بہشت سے بھاگتے ہو۔ دیکھو میں عمار ہوں ادھر پھرا
ہوا ہوں میرے پاس تو آؤ آنحضرت صلعم نے انکی شان میں فرمایا ہے کہ عمار
سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہے۔
اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کرے گا۔
اور جامع صغیر سیوطی سے منقول ہوا کہ بہشت مشتاق ہے علیؑ اور عمار
و سلمان و مقداد کی طرف۔
اور تاریخ فتوح احمد بن عاثم کوفی میں لکھا ہے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو ایک
سال تک تو عدالت کی بعد ایک سال کے پھر بہت سی چیزیں اُن سے ایسی ظاہر
ہوئیں کہ جنکو مسلمانوں نے نہیں پسند کیا گروہ اصحاب نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ عثمان
سے چلکر کہنا چاہئے کہ جو کام وہ طریق ثواب سے خلاف کر رہا ہے اُن کو چھوڑ دے۔

دو بیٹے پیدا ہوئے تھے اور بکثرت اولاد ہوئی اور بعض ان میں سے اُس ملک میں مقیم تھے اور سب صاحبان فضل و عقل تھے جیسا کہ کتاب رجال میں اسکا ذکر ہے۔

اور یہ جو خیال اور قلندروں میں مشہور ہے کہ سلمانؑ محبوب یعنی ذکر یہ پڑھتے اور انہوں نے کبھی شادی نہیں کی یہ محض غلط ہے اور مفصل حالات سلمانؓ کے اور وہ عہد نامہ جو حضرت امیر علیہ السلام نے بحکم حضرت پیغمبر خدا سلمانؑ کے بھائی اور اولاد کے لیے لکھ دیا تھا۔

کتاب دُرج الدری اور تاریخ گزیدہ میں مذکور ہے بنا بر قول روایاں کے حضرت سلمانؑ کی عمر ڈھائی سو برس کی ہوئی - اور بنا بر اکثر روایات کے تین سو پچاس برس کی عمر پائی - اور ۳۶ھ میں بمقام مدائن انتقال فرمایا۔

اور مروی ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام ایک شب میں مدینہ سے مدائن تشریف لے گئے اور سلمانؑ کو غسل دیکر اُسی شب پھر مدینہ تشریف لائے۔

اور مستنصر خلیفہ عباسی نے اس روایت کا انکار کیا تھا وہ انکار اسکے جواب کے اثنائے مجلس پنجم حالات سید عز الدین اقساسی کوفی میں مذکور ہوگا انشاءاللہ تعالےٰ

عمار بن یاسر

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ انکے باپ قبیلہ بنی مخزوم کے دوست اور ہم عہد تھے اور اس بنا پر جب عثمان نے عمار کو مارا کہ انکے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں در فتق کا عارضہ بھی پیدا ہوگیا تو بنی مخزوم نے عثمان پر ہجوم کیا اور قسم کھائی کہ اگر

صحابہ بیٹھے ہوئے اپنے نسب کا ذکر کرتے تھے اور اسپر فخر کرتے تھے سلمانؓ بھی اس گروہ میں تھے عمر نے سلمانؓ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے سلمان تمہارا حسب و نسب کیا ہے؟ سلمان نے جواب دیا کہ میں سلمانؓ بندہ خدا کا بیٹا ہوں۔ میں گمراہ تھا خدا نے مجھکو محمدؐ کے ذریعہ سے ہدایت کی میں محتاج تھا خدا نے محمدؐ کے ذریعہ سے مجھے غنی کردیا۔ میں غلام تھا خدا نے محمدؐ کے ذریعہ سے مجھے آزاد کردیا پس یہ یہ میرا حسب نسب ہے۔

کتاب کامل بہائی میں مذکور ہے۔ کہ جب سلمانؓ نے بسبب متابعت آل رسول صلعم کے ابوبکر سے بیعت نہیں کی تو ایک روز عمر نے اُن سے کہا کہ اگر بنی ہاشم نے بیعت سے انکار کیا تو اپنی عزت پر افتخار قرابت رسول صلعم کے سبب سے انکار کیا وہ اپنے کو رسولؐ کے بعد افضل خلق سمجھتے ہیں یہ تمکو کیا ہوا جو بیعت سے انکار کرتے ہو۔ سلمانؓ نے جواب دیا کہ دنیا و آخرت میں اُنکا شیعہ ہوں جس سے مخالفت کریں اس سے میں بھی مخالفت کرنے اور جس سے وہ بیعت کریں اس سے بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

اور کشف الغمہ میں سلمانؓ سے روایت ہے کہ ہمنے رسول اللہ کی بیعت مسلمانوں کی خیرخواہی اور علی بن ابیطالبؑ کو اپنا امام قرار دینے پر کی تھی۔

اور سید عارف میر مخدوم نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضی نے سلمانؓ فارسی کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے ظاہر اور باطن کسی میں میری مخالفت نہیں کی اور وہی چاہتے رہے جو میں نے چاہا۔ حاصل کلام حضرت سلمانؓ کا اختصاص جناب امیرالمومنینؑ کے ساتھ کالشمس فی رابعۃ النہار واضح و آشکار ہے۔

جناب شیخ شہید علیہ الرحمہ نے حاشیۂ قواعد میں کتاب صفوۃ الصفوہ سے نقل کیا ہے کہ سلمانؓ نے بنی کندہ کی ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی تھی۔ جب اسے

یعنی مجھکو دل لگی اچھی نہیں معلوم ہوتی کوئی بات ہے کہ حضرت زہرا کا حق غصب کرنا اور دین پیغمبر رکھنا۔ یعنی اِن دونوں کا جمع ہونا ناممکن ہے۔

مخفی نرہے کہ بعض مورخین نے جناب سلمانؑ اور جناب رسالت مآب صلعم کی ملاقات کا ابتدائی بعثت میں انکار کیا ہے اور یہ انکار اس سبب سے تھا کہ وہ حالات سلمانؑ سے ناواقف تھے اسلئے کہ کفار عرب اسی ابتدائی زمانہ میں کہتے تھے کہ سلمانؑ آنحضرتؐ کو تعلیم کرتے ہیں چنانچہ خداوند عالم نے اسکی رد فرمائی ہے کہ جسکی طرف نسبت دیتے ہیں اسکی زبان عجمی ہے اور کلام مجید کھلی ہوئی عربی میں ہے اور قاضی بیضاوی اور دیگر مفسرانِ اہلسنت نے اس آیت کی تفسیر میں سلمانؑ کو بھی مراد لیا ہے۔

ابن قتیبہ نے کہ جو مشاہیر علمائے مخالفین سے ہے لکھا ہے کہ اٹھارہ آدمی صحابہ میں سے رافضی تھے جنمیں سلمانؑ کو بھی شمار کیا ہے اور شیخ اجل ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب امالی منصور بن روح سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ اے مولا! میں آپ سے سلمان فارسی علیہ السلام کا ذکر بہت سنتا ہوں۔ اسکا ذکر کیا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سلمانؑ فارسی مت کہو سلمانؑ محمدی کہو۔ اور سبب انکے زیادہ تذکرہ ہونے کا انکی تین بڑی فضیلتیں ہیں جن سے وہ آراستہ تھے اولاً یہ کہ وہ اپنی خواہش پر امیرالمومنین علیہ السلام کی خواہش کو مقدم رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور ان کو اغنیا اور صاحبان دولت پر ترجیح دیتے تھے۔ تیسرے یہ کہ علم اور علماء سے محبت رکھتے تھے۔ تحقیق کہ سلمانؑ ایک عبد صالح مسلمان تھے اور مشرکین سے نہ تھے اور پھر جناب شیخ مذکور نے شکیر صرفی سے روایت کی ہے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ

ہوجاوے توآپکی نبوت کا شہرہ عربوں میں پھیل جائیگا اور وہ بھی اسلام کی طرف رجوع کرینگے اور یہ شخص بھی بعد اسلام لانے کے چونکہ اُن کا مزاج داں ہے اُنکو دین اسلام کی طرف مائل کر سکیگا۔ اور چونکہ بسبب معلمی اطفال کے محبت ریاست و جاہ اسکے دل میں جاگزیں ہوگئی ہے جو کہ معلمین کا خاصہ ہے۔ اور آپکی نبوت کا حال بھی کتب سابقہ سے اسکو معلوم ہوچکا ہے لہذا اب وہ طمع اور محبت دنیا کے سبب سے دین اسلام قبول کریگا اور عرب ایسے شخص کی اطاعت کو دلیل حقیت اسلام سمجھیں گے۔ اور اگر آپنے بجاے اسکے ابتداً کسی دوسرے کو دعوت دی تو اسکو حسد اور عناد پیدا ہوگا کہ دوسرا مجھپر سبقت لیے جاتا ہے لہذا وہ آپکی بدگوئی اور مخالفت کریگا۔

جناب ختمی مرتبت نے جناب امیر علیہ السلام اور جناب ابوطالب علیہ السلام سے بھی مشورہ کیا اُن دونوں بزرگواروں نے بھی سلماں کی راے کو پسند کیا۔ تب حضرت نے ابوبکر سے ملاقات کی اور دین اسلام کی طرف مائل کیا اور حصول عزت اور وسعت اقتدار وغیرہ کی امید دلائی یہانتک کہ وہ اس طمع میں مسلمان ہوگیا حضرتؐ نے اسکی کنیت جو ابوالفصیل تھی بدلکر ابوبکر کردی اور نام جو عبدالعزی تھا عبداللہ کردیا اور ہمیشہ آپ اپنے اصحاب کے مجمع میں فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے تم پر روزہ و نماز کے سبب سے سبقت نہیں کی اسکی سبقت بسبب ایک شئے کے تھی جسکا وقار اسکے دل میں بیٹھ گیا تھا۔

مراد حضرتؐ کی محبت ریاست تھی جسکا وہ مفتوں تھا ورنہ اگر محبت خدا و رسول صلعم سبب ایمان ہوتی تو غصب خلافت اور حق جناب سیدہؑ سے لینے کی کوئی وجہ نہ تھی جیسا کہ شیخ علی سینا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے **شعر**

سر سرا با ذی نکونا ید ار وسے اعتقاد حق زہرا بردن دین پیمبر داشتن

پس جس شخص کی نسبت انکی طرف دیجاویگی وہ مطہر ہوگا اسلئے کہ اسی کی نسبت دیجائے گی جو ان سے مشابہ ہوا اور جو چیز ان سے مشابہ ہوگی وہ طاہر اور مقدس ہوگی پس یہ پیغمبر خدا کی شہادت ہے۔ سلمان فارسی کی طہارت اور حفظ آلہی اور عصمت کے بارہ میں پس اب خود اہلبیت کے بارہ میں کیا خیال ہے کہ جب ان سے مشابہ معصوم اور مطہر قرار پاوے تو شبہہ کا کیا ذکر ہے سواے اسکے اور کیا کہا جاوے کہ وہ عین طہارت ہے۔

انتہی کلام محی الدین محمد الغزالی اور باوجود ان تمام حالات اور کمالات کے خلفائے خلافت مآب نے بیعت کرنے کیلئے انکو اسقدر اذیت پہونچائی اور مارا کہ انکی گردن کج ہوگئی جو تا وقت وفات کج باقی رہی۔

سید المتالہین حیدر بن علی الآملی نے کتاب کشکول میں لکھا ہے کہ روایت مشائخ حدیث میں عبداللہ بن عفیف سے اور پھر اسکے پدر بزرگوار سے مروی ہے کہ سلمان قبل ظہور جناب رسالت مآب صلعم مکہ میں آئے تھے اور دین حق کی جستجو کرتے تھے۔ پھر جب حضرت رسالت مآب صلعم مبعوث ہوئے تو یہ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ اور جب آنحضرت صلعم نے سلمان کی قابلیت علماً و عملاً دراً یاً ملاحظہ فرمائی تو ان سے مشورہ کیا کہ ابتدائً اہل مکہ میں سے کسکو دعوت اسلام دینی چاہیئے مقصد حضرت کا یہ تھا کہ سلمانؑ کا مافی الضمیر ظاہر ہو جاوے۔

سلمانؓ نے عرض کی کہ ابتداءً ابو فضیل عبد العزی پسر ابو قحافہ کو دعوت اسلام دینی چاہیئے اسلئے کہ وہ تعبیر خواب بیان کرنے میں عربستان مشہور ہیں اور عرب تعبیر خواب کو ایک قسم کا علم غیب سمجھتے ہیں اور علاوہ بریں علم تاریخ اور انساب عرب سے بھی قدرے واقف ہیں نیز بچوں کی تعلیم بھی کرتے ہیں۔ عرب اپنے معاملات میں اکثر انکی طرف رجوع کرتے ہیں اور انکے دلوں میں انکا اچھا خاصہ اثر ہے اگر یہ شخص مسلمان

سنے بھی روز جنگ جمل ظفر پائی۔ اگروہ سال وماہ مشرکین کے دلوں میں مثل تیر کے کھٹکتے تھے تو یہ بھی شب و روز خار دیدۂ مخالفین تھے مقداد بن الاسود نے ۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔

سلمان الفارسی

یہ اپنے بچپن ہی کے زمانہ سے طلب دین حق میں کوشاں تھے اور علماے یہود و نصاریٰ وغیرہ کے پاس جایا کرتے تھے اور اس بارہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑتی تھیں اُن پر صبر کرتے تھے یہانتک کہ دس آدمیوں نے یکے بعد دیگرے انکو اپنا غلام بنا کر بیچدیا اور آخرکار نوبت جناب سرورکائنات صلعم کی آئی اور حضرت نے انکو ایک یہودی سے خرید فرمایا۔

اُنکی محبت اور اخلاص کا یہ درجہ ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے سلمان منا اہل البیت ارشاد فرمایا کسی نے خوب کہا ہے :۔ شعر

کانت مودۃ سلمان لہ نسبا ولم یکن بین نوح وابنہ رحما

یعنی سلمان کی محبت انکے لیئے مثل نسب کے ہوگئی درحالیکہ نوح اور انکے فرزند میں قرابت نہیں ہوئی۔

شیخ محی الدین محمد العربی نے اس حدیث کو سلمان کی عصمت وطہارت کی دلیل قرار دیا ہے اور اپنی کتاب فتوحات کے ایک مقام پر لکھا ہے کہ جب جناب رسالتمآب عبد مخلص یعنی خالص تھے اور خداوند عالم نے انکو اور انکے اہلبیت کو طاہر کیا اور اُنسے نجاستوں کو دور کیا اور ہر چیز کو جو انہیں عیبناک بنائی تو اُن سے جدا رکھا اسلئے کہ رجس کے معنی قذارت کے ہیں جیسا فرّا نے حکایت کی ہے اور خداوند عالم نے فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

یعنی سلمان اہلبیت سے ہیں

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اُن لوگوں کے ساتھ کیا کروں، ارشاد فرمایا کہ
اگر ناصر و مددگار تمھیں ملیں تو اُن سے قتال کرو اور اگر تمھیں نہ ملیں تو
اپنے خون کی حفاظت کرو یہاں تک کہ میرے پاس آؤ۔

اس روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام بعد وفات سرور کائنات آنحضرت
کی تاسّی کرتے تھے اور انہیں کی وصیتوں پر عمل درآمد فرماتے تھے جو کچھ مصیبت آنحضرت
صلعم کو قوم سے پہونچی وہی حضرت امیر علیہ السلام کو پہونچی۔
آنحضرت صلعم نے ابتدائی حالت میں لکم دینکم ولی دین فرمایا یعنی تمہارے
لئے تمہارا اور میرے لیے میرا دین ہے تو حضرت امیر علیہ السلام نے بھی اُس قوم
بیدین کی ریاست کو ترک کیا اور اگر اوائل میں آنحضرت نے چنانچہ صحابہ پر قناعت
فرمائی تو حضرت امیر علیہ السلام نے بھی صرف سلمان و ابوذر اور بارہ صحابیان پر
اکتفا کی۔ اگر آنحضرت صلعم بوقت مجبوری غار میں تشریف لے گئے تو انہوں نے
بھی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور خانہ نشینی اختیار کی۔ اگر وہ مکہ سے مدینہ میں آئے
تو یہ مدینہ سے کوفہ تشریف لے گئے۔ اگر انکا گھر کفار مکہ نے غصب کر لیا تو انکا باغ
مسمی بفدک کفار اسلام صورت [illegible] نے غصب کیا۔ اگر انہوں نے ابتدا میں
صلح کی تو انہوں نے بھی اصلاح کی۔ اگر انہوں نے آخر زمانہ میں جہاد کیا تو انہوں نے
بھی اپنے آخر زمانہ میں جمل، صفین و نہروان میں ناکثین و قاسطین اور مارقین
سے قتال فرمایا۔ اگر آنحضرت نے بوقت فتح مکہ اپنے مکان میں نزول اجلال نہیں
فرمایا اور اُس پر قبضہ نہیں کیا تو انہوں نے بھی اپنے ایام خلافت ظاہریہ میں باغ
مغصوب پر قبضہ نہیں کیا اگر حضرت امیر علیہ السلام نے صلح کی تو رسول سے سیکھی تھی اگر
جنگ کی تو انہیں جنگ کرتے دیکھا تھا اگر صفین میں ظفر نہیں ہوئی تو حنین میں
بھی رسول خدا کو ظفر نہیں ہوئی تھی اگر آنحضرت صلعم بعد فتح مکہ ظفریاب ہوئے تو انہوں

کہ آیا صحابہ میں سے کسی نے ابوبکر کے جانشین رسول صلعم بننے پر اعتراض کیا آپنے فرمایا کہ ہاں! بارہ آدمیوں نے انکار کیا۔
مہاجرین میں سے مقداد بن اسود۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ بریدہ اسلمی خالد بن سعید عمار یاسر
اور انصار میں سے ابوالہیثم تیہاں۔ عثمان بن حنیف۔ سہیل بن حنیف خزیمہ بن ثابت۔ ابی بن کعب۔ ابوایوب انصاری۔
ان لوگوں نے آپس میں ذکر کیا کہ جب ابوبکر ممبر رسول پر بیٹھے تو ہم اُسے اُتار لیں بعضوں نے کہا کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے جب تک کہ حضرت امیرالمومنین سے مشورہ نہ کر لیا جائے سب کے سب ایک ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یاامیرالمومنین آپنے اپنے حق کو چھوڑ دیا اور اسپر تصرف کرنے سے باز رہے درحالیکہ رسول اللہ صلعم فرمایا ہے کہ

علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ حق اُسی طرف پھرتا رہے گا جدھر علی پھریں

اب ہم لوگوں کا ارادہ ہے کہ جائیں اور ابوبکر کو ممبر سے اُتار لیں۔ صرف آپ سے اجازت کے طالب ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ قسم خدا کی اگر ایسا کروگے تو سب تلوار برہنہ کھینچکر میرے پاس آئینگے اور کہینگے کہ بیعت کرو نہیں تو قتل کر دئے جاؤگے اور جب ایسا ہوگا تو مجھ پر بھی دفاع لازم ہوگا درانحالیکہ پیغمبر خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے بعد یہ امت تمسے غدر کریگی اور میرے عہد کو توڑ دے گی اور تمکو مجھسے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی جسطرح سے بنی اسرائیل نے موسیٰ اور ہارون کو چھوڑکر گوسالہ پرستی اختیار کی تھی اسی طرح سے یہ امت تمھیں چھوڑکر دوسرے کو اختیار کرے گی۔

سرداری کی موافقت کی

مقداد بن الاسود

تاریخ شیخ ابوالحسن مشہدی میں مذکور ہے کہ وہ ایک مرد بلند قامت و گندم گوں تھے اور ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب انکی زوجہ تھیں اور وہ منجملہ شیعیان علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ قدیم الاسلام تھے اور تمام غزوات میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے۔

صحیح ترمذی میں مذکور ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تبارک تعالی نے چار آدمیوں کے متعلق مجھے حکم دیا ہے کہ میں اُن سے محبت کروں اور یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ انکو دوست رکھتا ہے اور وہ علی اور مقداد و سلمان اور ابوذر ہیں۔

اور جامع صغیر میں شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا بتحقیق کہ جنت چار آدمیوں کی مشتاق ہے۔ علی و عمار و سلمان و مقداد۔

اور شیخ ابو عمر کشی نے جو علمائے امامیہ سے ہیں اپنی کتاب اسمال الرجال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین آدمیوں کے سلمان و ابوذر و مقداد۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ عمار؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ بھی کچھ حق سے پلٹ گئے تھے لیکن پھر حق کی طرف رجوع کی اور اگر تو اس شخص کو جاننا چاہتا ہے کہ جس نے ذرا شک نہیں کیا اور جس کے دل میں کوئی بات خلاف کی نہیں تو وہ مقداد ہیں۔

اور ابان بن تغلب سے منقول ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے سنا

کہ وہ اور انکے بھائی سلمہ تمام لڑائیوں میں جناب امیر المومنین علیہ السلام جنگ مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے تو انکی ماں ام سلمہ انکو لیکر تشریف لائیں اور کہا میں انکو آپ تصدق کرتی ہوں کہ آپ کی راہ میں قتل ہوں اور اگر شریعت میں مجھے گھر سے باہر آنا جائز ہوتا تو یقیناً میں آپکے ساتھ چلتی اور شہید ہوتی۔

ابن داؤد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ام سلمہ کے دو بیٹے عمر اور سلمہ تھے نہ محمد و سلمہ واللہ اعلم۔

اور کتاب نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ عمر بن ابی سلمہ مخزومی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے عامل بحرین تھے اور جب حضرت نے انکو معزول کیا اور نعمان بن اجلان یا نعمان بن اجلان زرقی کو بجائے انکے بھیجا تو وہ نامہ نامی انکے نام لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے :۔

اما بعد پس تحقیق کہ میں نے نعمان بن اجلان کو والی بحرین قرار دیا اور تم کو اسکی ولایت سے بلا کسی مذمت کے معزول کیا تمنے بہت اچھی طرح سے ولایت کو انجام دیا اور امامت کو ادا کیا اب تم میرے پاس چلے آؤ درحالیکہ تم پر کوئی ملامت ہے اور نہ تہمت اور نہ کوئی گناہ اس لیے بتحقیق کہ میں نے تاریکی شام کیطرف جانیکا ارادہ کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو اسلئے کہ تم اُن لوگوں میں سے ہو کہ جن سے میں دشمن کے مقابلہ اور امور دین کے قائم کرنے میں مدد لونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

طائفۂ دوم غیر بنی ہاشم

جو اکابر صحابہ مرضیہ میں سے اور شیعیان مرتضویہ میں سے ہیں جنمیں سے اکثر کے بھائی اور فرزند یا اعزا صحابی تھے اور انہوں نے امور دین و دنیا میں اپنے

پیغمبر آخر الزمان صلعم سے یہ کلام سعادت انجام سُنا: ـ کہ
ابوسفیان بن الحارث سید فتیان اہل جنت ہیں"
اور استیعاب میں عباس کے حالات میں مذکور ہے کہ روز حنین سب صحابہ
بھاگ گئے لیکن علیؑ اور عباسؓ اور ابوسفیان بن الحارث ثابت قدم رہے۔

سعید بن الحارث بن عبدالمطلب

انکا حال اصابہ میں لکھا ہے۔

عبدالمطلب بن ربیعۃ بن الحارث

کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ اُنہوں نے جناب رسالت مآبؐ اور جناب امیر المومنینؑ
سے روایت و احادیث کی ہے اور بخاری میں منقول ہے کہ اُنہوں نے اپنا نام
مطلب رکھا تھا خلافت عمر کے زمانہ تک مدینہ میں تھے پھر دمشق چلے گئے اور ۶۲ھ
میں وہیں پر وفات پائی اور انکے بیٹے محمد دمشق میں بڑے مراتب پر پہونچے

عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد

انکو بھی بنی ہاشم میں شمار کیا جا سکتا ہے اسلئے کہ انکی ماں ام المومنین ام سلمہ
تھیں اور وہ خود ربیب اور پرورده جناب رسالت مآب صلعم تھے۔
صاحب اصابہ لکھتے ہیں کہ وہ حبش میں پیدا ہوئے اور خلافت امیر المومنین علیہ السلام
کے زمانہ میں والی بحرین تھے اور جنگ جمل میں آپکے دشمنوں سے جہاد کیا اور
۸۳ھ میں وفات پائی۔
اور علامہ حلی نے خلاصہ میں بجائے عمر بن سلمہ کے محمد کا ذکر کیا ہے اور روایت کی ہے

تیس برس کی تھی اور جنگ روم میں شہید ہوئے۔
کہتے ہیں کہ پہلے جو بازان روم میں سے معرکہ میں آیا عبداللہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر دوسرا آیا اسکو بھی عبداللہ نے قتل کیا آخرکار لوگوں نے عبداللہ کو میدان میں مقتول پڑا ہوا دیکھا اور اسکے گرد دس آدمی اہل روم کھڑے ہوئے تھے۔
صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ انکی اولاد باقی نہیں رہی۔

جعفر بن ابی سفیان بن الحارث الہاشمی

صاحب اصابہ نے لکھا ہے کہ انکی ماں حضرت ابوطالبؑ کی بیٹی تھیں اور وہ غزوہ حنین اور غزوہ بیر معونہ میں شریک ہوئے اور ہمیشہ ملازم خدمت حضرت رسالت مآبؐ رہا کرتے تھے ۵۰ھ میں وفات پائی۔

مسلم بن عقیل بن ابی طالبؑ

اُن پر جو مصائب جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہواخواہی میں گذرے معروف و مشہور ہیں۔

ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب

کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ وہ جناب رسالت مآبؐ کے چچازاد بھائی اور آنکے برادر رضاعی تھے اور حضرت سے بہت مشابہ تھے اور قبل مسلمان ہونے کے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہونچاتے تھے اور جناب پیغمبر خداصلعم کی ہجو کرتے تھے جب مسلمان ہوئے تو فضل و تقوی کے اس درجہ پر پہونچے کہ زبان حقیقت بیان

عبداللہ بن ابوسفیان بن الحارث

صاحب اصابہ نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ وہ کربلا میں جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

اور روایت کی ہے کہ جب عبداللہ نے سنا کہ عمر عاص معاویہ کے دربار میں بنی ہاشم پر طرح طرح کے عیب لگاتا ہے اور برائیاں بیان کرتا ہے تو یہ معاویہ کے پاس گئے اور عمر عاص پر عتاب کیا اور بات سے بہت بدلہ کھینچا۔

ابن عساکر سے منقول ہے کہ عبداللہ مذکور مدائن میں حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہونچے اور جناب علم الہدیٰ نے کتاب منتقی میں انکے دو شعر مدح جناب امیرالمومنین علیہ السلام میں نقل کئے ہیں۔

وَكَانَ وَلِيُّ الْاَمْرِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ عَلِيٌّ فِيْ كُلِّ الْمَوَاطِنِ صَاحِبُهٗ
وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَقًّا وَجَارُهٗ وَاَوَّلُ مَنْ صَلّٰى وَلَانَ جَانِبُهٗ

یعنی بعد جناب رسالت مآب صلعم کے ولی امر علی ابن ابیطالب ہیں جو ہر جگہ انکے ساتھ رہے اور انکے سچے وصی اور ساتھی اور سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں۔

عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب

صاحب اصابہ نے لکھا ہے کہ وہ بھی جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ایک روز عبداللہ مذکور جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں مکہ سے حاضر ہوئے حضرتؐ نے انکو کپڑے پہنائے اور اپنے پہلو میں جگہ دی اور فرمایا کہ یہ میرے باپ کا بیٹا ہے انکے باپ مجھکو بہت چاہتے تھے اور میرے ساتھ نیکی کیا کرتے تھے۔ عبداللہ کی عمر وقت وفات جناب رسالتمآب

ربیعة بن الحارث بن عبد المطلب

صاحب اصابہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے چچا عباسؑ بن عبد المطلب سے عمر میں بڑے تھے اور اپنے دونوں بھائیوں نوفل اور ابوسفیان سے قبل خلافت عثمان کے زمانہ میں انتقال کر گئے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سنہ ۲۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی

نوفل بن الحارث بن عبد المطلب

اصابہ میں لکھا ہے کہ وہ بنی ہاشم کے تمام مسلمانوں سے سن میں زائد تھے یہانتک کہ اپنے دونوں چچاؤں حمزہ اور عباس سے بھی بڑے تھے اور روز بدر عباس کے ساتھ اسیر ہوئے۔ پس جناب رسالتمآب صلعم نے عباس سے فرمایا کہ کچھ دیکر اپنے کو اور اپنے بھتیجوں نوفل اور عقیل کو آزاد کرو۔
نوفل نے عمر کی خلافت کے تیسرے سال میں انتقال کیا اور عمر پیدل انکے جنازے کے پیچھے چل رہے تھے۔

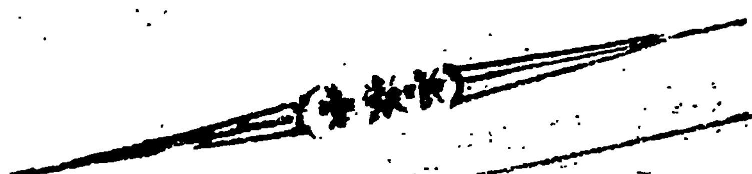
صغیرة بن الحارث بن عبد المطلب

کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ ایام خلافت عثمان میں یہ قاضی مدینہ تھے اور امیر علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں آپکے ہمراہ تھے اور جب ابن ملجم نے سر اقدس پر ضربت لگائی تو مغیرہ نے اپنی چادر اسکے گلے میں ڈالکر اسے زمین پر گرادیا اور اسکی تلوار چھین لی اور اسکو قید کیا ۞

عبد اللہ بن ربیعة الحارث

اصابہ میں لکھا ہے کہ ان کی ماں اُمّ الحکم بنت زبیر تھیں۔

لشکر حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی حضرت
نے فرمایا کہ تم اپنے کپڑے اور ہتیار مجھے دیدو حضرت نے وہ لباس پہنا اور
گھوڑے پر سوار ہوئے اور ان دونوں کے مقابلہ میں آئے انہوں نے پوچھا کہ
انہوں نے پوچھا کہ اپنے سردار سے اجازت لے آئے۔ حضرت نے یہ آیت پڑھی
اُذِنَ للذین یُقاتلونَ وانَّ اللہ علیٰ نصرہم لقدیر یعنی قتال
کرنے والوں کو اجازت دی گئی ہے اور خدا انکے مدد کرنے پر قادر ہے پس انہیں
سے ایک حضرت سے مقابل ہوا حضرت نے ایک تلوار اسکے شکم پر ماری کہ وہ
دو ٹکڑے ہوگیا لیکن اس تیزی سے کہ دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ تلوار آپ کی
نہیں پڑی جب اسکے گھوڑے نے حرکت کی تو دونوں ٹکڑے علیحدہ علیحدہ گرے
اور اسکا گھوڑا حضرت کے لشکر میں بھاگ آیا۔ بعد اسکے دوسرے نے حضرت سے
مقابلہ کیا اور ایک ہی ضرب میں اپنے رفیق سے مل گیا اسوقت حضرت اپنے
گھوڑے کو جولان دیتے ہوئے اپنے لشکر گاہ میں واپس تشریف لائے
معاویہ نے جب یہ شجاعت دیکھی تو سمجھ گیا کہ حضرت امیر تھے
معاویہ نے کہا کہ خدا برباد کرے ضد کو کہ جب میں نے اس سوار کے مقابلہ میں ضد
کی کبھی پوری نہ ہوئی عمر عاص نے کہا کہ تمہارا کیا گیا مارے گئے تو وہ دونوں
لخمی مارے گئے۔
معاویہ نے کہا کہ چپ رہ یہ مزاح کرنے کا وقت نہیں ہے۔
عمر نے جواب دیا کہ اگر مزاح کا وقت نہیں ہے تو خدا ان دونوں پر رحمت نازل
کرے اگرچہ میرا گمان یہ ہے کہ نہ کرے گا۔



لیکن انکے ایسا فرزند پیدا ہو چکا ہو جو ایسا قصیدہ کہے ناممکن سا معلوم ہوتا ہے اور یہ اشعار فضل بن عباس بن عبد المطلب کے بھی نہیں ہو سکتے اسلیئے کہ انہوں نے سنہ ۱۵ھ میں وفات پائی جب تک عثمان قتل ہی نہیں ہوئے تھے لہذا یہ صاحب تحفۃ الاحبار کی غلطی ہے اور کیوں نہ ہو اسلیئے کہ وہ ابن حجر کو محققین اہل حدیث و سیر میں سمجھتے ہیں۔

عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب

کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے جنگ صفین میں بڑا جہاد کیا اور بعض دنوں میں یہ صفوف لشکر شام کے برابر آئے ایک شخص نے مبازران شام میں سے ان سے مقابلہ کیا بہت دیر تک شمشیر زنی و نیزہ بازی ہوتی رہی یہانتک کہ عباس کی نظر شامی کی زرہ پر پڑی دیکھا کہ اس میں ایک جگہ شگاف ہے عباس نے اسی شگاف پر تلوار ماری اور دو ٹکڑے کر دیا حضرت امیرؑ کے لشکر نے تکبیر کہی اور عباس اسی شامی کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ جب معاویہ نے یہ شجاعت دیکھی تو اپنے لشکر سے کہا کہ تم میں کون ہے جو اس جوان ہاشمی کا مقابلہ کرے اور قتل کرے تاکہ میں اسکو بہت کچھ انعام دوں۔ یہ سنکر دو سوار طائفہ لخم میں سے اٹھے اور کہا کہ ہم اسکے مقابلہ میں جائیں گے۔ معاویہ نے کہا کہ جو شخص تم میں سے اسکو قتل کرے تو میں وہی انعام دونگا جسکا وعدہ کیا ہے وہ دونوں شخص عباس کے مقابلہ میں آئے۔ اور پکارا اور اپنے مقابلہ کیلئے طلب کیا۔

عباسؓ نے کہا کہ میں اپنے سردار سے اجازت لیکر تمہارے مقابلہ پر آتا ہوں یہ

اور دامادی بھی اور حقیقت میں ابن حجر اور اسکے امثال اسطرح کی غلطیوں مین معذور ہیں اسلیئے کہ وہ اہلبیت کو نہیں پہچانتے اور اُن سے علم حاصل نہیں کرتے بخلاف جناب سید مرتضیٰ کے کہ وہ خود ذریت رسولؐ میں ہین اور گھر والا گھر کا حال بہتر سمجھتا ہے۔

اور تحفۃ الاخبار وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب عائشہ اور طلحہ اور زبیر اور عبداللہ بن زبیر اتفاق کر کے خروج کیلیے مہیا ہوئے اور اسکی شہرت ہوئی تو ولید بن عقبہ نے بنی ہاشم کے ڈرانے کیلئے یہ اشعار کہے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"اے بنی ہاشم ہمارے ستارے کبھی غروب نہیں ہوسکتے اگر ایک غروب ہوا تو دوسرا چمکتا ہے۔ تمنے عثمان بن عفان کے ساتھ غدر کیا جسطرح سے کہ کسریٰ کے ساتھ اسکی رعایا نے غدر کیا تھا پس میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنے بھائی اور اسکے قتل ہونے کو نہ بھولونگا اور تم جنگ کیلئے آمادہ رہو"

اسکا جواب فضل بن عباسؓ نے ولید کو لکھکر بھیجدیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اپنے بھائی کے قتل ہونے کا حال اہل مصر سے پوچھو اسلیے کہ انہوں نے قتل کیا ہے اور لوٹا ہے اور تمنے اسکو جو کسریٰ سے تشبیہہ دی تو یقیناً وہ کسریٰ کے مثل تھا اور ولی امر بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علی علیہ السلام ہیں جو ہر جگہ رسول اللہ کے ساتھ رہے اور سچے وصی اور داماد ہیں اور پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز پڑھی۔ اور ہم تمہاری طرف ایک لشکر عظیم الشان لیکر آرہے ہیں جسکے اواز جرس سے سننے والوں کے کان بہرے ہوجاتے ہیں۔"

مولف کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ اشعار بھی فضل برادر عباسؓ کے ہیں نہ فضل بن عباس کے اسلیئے کہ وہ روز وفات جناب رسالتمآب بنابر تصحیح مورخین عباسؓ لڑکے تھے اور عثمان اسکے بائیس برس بعد قتل ہوئے۔ اس زمانہ میں عباس جوان ہوگئے

امیر علیہ السلام کی محبت انکے دل سے نکالدیں حسان نے یہ اشعار کہے۔
اور قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں اور انکے علاوہ اور علماے اہل سنت نے
اور کتابوں میں اسکی تصریح کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اشعار ربیعہ بن الحرث بن
عبد المطلب کے ہیں جو وقت بیعت ابوبکر انھوں نے کہے تھے۔
چنانچہ جناب سید مرتضی علم الہدیٰ نے کتاب مجالس میں اسکی تصریح کی ہے
اور پسر عباس مذکور کی طرف جو نسبت ابن حجر نے دی ہے اسکے جھوٹ ہونیکی
یہ دلیل واضح ہے کہ ایسا کلام وہ شخص کہہ سکتا ہے کہ جو جناب رسول خدا صلعم
کے زمانہ موجود رہا ہو۔ اور حضرت امیر علیہ السلام کو مستحق خلافت سمجھ رہا ہو اور عباس
مذکور نوجوان تھے اس زمانہ میں انکے ایسے فرزند کا موجود ہونا قرین قیاس نہیں
ہے۔ اور ابن حجر نے جو یہ لکھا ہے کہ فضل عباس کے بیٹے تھے یہ بھی غلط ہے
بلکہ وہ عباس کے بھائی اور عتبہ کے بیٹے تھے چنانچہ جناب سید مرتضی علم الہدیٰ
نے اسکی تصریح فرمائی ہے اور انکے اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو انھوں نے ولید بن
عتبہ کے جواب میں کہے ہیں۔
ولید کے شعر کا مضمون یہ تھا کہ :-
بعد رسالت مآب اور ابوبکر و عمر کے تمام عالم سے افضل عثمان ہیں اسکے جواب میں
فضل نے جو اشعار کہے انکا مضمون یہ ہے کہ :-
آگاہ ہو تحقیق کہ بہترین خلائق بعد محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وہ شخص ہے جو
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور اچھائیوں اور برائیوں میں انکے قدم بقدم ہے
وہی کہ جسکو انھوں نے پسند کیا اور جسکو انھوں نے مشرکین کی ہدایت کیلیے بھیجا
اور ابوبکر کو واپس بلایا وہ پہلا شخص جسنے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی
پس وہ علی ہیں اور کون ان پر فوقیت لیجا سکتا ہے انکو قرابت بھی حاصل ہے اور

کہ جب جہنم میں جاؤگے تو دیکھوگے کہ میرے چچا ابولہب تمہاری پھوپھی حمالۃ الحطب پر چڑھے ہوئے بیٹھے ہونگے تب تمہیں پتہ چلے گا کہ ان دونوں میں کون بہتر ہے۔ فاعل یا مفعول۔ معاویہ اپنی ظرافت سے بہت پشیمان ہوا اور ساری مجلس نے اسے ہنس لیا۔

لطیفہ دیگر پھر ایک روز معاویہ نے مزاحاً کہا کہ تم لوگ بنی ہاشم بڑے شہوت پرست ہوتے ہو۔ عقیل نے جواب دیا کہ یہ بات تم لوگوں میں بھی ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ ہمارے مرد شہوت پرست ہوتے ہیں اور تمہاری عورتیں۔ معاویہ کو پھر شرمندہ ہونا پڑا۔

حضرت عقیل نے سلطنت معاویہ کے زمانہ میں ملک شام میں انتقال فرمایا۔

عباسؓ بن عتبہ بن ابی لہب الہاشمی

کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ انکا باپ عتبہ جناب رسالت آبؐ کی بددعا کے سبب سے ہلاک ہوا اور اُنکے فرزند صرف یہی عباسؓ بن ابی لہب پیغمبر صلعم کی وفات کے زمانہ میں جوان تھے اور انکے ایک بیٹا تھا جنکا نام فضل تھا اور ایک شاعر مشہور تھا جسکا مشہور قصیدہ حضرت امیر علیہ السلام کی شان میں ہے اور اُس قصیدہ کا مطلع یہ ہے

مَا كُنْتُ اَحْسَبُ هٰذَا الْاَمْرَ مُنْصَرِفًا عَنْ هَاشِمٍ ثُمَّ مِنْهَا عَنْ اَبِی حَسَنٍ

یعنی میں اس امر کو پلٹنے والا نہیں سمجھتا تھا ہاشم سے (بنی ہاشم سے) اور پھر بنی ہاشم میں سے خاصکر ابوالحسنؑ سے۔ (امر سے مراد امر خلافت ہے)

اور بقیوں شعروں کا مطلب حضرت عباسؓ کے حالات میں گذر چکا ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اشعار حسان بن ثابت کے ہیں جو ایام خلافت ابوبکر میں کہے تھے یعنی جبکہ انہوں نے کہا کہ عثمان بنت المال پر حسان کو اپنا فدائی بنائیں اور حضرت

عقیل بن ابی طالب

انکی کنیت ابو یزید ہے صاحب استیعاب نے روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے ابا یزید مجھکو تمسے دو طرح کی محبت ہے اول تو قرابت کے سبب سے دوسرے اس سبب سے کہ میرے چچا ابو طالب تم سے محبت کرتے تھے عقیل نہایت درجہ ظریف۔ خوش طبع فصیح اور حاضر جواب تھے اور انساب قریش کے بڑے عالم تھے اور بعض گذشتگان قریش پر طعن کرتے اور انکی برائیوں کو بیان کرتے تھے اسوجہ سے معاصرین قریش اُن سے رنجیدہ رہتے تھے اور اُنکے اوپر جھوٹی تہمتیں لگایا کرتے اور احمق کہا کرتے تھے اور اُسکی تائید میں اُنکے اس واقعہ کو پیش کرتے تھے کہ امیر المومنینؑ سے خفا ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے اور اُسکی ہمنشینی اختیار کی۔

شیخ عبدالجلیل رازی نے کتاب نقض میں فرمایا ہے کہ عقیل حضرت امیر علیہ السلام سے ناراض نہ تھے اور معاویہ کے پاس اتمام حجت کیلئے گئے تھے اور اسلیئے گئے تھے کہ شام میں بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کریں۔ منقول ہے کہ ایک روز معاویہ نے عقیل کے سامنے لوگوں سے کہا کہ دیکھو اگر عقیل مجھکو اپنے لیئے اپنے بھائی سے بہتر نہ سمجھتے تو ہرگز میرے پاس نہ آتے عقیل نے فوراً جواب دیا کہ میرے بھائی میرے دین کیلئے بہتر ہے اور تو میری دنیا کیلئے بہتر ہے اور میں خدا سے انجام بخیر ہونے کی دعا کرتا ہوں منجملہ انکے لطائف یہ ہے کہ۔

لطیفہ ایک روز معاویہ نے انکو اپنے پاس بلوایا اور لوگوں سے کہا یہ دیکھو یہ وہی عقیل ہیں جنکے چچا ابولہب تھے عقیل نے جواب دیا کہ یٰایُّھا النَّاس انہیں بھی پہچان لو یہ وہی معاویہ ہیں جنکی پھوپھی حمالۃ الحطب تھیں۔ اسکے بعد معاویہ سے کہا

عمر اسی ہی سال کی تھی۔ لیکن صاحب استیعاب نے قول اول کو ترجیح دی ہے
اور کہا ہے کہ اکثر کا یہی خیال ہے۔

محمد بن جعفر الطیار

یہ بھی عہد رسالت میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور جیسا کہ عبداللہ کے حالات میں گذرا کہ جب
خبر وفات جعفرؓ مدینہ میں پہونچی تو حضرت نے انکی اولاد امجاد پر نوازش فرمائی
اور فرمایا کہ محمد ہمارے چچا ابو طالب بچپن سے ہمارے مشابہ ہیں یعنی اس حیثیت سے
بھی میں انکو دوست رکھتا ہوں۔
محمد مذکور بھی امیر المومنین حضرت علیہ السلام کے داماد تھے اور جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا
انکی زوجہ تھیں۔
صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ محمد اور انکے بھائی عون کربلا میں شہید ہوئے
اور صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ دونوں بھائی شوشتر میں شہید ہوئے
مولف کہتا ہے کہ قول صاحب استیعاب محمد کے بارے میں قرین صواب ہے
اسلئے کہ مزار محمد بن جعفر کا شہر دزفول سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے
اور دزفول توابع شوشتر سے ہے پس ممکن ہے کہ شہادت انکی شوشتر میں
ہوئی ہو اور کسی وجہ سے انکے لاشہ پر دفن کئے گئے ہوں یا یہ کہ دزفول میں شہید ہوئے
ہوں اور چونکہ دزفول توابع شوشتر سے ہے لہذا مورخین نے انکی جائے شہادت
شوشتر کو قرار دیا ہے۔

عون بن جعفر الطیار

صاحب اصابہ کہتے ہیں کہ وہ زمین حبشہ میں متولد اور شوشتر میں شہید ہوئے

این گونہ کہ جلوۂ آن دل آویز کند — عاشق ز بلا چگونہ پرہیز کند

با داستن ملامت کساں در گوشم — اما بعد کہ دانشم تیز کند

یعنی جب وہ معشوق دل آویز ایسا دلفریب جلوہ کرے تو عاشق بلائے عشق سے کیونکر بچ سکتا ہے لوگوں کا ملامت کرنا میرے کانوں کے لیے مثل اس ہوا کے ہے کہ جو ایک سے آئی اور دوسری طرف سے نکل گئی لیکن ایسی ہوا ہے کہ جو میری عقل کو اور تیز کرتی ہے۔

یہ قصہ لوگوں نے عبداللہ بن جعفر سے بیان کیا اُنھوں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا وہ لڑکی کسی کی کنیز ہے۔ عبداللہ بن جعفر نے صاحب کنیز کو بلایا اور چالیس ہزار درہم کو وہ کنیز خرید کرکے اس عالم عاشق کو عطا فرمایا۔ وہ عالم انکے قدموں پر گر پڑے اور انکے دست و پا کو بوسہ دیتے تھے اور انکی مدح و ثنا میں ان کی زبان خشک ہوئی جاتی تھی آخر کار وہ رخصت ہوئے اور کنیز کو اپنے گھر لیگئے۔

جب عالم صاحب رخصت ہوئے تو عبداللہ بن جعفر اپنے غلام کو حکم دیا کہ چالیس ہزار درہم اور انکے گھر تک پہونچا دو تاکہ تنگی معیشت سے ان کی خوشی میں کمی واقع نہ ہو

شعر

آنکہ زر دنیا لش نباشد غمے — حاصل دنیا دہد اندر دمے

وان کہ گرہ زد بدل آو درم — تہمت اسراف ہند بر کرم

یعنی جسکو دنیا کی پروا نہیں ہوتی وہ تمام دنیا کا محاصل ایکدم میں عطا کر دیتا ہے اور جسکے دل پر روپیے کی گرہ لگی ہوئی ہوتی ہے وہ سخاوت پر اسراف کی تہمت رکھتا ہے۔

سنہ ۸۰ھ میں عبداللہ بن جعفر نے وفات پائی اسوقت انکی عمر شریف نوے ۹۰ سال کی تھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ سنہ ۸۵ھ میں وفات پائی اور اسوقت بھی انکی عمر

عیش سے ارشاد فرمایا کہ رنج شکر میں انکا ولی ہوں۔ دنیا و آخرت دونوں
تماموں پر۔
عبداللہ نہایت کریم اور سخی۔ خوش مزاج، حلیم اور عفیف تھے سخاوت کا یہ حال تھا
کہ لوگ انہیں بحر جود کہتے تھے۔
منقول ہے کہ کسی نے انکی سخاوت پر عتاب کیا انہوں نے جواب میں فرمایا کہ
ایک عرصہ سے لوگوں کو اپنے انعام کا عادی بنا چکا ہوں اب اگر اپنے انعام کو
روک لوں تو یہ اندیشہ ہے کہ خداوند عالم کہیں مجھ سے اپنا انعام نہ روک لے۔
کتاب بہارستان میں مروی ہے کہ مدینہ میں ایک عالم عامل تھے جو کہ تمام امور دنیا میں
کامیاب تھے ایک روز انکا گذر مکان نخاس کی طرف ہوا ایک گانے والی لڑکی پر نظر
نظر پڑ گئی جو خوبصورتی میں زہرہ جبین اور حسن جمال میں رشک مہر مبین تھی یہ
اسیر والہ و شیفتہ ہو گئے اور اسکی خوش آوازی پر عالم کی ہستی انکی نظر میں مستی
سے بدل گئی۔ قطعہ:

خوبی روئے و خوبی آواز — ہر یکے مے برد تنہا دل
چوں شود جمع ہر دو در یکجا — کار صاحب دلاں شود مشکل

یعنی خوبصورتی اور خوش آوازی میں سے ہر ایک تنہا دلبری و دل فریبی
کے لیے کافی ہے لیکن اتفاق سے اگر دونوں یکجا ہو جاویں تو صاحبان دل
کیلیے ایسی مشکل ہے جسکو وہی سمجھ سکتے ہیں۔
اُن عالم نے لباس دانائی اتار کر پیراہن رسوائی پہن لیا اور کوچہ و بازار میں مارے
مارے پھرنے لگے دوستوں نے ملامت کرنی شروع کی۔ نصیحت کرنے والوں نے
بہت کچھ نصیحت کی لیکن کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ گویا بزبانِ حال یہ رباعی پڑھتے تھے

رباعی

تمام بن عباس

صاحب اصابہ نے کہا ہے کہ وہ دسوں بھائیوں میں چھوٹے تھے اور نہایت شجاع اور قوی تھے اور آخر میں کہا ہے کہ وہ دسوں فرزندان عباس کے حسب ذیل ہیں:-
(۱) فضل (۲) عبداللہ (۳) عبیداللہ (۴) قثم (۵) سعید (۶) عبدالرحمن (۷) کثیر (۸) صبیح (۹) سمیر (۱۰) تمام۔
اور ان سب کے وجود پر اتفاق ہے سوائے آٹھویں اور نویں کے ان دونوں کا ذکر صرف ہشام بن کلبی نے کیا ہے واللہ اعلم۔

عبداللہ بن جعفر الطیار

یہ مسلمانوں کی پہلی اولاد سے ہیں جو زمین حبشہ میں متولد ہوئے اور بعد ہجرت کے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ مدینہ آئے اور جناب رسالت مآب صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے خود ان سے روایت ہے کہ مجھے یاد ہے جب میرے پدر بزرگوار جعفر طیار کی خبر وفات مدینہ میں پہونچی تو جناب رسالت مآب صلعم میرے گھر میں تشریف لائے اور والدہ کو پرسا دیا اور میرے اور میرے بھائی کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ہم لوگوں کے بوسے لئے اور آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے حتی کہ آپکی ریش مبارک سے قطرہ ہائے اشک ٹپک رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ جعفر بہترین ثواب تک پہونچے اب تو انکا خلیفہ ہو انکی ذریت میں بہترین خلافت کے ساتھ۔
پھر تیسرے روز ہمارے گھر میں تشریف لائے اور سب پر نوازش اور دلجوئی فرمائی۔ لہذا بلایا ہم لوگوں کے حق میں دعا کی اور میری ماں آسماء بنت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت تامہ رکھتے تھے عبداللہ بن عباس سے
منقول ہے کہ وہ سب کے بعد تک پیغمبر صلعم کے ساتھ کے رہنے والے تھے اسلئے
کہ وہ سب کے بعد قبر پیغمبر سے باہر آئے

اور عبداللہ بن جعفر سے منقول ہے کہ ہم اور عبداللہ و قثم پسران عباس
باہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ جناب رسالتمآب صلعم متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ قثم
کو اٹھا لو ہم لوگوں نے اٹھایا حضرت نے انہیں اپنا ردیف بنا لیا۔ اور اپنے
سامنے بٹھایا اور ہم سب کے لیئے دعا فرمائی۔

اور تذکرۂ ابن عراق میں مذکور ہے کہ جب قثم والی یمامہ تھے تو داؤد بن سلیمان
نے جو مشاہیر روزگار میں سے تھے انکی شان میں کئی شعر کہے تھے۔

اور صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ قثم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف
سے والی مکہ معظمہ تھے جب تک کہ حضرت امیر علیہ السلام شہید نہیں ہوئے
اپنے کام میں مصروف رہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ والی مدینہ تھے۔ اور
معاویہ کے زمانہ میں سعید بن عثمان بن عفان کے ساتھ سمرقند چلے گئے اور
وہاں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

فضل بن العباس

غزوہ حنین اور حجۃ الوداع میں حضرت رسالتمآب کے ساتھ تھے اور آنحضرت
کے غسل میں حضرت امیر علیہ السلام کی امداد کی تھی اور بائیس ۲۲ برس کے سن میں
طاعون عمواس میں جو ۱۸ھ میں واقع ہوا تھا اور اس طاعون میں اٹھارہ
ہزار صحابہ و تابعین نے وفات پائی تھی عالم جاودانی کی طرف رحلت کی

کیا تھا کہ معاویہ عراق تک نہ پہونچ سکے اور وہیں پر روک دیا جاوے اور امیر لشکر عبید اللہ کو مقرر فرمایا تھا اور اگر کوئی حادثہ پیش آوے تو ایسی صورت میں قیس کو امیر قرار دیا تھا۔ اور خود حضرت کوفہ سے باہر معہ مختلف اہل لشکر کے مقیم تھے کہ جنھیں سے بعض تو آپکے اور پدر بزرگوار کے شیعوں میں سے تھے بعض اصحاب فتنہ و فساد اور شکاک تھے اور بعض متعصب اور مقلد روسائے قبائل اور بعض طماع تھے اور چونکہ حضرت نے انمیں آثار غدر و نفاق کا احساس فرمالیا تھا اور انمیں اور معاویہ میں جو خط و کتابت جاری تھی اسپر بھی مطلع ہو چکے تھے لہذا ان کے اصلاح حال کی کوشش میں تھے کہ ناگاہ قیس بن سعد کا عریضہ آیا جسکا مضمون یہ تھا کہ:۔

جب معاویہ کا لشکر قریب پہونچا تو اس نے ایک خط عبید اللہ کو لکھا اور اپنی اطاعت کی رغبت دلائی اور انکو دس لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا جنمیں سے نصف فوراً اور نصف کوفہ پہونچکر اور عبید اللہ اسپر فریفتہ ہو گئے اور آدھی رات کو بے خبر معہ اپنے خواص کے معاویہ کے لشکر میں چلے گئے۔

جب یہ خط حضرت امام حسن علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا تو آپکو اپنے ساتھیوں کے فساد نیت کا اور یقین ہو گیا اور حضرت نے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ یقیناً مجھکو چھوڑ دینگے اور شیعوں کی تعداد اتنی نہیں ہے جو اہل شام سے مقابلہ کر سکیں بدیں وجہ آپ صلح پر مجبور ہوئے۔ عبید اللہ نے ۵۸ھ اور بعضوں کے نزدیک ۸۷ھ میں زمانہ عبد الملک بن مروان میں وفات پائی۔

قثم بن عباسؓ

جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کے برادر رضاعی تھے اور جناب لبابہ

نقص سب کے حصوں میں واقع ہو گا اسلئے کہ زوجہ کا آٹھواں نواں ہو جاوے گا
اور تفصیل ان دلائل کی اور دلائل اہل سنت کی کتب تفسیر اور کتب فقہاء امامیہ میں پورے طور
سے مذکور ہے واللہ اعلم بالصواب۔

عبیداللہ بن عباس

اشرف صحابہ رسول صلعم اور سادات اصحاب جناب امیر المومنین سے تھے
صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ وہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹے
تھے اور حضرت امیر علیہ السلام نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں حاکم یمن قرار دیا تھا
اور تین برس حج کی امارت انکے سپرد فرمائی۔
لیکن تیسرے سال معاویہ نے بزور یزید بن شجرہ کو اپنے امراء میں سے امارت
حج پر بھیجا اور آپس میں دونوں کے نزاع ہوئی آخر کار صلح اسپر قرار پائی کہ شیبہ
بن عثمان جو اشراف قریش میں سے تھے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے معین
ہوں اور اس خبر میں بہت کچھ اختلاف ہے یہانتک کہ بعضوں نے کہا ہے
کہ امارت حج حضرت امیر علیہ السلام کی طرف سے قثم بن عباس سے متعلق تھی
خلاصہ انجام کار عبیداللہ کا بڑا منظر رکھتا ہے باوجود اس نسبت وقرابت خاندان
نبوت وطہارت کے طمع دنیا غالب آگئی اور پردہ شرم وحیا درمیان سے اٹھا دیا
اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بیوفائی کی۔
چنانچہ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ جب معاویہ بعد وفات حضرت امیر المومنین علیہ السلام
کے ساتھ عراق فتح کرنے کی غرض سے مستعد ہوا تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے
بھی انکے مقابلہ کیلیے لشکر جمع فرمایا اور کوفہ سے باہر تشریف لائے اور ایک لشکر جرار
عبیداللہ بن عباس اور قیس بن سعد بن عبادہ کی سرداری میں آگے روانہ

ہرگز نہ فرمائے گا کہ مال میں اتنے فرائض قرار دیدے جتنے حصے نہ ہوسکیں اور اس بنا پر ابن عباس اور تمام علمائے شیعہ اسکے قائل ہیں کہ سب صاحبان فرض اپنا پورا پورا فریضہ لینگے اور کمی لڑکیوں اور بہنوں کے حق میں کیجائیگی مثلاً ایسی صورت میں کہ میت کے باپ ماں دو بیٹیاں شوہر یا زوجہ باقی رہ گئے ہوں تو اصل فریضہ چھ قرار دیا جاویگا۔ ماں اور باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اور شوہر کو چہارم ایسی صورت میں چہارم عدد صحیح میں نہ نکل سکے گا پس بقاعدہ حساب ربع کو اصل فریضہ میں ضرب دینگے یعنی چار کا چھ گنا جو چوبیس حاصل ضرب ہوئے پس دو سدس آٹھ ہوئے اور زوج کے حصہ میں چھ آئے کہ جو چوبیس کا ربع ہے اور اگر بجائے زوج کے زوجہ ہو تو اسکا آٹھواں حصہ تین ہوا اب باقی جو بنا بر فرض اول یعنی موجودگی شوہر کے دس۔

اور بنا بر فرض ثانی یعنی موجودگی زوجہ کے تیرہ رہے وہ دونوں لڑکیوں کو دیئے جائینگے پس نقص لڑکیوں کے حصوں میں واقع ہوگا اسلئے کہ انکا فریضہ دو ثلث ہے جو سولہ ہوتے ہیں نہ دس نہ تیرہ لیکن چونکہ والدین اور زوجین کیلئے بڑا حصہ بعض اوقات اور بعض اوقات چھوٹا حصہ مقرر ہوچکا ہے اور لڑکیوں اور بہنوں کے لیئے ایک حصہ کے سوا اور مقرر نہیں ہے اولیٰ یہی ہے کہ انکے حصہ میں کمی واقع ہو۔ تاکہ انکے لیئے بھی ایک چھوٹا حصہ قرار دیا جائے اور سب صاحبان سہام کے متعدد ہونے میں شریک دسہیم ہوجائیں لیکن مخالفین کے نزدیک سب صاحبان فرائض میں کمی کیجائیگی۔

پس وجود زوج کی حالت میں تیس حصے کئے جائینگے جنمیں سے سولہ لڑکیوں کے اور چھ شوہر کے آٹھ والدین کے اور بر فرض وجود زوجہ ستائیس حصے کئے جائینگے اور والدین اور لڑکیوں کو اتنا ہی اور زوجہ کو تین حصے دیئے جائینگے پس اس صورت میں

اور کتاب خلاصۃ الاقوال میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے محب اور شاگرد تھے اور انکی بزرگی اور انکا اخلاص حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ محتاج بیان نہیں ہے۔

شیخ ابو عمر کشی نے اپنی کتاب میں بعض روایتیں ایسی نقل کی ہیں کہ جنمیں ابن عباسؓ کی کچھ مذمت ہے لیکن ابن عباسؓ کی شان اس سے اجلّ واعلیٰ ہے اُن روایات کا میں نے اپنی رجال کی بڑی کتاب میں لکھا ہے اور جوابدیا ہے یہ کلام تھا علامہ علی اعلی اللہ مقامہ کا کتاب خلاصۃ الاقوال میں۔

مولف کہتا ہے کہ وہ مذمتیں جو اُن راویوں میں پائی جاتی ہیں۔ ابن عباسؓ کے بعض اقوال سے متعلق ہیں انکے ایمان واعتقاد میں کسی قسم کی کمی نہیں پائی جاتی لیکن وہ جوابات جو جناب علامہ نے اپنی بڑی کتاب میں لکھے قاصر کی نظر سے نہیں گزرے بلکہ بعض معتبریں سے معلوم ہوا کہ کتاب مذکور جب اسکے کہ شائع ہو بسبب عذر وفساد اہل ملک کے جو سلطان محمد خدابندہ کے انتقال سے واقع ہوا تھا ضائع ہوگئی اور اس زمانہ کے علماء میں سے کسی نے نہ اسکو دیکھا اور نہ کہیں اُس کا نشان پایا۔

شرح مسئلہ عول چونکہ مسئلہ عول غوامض مسائل فرائض میں سے ہے اور ابن عباسؓ کے دعوے میں کوئی اسکی شرح نہیں ہے البتہ کتب فقہیہ امامیہ میں تفصیلاً مع ردّ وقدح مذکور ہے لیکن اُن کتابوں کا دیکھنا ہر شخص کو آسان نہیں ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس مقام پر اُسکی شرح کر دیجاے اور ابن عباسؓ کا دعویٰ ثابت کر دیا جاوے۔ پس جاننا چاہیے کہ عول فرائض کی زیادتی کو کہتے ہیں اور حصہ کی کمی کو۔ برعکس تعصیب کے کہ جس میں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور فرائض کم ہوتے ہیں۔ اور ہر عارف پر پوشیدہ نہیں ہے کہ خداوند عالم ایسا

ایام سلطنت میں انپر عتاب کیا اور کہا کہ تمنے ام المومنین اور نبی کے حواریوں سے قتال کیا اور تمنے متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا۔

ابن عباسؓ نے فوراً جواب دیا کہ ام المومنین کو تو نے اور تیرے باپ اور ماموں نے گھر سے باہر نکالا اور وہ ہمارے ہی سبب سے ام المومنین کہلائیں اور ہم انکے بہترین بیٹے تھے، اور تو نے اور تیرے باپ نے تو علی علیہ السلام سے قتال کیا پس اگر علی مومن تھے تو تم ان سے قتال کر کے گمراہ ہو گئے۔ اور اگر معاذ اللہ وہ کافر تھے جب بھی تمنے جہاد سے فرار کر کے غضب خدا اپنی گھر بنایا۔

اب رہا متعہ کہ جسکو میں حلال جانتا ہوں سو میں نے رسول خدا سے خود سنا ہے کہ حضرت متعہ کو حلال فرماتے اور اجازت دیتے تھے پس میں نے بھی فتویٰ دیا۔

اور منجملہ اشعار ابن عباسؓ کے ایک قطعہ ہے جو انہوں نے جنگ جمل میں عائشہ سے خطاب کر کے پڑھا تھا جسکا مضمون یہ ہے:-

کہ "تو اونٹ پر سوار ہوئی۔ خچر پر سوار ہوئی اگر زندہ رہی تو ہاتھی پر سوار ہو گی آٹھویں کا نواں یعنی ہشتم حصہ تیرا ہے اور تو کل کی مالک بن بیٹھی؟"

مترجم کہتا ہے کہ میری نظر میں یہ شعر ابن عباس نے جناب امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کے روکے جانے کیوقت اور روضۂ رسول میں دفن کی ممانعت کیے جانے پر پڑھا ہے اور اسی روز عائشہ خچر پر سوار ہو کر آئی تھیں نہ کہ جنگ جمل میں اسلئے کہ جنگ جمل میں صرف اونٹ پر سوار ہوئیں تھیں خچر کی نوبت اسوقت تک نہیں آئی تھی۔

نیز روز شہادت امام حسن علیہ السلام وہ روضۂ رسولؐ کی ملکیت کا دعویٰ کر رہی تھیں کہ یہ میرا گھر ہے میں اغیار کو مثل امام حسنؑ وغیرہ کے دفن نہ ہونے دونگی یہ سب قرائن بھی شاہد ہیں کہ یہ قطعہ اسی وقت پڑھا گیا تھا واللہ اعلم بالصواب

تصدیق کرو اور اگر جھوٹ بولوں تو مجھے جھٹلاؤ میری بات سنو اور میرے قول کو
چھپاؤ پھر جب اپنے شہروں اور قبیلوں کی طرف واپس جاؤ تو جسکو قابل اعتبار سمجھو
اُسکو اُس امر حق کی دعوت دو جو تمہیں معلوم ہے اسلئے کہ مجھے خوف ہے کہ یہ حق
مٹ نہ جائے اور دین خدا جاتا نہ رہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ
الکافرون اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار برا مانیں۔

پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہر وہ آیت جو اہلبیت کی شان میں
نازل ہوئی ہے تلاوت فرمائی اور اسکی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر جناب رسالتمآب کی
وہ تمام حدیثیں جو حضرت کے والد اور والدہ اور اہلبیت کی شان میں ہیں بیان فرمائیں اور تمام
صحابہ شہادت دیتے جاتے تھے اور اقرار کرتے جاتے تھے کہ ہمنے سنا ہے اور
ہم اسکے شاہد ہیں۔

اور تابعین کہتے تھے کہ ہمسے معتبر لوگوں نے بیان کیا ہے اور ہم اسپر ایمان لائے
ہیں یہانتک کہ حضرت نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی جو نہ فرمائی ہو پھر ارشاد فرمایا
کہ تم لوگوں کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ واپس جاکر اپنے وثوق لوگوں سے اسکو بیان کرو
پس لوگ یہ سب باتیں سنکر متفرق ہوگئے

ابن عباس شعب ابوطالب علیہ السلام میں ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے
اور جب جناب رسالتمآب نے وفات پائی اسوقت انکی عمر تیرہ ۱۳ برس کی تھی
اور بعضوں نے کم بھی کہا ہے اور ۶۸ھ میں مقام طائف میں انتقال فرمایا اسوقت
انکی عمر اکہتر ۷۱ برس کی تھی۔ اور بعضوں نے بہتر ۷۲ بھی کہا ہے۔

مروی ہے کہ جب ابن عباس کو کفن پہنایا گیا تب ایک طائر سفید خوبصورت انکے
کفن میں داخل ہوکر غائب ہوگیا۔

اور منجملہ ابن عباس کے عجائب جو ہوئے وہ موقع تھا کہ جب عبداللہ بن زبیر نے اپنے

اور جھوٹی حدیثیں گڑھا کرتے تھے اور حکام اور قضاۃ سے انعام حاصل کیا کرتے تھے یہانتک کہ یہ حدیثیں اور روایتیں اُن لوگوں کے نزدیک حق ہو گئیں اور انہیں احادیث میں ایک دوسرے پر ترجیح دیجانے لگی اور یہی حدیثیں انکے عباد و زہاد اور متدینین سنے کہ جو جھوٹی حدیثیں پسند نہیں بھی کرتے تھے یاد کیں اسلیئے کہ وہ انہیں حق سمجھتے تھے اگر انہیں باطل سمجھتے تو ہرگز انکی طرف توجہ نہ کرتے پس حق ان لوگوں کے نزدیک باطل اور باطل حق ہو گیا اور کذب وصدق سے اور صدق کذب سے بدل گیا۔

پس جب امام ہمام حضرت حسنؑ بن علی علیہما السلام نے بھی شہادت پائی تو ان امور میں اور زیادتی ہو گئی اور خدا کا کوئی ولی نہیں رہ گیا تھا مگر یہ کہ اُسے اپنی جان کا خوف تھا۔

پس معاویہ کی موت سے دو سال قبل جناب امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباسؓ نے حج کیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بنی ہاشم کے تمام مردوں عورتوں اور غلاموں۔ دوستوں اور شیعوں کو خواہ حج کے لیئے آئے ہوں یا یوں ہی موجود ہوں جمع کیا اور اپنے اہلبیت کو بھی جمع فرمایا اور اصحاب رسولؐ اور اُنکے فرزندوں میں سے اور تابعین میں سے جو صلاحیت اور عبادت کے لحاظ مشہور و معروف تھے کسی کو نہیں چھوڑا پس ہزار مردوں سے زیادہ جمع ہو گئے ان سب کو حضرت نے اپنے خیموں میں بٹھایا اور پھر خود کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور بعد حمد و ثنائے الٰہی بجالانے کے ارشاد فرمایا (جسکا ماحصل یہ ہے):-

اس طغیان کرنے والے گروہ نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ برتاؤ کیا وہ تم لوگ جانتے ہو اور دیکھ چکے ہو اور تم اسکے شاہد ہو اور تم تک خبریں پہونچ چکی ہیں اب میں تم سے چند باتوں کا سوال کرنا چاہتا ہوں اگر میں سچ بولوں تو میری

فضائل و مناقب بیان کرے اسکی قدر و منزلت اور تعظیم و اکرام میں زیادتی کرنا اور ہر عثمان کے فضائل کے بیان کرنے والے کا نام معہ اسکے باپ اور قبیلہ کے نام کے لکھ لیا جائے۔ چنانچہ حکام نے ایسا ہی کیا اس سبب سے فضائل عثمان کی روایتیں بہت سی ہو گئیں جو لوگوں نے گڑھ گڑھ کے بیان کیں اسلئے کہ انکو اسکے صلہ میں خلعت انعام و جاگیریں ملتی تھیں یہانتک نوبت آئی کہ جو شخص کسی شہر سے آتا تھا وہ عثمان کی منقبت میں کوئی نہ کوئی روایت ضرور بنا کر یاد کر لاتا تھا۔ اور اسکا نام راویوں میں لکھ لیا جاتا تھا اور معاویہ نے تمام شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ جس شخص کے متعلق دو گواہیاں گزر جاویں وہ علیؑ یا انکے اہلبیتؑ کو دوست رکھتا ہے اسکا نام دفتر سے نکال دیا جاوے۔

پھر دوسرا حکم نامہ بھیجا کہ شیعیان علیؑ کو اگرچہ دو شہادتیں بھی نہ گذریں قتل کر دو بلکہ جسکے اوپر گمان اور شبہ بھی شیعہ ہونے کا ہو اسکو بھی قتل کر دو اسوقت نوبت یہ تھی کہ جو لوگ دہریت اور کفر کی ترویج کرنے والے تھے انکو کوئی خطرہ نہ تھا بلکہ حسب حیثیت انکا دنیوی اعزاز و اکرام بھی کیا جاتا تھا لیکن شیعیان علیؑ میں سے کوئی اپنی جان کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ اور یہ حالت ہر شہر میں تھی خصوصاً کوفہ اور بصرہ میں۔

یہانتک کہ اگر کوئی شیعۂ علیؑ اپنے کسی دوست سے کوئی راز کہنا چاہتا تھا تو اپنے خادم اور غلاموں سے ڈرتا تھا اور خود اپنے دوست سے بھی نہیں کہتا تھا جبتک اس سے بڑی بڑی قسمیں نہیں لے لیتا تھا کہ وہ اُسے چھپاتا رہے اور یہ مظالم یوں ہی بڑھتے رہے اور جھوٹی حدیثیں یوں ہی رواج پاتی رہیں اور انہیں حدیثوں کی تعلیم ہوتی رہی اور سب سے بڑھکر اس بارہ میں وہ ریاکار علماء اور قاری تھے جو ریاکاری سے خضوع و خشوع اور سجود و رکوع میں مشغول رہتے تھے

ابن عباس نے کہا کہ پھر اسکے معنی سمجھنے سے منع کرتے ہو۔
اسنے کہا کہ بیشک۔
ابن عباس نے پوچھا کہ آیا ہم قرآن پڑہیں اور اسکے معنی کی اصل تحقیق نہ کریں کہ خداوند عالم نے کیا حکم دیا ہے اور اسکے مطابق عمل نہ کریں۔
معاویہ نے جواب دیا کہ اسکے معنی ایسے لوگوں سے پوچھو جو تمہاری اور تمہارے اہلبیت کی تفسیر کے خلاف بیان کرتے ہوں۔
ابن عباس نے فرمایا کہ خداوند عالم نے کلام مجید کو ہم اہلبیت پر نازل کیا ہم اسکے معنی آل ابی سفیان سے کیونکر پوچھیں۔
آخر کار معاویہ سے کچھ جواب دیتے نہ بن پڑا اور کہا اے ابن عباس تم اپنے نفس کو روکو اور زبان کو باز رکھو اور اگر تم ضرور بیان کرنا چاہتے ہو تو چھپا کر بیان کرو تاکہ کوئی نہ سنے۔
پھر سلیم بن قیس کہتا ہے کہ معاویہ نے پکار کر کہا کہ میں اس شخص سے بری اور بیزار ہوں جو ایک حدیث بھی حضرت علیؑ کے مناقب یا انکے فضائل میں بیان کرے یوں تو اس بلا کا اثر ہر شہر پر کچھ نہ کچھ ہوا لیکن خاصکر کوفہ پر بڑا اثر پڑا اسلیے کہ وہاں شیعہ بہت تھے اور معاویہ انہیں پہچانتا بھی تہا۔ اور انکو پتھروں اور کنکروں کے نیچے دبا دبا کر مار ڈالا۔ بہتوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اکثر کو شاخ ہاے خرمہ میں پھانسی دیدی۔ بہتوں کی آنکھیں نکلوالیں۔ بہتوں کو شہر بدر بلکہ ملک بدر کر دیا یہانتک کہ یہ سب عراق سے چلے گئے اور کوئی مشہور ومعروف شیعہ نہیں باقی رہ گیا تھا لیکن یہ کہ قتل ہوا یا پھانسی دیا گیا یا محبوس رہا یا یہاں سے نکالدیا گیا اور جلاے وطن کر دیا گیا اور معاویہ نے اپنے تمام حکام کو احکام بھیجے کہ خبردار شیعیان عثمان اور محبین اہلبیت عثمان میں سے کسی کے اوپر جرأت نہ کرنا۔ اور جو عثمان کے

رغبت دلائی نتیجہ یہ ہوا کہ جب خلافت اسکے پوتے مستعصم تک پہونچی تو انہیں
چنگیزیوں نے جسطرح سے بنی عباس کو غارت کیا اور خلافت کو مٹا دیا وہ ظاہر ہے
گویا خلیفہ ناصر نے چنگیزیوں کو محض اپنے خاندان مٹانے کے لیئے قوت دی تھی
شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں سلیم بن قیس سے نقل کی ہے کہ جب معاویہ
مدینہ گیا اور اسکا گذر قریش کے ایک گروہ کی طرف سے ہوا سب کے سب تعظیم کیلیے
اٹھ کھڑے ہوئے لیکن ابن عباسؓ نے تعظیم نہیں کی معاویہ نے کہا کہ تمکو میری
تعظیم سے وہی کینہ دیرینہ مانع ہوا کہ میں نے صفین میں تم لوگوں سے جنگ کی ہے
لیکن میں بھی عثمان کا فرزند ہوں کہ جسکو ظلم سے شہید کیا ہے غرض معاویہ کی یہ تھی
کہ تمنے عثمان کو قتل کیا لہذا ہم نے بھی تم لوگوں سے قتال کیا اب اسکا خیال دل میں
نہ رکھنا چاہیئے "عوض معاوضہ گلہ ندارد"
لیکن ابن عباسؓ نے اس مضمون سے چشم پوشی کی اور فرمایا کہ کیا کیا جائے عمر ابن
خطاب بھی مظلوم شہید ہوئے۔
معاویہ نے کہا کہ عمر کو ایک کافر نے قتل کیا۔
لیکن ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر عثمان کو کس نے مارا۔
معاویہ نے جواب دیا کہ مسلمانوں نے۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تو قول تمہارا خود تمہاری دلیل کو باطل کیئے دیتا ہے۔
معاویہ شرمندہ ہوا اور اس بات کو کاٹ کر دوسری طرح کی باتیں کرنے لگا۔ اور کہا
کہ میں نے اطراف ملک میں حکم بھیجدیا ہے کہ لوگ علیؑ کے اور اہلبیت کے مناقب کا
ذکر نہ کریں لہذا تم بھی اپنی زبان سے انکے مناقب نہ بیان کرو۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ آیا ہمکو قرآن پڑھنے سے منع کرتے ہو۔
معاویہ نے کہا کہ نہیں۔

نے اسکے متعلق بہت سے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے اور خود بعض علمائے
اہلسنت اور مورخین اہل ضلالت نے اسکا اعتراف کیا ہے چنانچہ صاحب روضۃ الصفا
نے واقعات سقیفہ کو ذکر کرتے لکھا ہے کہ جب بعد قیل وقال بشیر بن سعد انصاری
نے ابوبکر سے بیعت کرلی تو خباب بن منذر نے کہا کہ میں ہرگز اپنے ابن عم
کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرتا لیکن مسلمانوں کا حق انکے ساتھ سے نکل جانا میرے نزدیک جائز
نہیں ہے یہ کہکر خباب نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالدیا بعض انصار نے خباب کا ہاتھ
پکڑلیا اور تسلی دینا شروع کی۔ خباب نے کہا کہ اب مجھکو تسلی دینے سے کیا فائدہ اسلئے کہ امر
اختیار سے نکل گیا اور تیر کمان سے چھوٹ چکا گویا میں تمھاری اولاد کو دیکھ رہا ہوں
کہ وہ مہاجرین کے دروازہ پر کھڑے ہوئے ذرا سا پانی پینے کیلئے مانگتے ہیں اور
وہ نہیں دیتے ہیں ابوبکر نے کہا کہ اے خباب اسطرح کے افعال مجھ سے اور
میرے ابنائے جنس سے سرزد نہیں ہوسکتے

خباب نے کہا کہ جب ہی تک ہے کہ جب تک ہم اور تم زندہ ہیں لیکن جب دوسروں
تک نوبت پہونچے گی تو یہ حالت باقی نہ رہے گی اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہونگی۔
اسیطرح سے صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ ناصر خلیفہ عباسی نے سلطان محمد
خوارزم شاہ کی دشمنی کے سبب سے ارادہ کیا کہ چنگیز خاں کو اسکے ملک پر متصرف
کردے تاکہ سلطان محمد خلیفہ سے مخالفت نہ کرسکے وزراء نے اس رائے کو
نہیں پسند کیا اور کہا کہ اگر چنگیز خانی لوگ ملک میں جم گئے اور قوت پکڑ گئے تو
خلافت کی کوئی عزت وحرمت باقی نہ رکھینگے اور یہ آج انکو جری کرنا اور قوت دینا
انجام میں موجب ندامت کا ہوگا خلیفہ نے کہا ابھی پچاس برس تک تو وہ ممالک
اسلام پر اقتدار نہیں حاصل کرسکتے بالفعل سلطان محمد کی شوکت کا توڑنا ضروری ہے
آخر کار اس نے وزراء کا کہنا نہ مانا اور چنگیز کو خوارزم شاہ کے ملک پر حملہ کرنے کی

کا کوئی حصہ نہ پلٹتا اور ولی خدا محتاج نہ ہوتا اور حکم میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے پس اب اپنے کیے کا مزہ چکھو اور اپنے بُرے کاموں کی سزا بھگتو "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ" مخفی نہ رہے کہ ابن عباس کے حال کلام کا ذکر کمیت بن زید اسدی اور حکیم خاقانی کے حالات میں آیا ہے اور یہ تمام بلائیں اور مصیبتیں جو اہلبیت پر پڑیں یہ سب عمر خطاب کے سبب تھیں یہانتک کہ واقعہ عظیمہ کربلا کا سبب بھی یہی غصب خلافت ہے بلکہ کہا گیا ہے اور سچ کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اسی روز شہید ہوئے جس روز عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر سے بیعت کی چنانچہ منقول ہے کہ جب کمیت بن زید اسدی نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ابوبکر و عمر کا حال پوچھا تو حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو قطرہ ہمارے یا ہمارے شیعوں کے خون کا گرایا گیا ہے اسکا گناہ انہیں دونوں کی گردن پر ہے اور قیامت تک جو قطرہ ہمارے یا ہمارے شیعوں کے خون کا گرایا جائے گا اسکا عذاب انہیں دونوں پر ہوگا۔

اور اسی طرح سے منقول ہے کہ جب زید بن زین العابدین علیہ السلام کے تیر لگا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ انہیں دونوں نے مجھکو اس مقام پر پہونچایا مترجم کہتا ہے کہ بعض شعرائے فرزانہ نے اسی معنی میں کہا ہے۔ شعر

خونِ شہدا تمام بر گردنِ اوست بد کردنِ شمر ہم ز بدکردنِ اوست

اسلئے کہ ظاہر اگر خلفائے خلافت آب ردائے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دوشِ اہلبیت علیہم السلام سے نہ اتار لیتے اور انکی قدر و منزلت کو نہ مٹا دیتے تو معاویہ و یزید وغیرہ کی یہ مجال نہ تھی کہ غصب خلافت کر سکتے اور اہلبیت کو اسطرح سے قتل و غارت کرتے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ یہ مضمون محض خیالی ہے بلکہ صاحبانِ تحقیق

کہ تو ہمکو دین و دنیا دونوں سے ہٹاتا ہے اور ایک ابن عباس ہیں کہ جو ہمیں علم بھی عطا کرتے ہیں اور اجر بھی مرحمت فرماتے ہیں اور ہدایت بھی کرتے ہیں اور عبید اللہ کے کاسہائے طعام برابر چھلکتے رہتے ہیں اور مہمان و مسکین سیر ہوتے ہیں پس دین و دنیا اور نیکی انہیں دونوں کے گھروں میں ہے جو چاہے وہ اُن سے حاصل کرے پیغمبر خدا صلعم ایک نور تھے اور انکے اہلبیت ہمارے دین کی حفاظت کیلئے مثل قلعہ کے ہیں اور انکو ہمارے اوپر فضیلت ہے پس تو جو ہمکو انکے پاس جانے سے منع کرتا ہے اور انکو ہمارے بلانے سے روکتا ہے تو انہیں بھی اذیت دیتا ہے اور ہمیں بھی۔ نہ تو رسول صلعم کا دنیا عزیز دار ہے اور نہ ویسا دیندار خداوند عالم کسی شخص کو انکے بغض کے ساتھ نہ دین میں عزت عطا کرے گا اور نہ دنیا میں مکنت ؛؛

اور وہ مطاعن جو ابن عباسؓ سے خلفائے ثلاثہ کے بارے میں اور خصوصاً عمرؓ کے متعلق نقل کئے گئے ہیں بکثرت ہیں منجملہ انکے وہ بھی ہے کہ حجۃ الاسلام محمد غزالی نے کتاب وسیط فقہ میں نقل کیا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ جو شخص مسئلہ عول میں نزاع کرے میں اس سے مباہلہ کرونگا لوگوں نے کہا کہ عمر کے زمانہ میں ایسا کیوں نہ کیا ؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ ایک ہیبت ناک آدمی تھا جو فوت ہوا۔

اور شیخ اجل ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں یونس بن عبدالوارث سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ خطبہ پڑھ رہے تھے پڑھتے پڑھتے لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہنے لگے کہ "اے دین میں حیران ہونے والو! اگر تم لوگ اُسکو مقدم کرتے جسکو خدا نے مقدم کیا تھا اور اسکو موخر کرتے جسکو خدا نے موخر کیا تھا اور وراثت اور ولایت کو وہیں رکھتے جہاں اللہ نے قرار دیا تھا سو نہ نفس خدا

کر رہے ہیں پھر اسی روز عبداللہ بن عباسؓ کے دروازہ کی طرف سے گذر ہوا وہاں
دیکھا کہ گروہ در گروہ انکے دولت کدہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور انکے دسترخوان
انعام پر طرح طرح کی نعمتیں تناول کر کے رخصت ہو رہے ہیں پس میں عبداللہ بن
زبیر کے دربار میں گیا۔ جنہوں نے اس زمانہ میں بنی امیہ پر خروج کیا تھا اور باوجود بخیل
اور جاہل ہونے کے دعوائے خلافت کرتا تھا میں نے اُن سے کہا کہ آج میں نے
ایسی حالت دیکھی ہے کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا دعواے خلافت تو آپکو ہے لیکن
اولاد عباسؓ نے آپ کیلئے کوئی فضیلت نہیں چھوڑی انہوں نے پوچھا کہ یہ کیونکر
معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ آج ایک بھائی کے دروازے سے گذر ہوا تو دیکھا کہ لوگ
گروہ در گروہ علم فقہ حاصل کرنے کے لئے جمع ہیں اور دوسرے بھائی کے یہاں دسترخوان
عام ہے سب جاتے ہیں اور طرح طرح کی نعمتیں کھا کر واپس آتے ہیں عبداللہ بن زبیر
نہایت برہم ہوا اور عبداللہ بن مطیع کو اپنے پاس بلا کر حکم دیا کہ پسران عباسؓ کے
پاس جاؤ اور کہو کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تم اور جتنے آدمی اہل عراق میں سے
تمہارے ساتھ ہیں سب کے سب مکہ سے نکل جاؤ نہیں تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا
پس عبداللہ بن عباس نے کہلا بھیجا کہ میرے پاس نہ لوگوں کا مجمع ہے نہ کوئی اور
سامان صرف علم فقہ سیکھنے کیلئے چند طلبا آتے ہیں اور دو چار فقیر میرے بھائی
کے دروازے پر گدائی کرتے ہیں تمہیں اسکا خوف نہ کرنا چاہیئے اس قصہ کو ابن عراق
نے بھی اپنے تذکرہ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر نے یہ پیام اولاد
عباسؓ کے پاس بھیجا تو ابو الطفیل عامر بن واثلۃ الکنانی شاعر موجود تھا
اس نے بنا بر مقتضائے حال کے چند اشعار کہے جنکا خلاصہ یہ ہے :-
کہ زمانہ میں سوائے مصائب کے کوئی خوش کرنے والی بات نہیں ہے منجملہ اُن عجوبہ
چیزوں کے جو باوجود اپنے عجیب ہونے کے رلاتی ہیں ابن زبیر کی حالت ہے

عبداللہ بن عباسؓ

بزرگانِ صحابۂ پیغمبر میں سے اور افضل اولادِ عباسؓ میں ہیں مرید و شاگرد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تھے اور آپ کے ہمراہ رکاب ہمیشہ دشمنوں سے جہاد کرتے رہے

انکا علوم مرتبہ علم تفسیر و فقہ اور حدیث میں مشہور و مستغنی عن البیان ہے -

صاحب استیعاب نے روایت کی ہے کہ جناب ختمی مرتبتؐ نے انکے متعلق دعا فرمائی تھی کہ خدایا! اسے علم حکمت اور تاویل قرآن عطا فرما - اور بعضی روایتوں میں واقع ہے کہ "خدایا تو اسمیں برکت دے اور اسے بشارت دے اور اسکو اپنے بندگانِ صالحین میں قرار دے"۔

سید المحدثین نے تحفۃ الاخیار میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے جنگ جمل میں زبیر بن العوام سے ملاقات کی اور کہا کہ تمھیں کچھ یاد آتا ہے کہ جب جناب رسالت مآب صلعم کسی سفر سے واپس ہوئے تھے اور ہم اور ہمارے بھائی فضل اور تم استقبال کے لئے گئے تھے حضرت اپنے ناقہ پر سوار تھے - مجھکو اور فضل کو سوار کر لیا اور ہم دونوں بھائی حضرت رسالت مآب صلعم کے ہمراہ اُسی ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ آئے اور تمکو رسالت مآب صلعم نے پیدل چھوڑ دیا تھا۔

اور یہی لکھا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے عبداللہ بن عباسؓ کو صلح کے لیے طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا تو ان کلمات کے ساتھ انکی تعریف فرمائی کہ وہ جسکا چچازاد بھائی [illegible] ہے ہو لقینا خدا نے اسکی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں

[illegible] روایت ہے کہ عبداللہ بن صفوان بن اُمیہ کہتا ہے کہ میں ایک روز [illegible] مکان کی طرف سے گذرا میں نے طلاب فقہ [illegible] اور عبداللہ بن عباسؓ سے استفادہ

سنت رسول صلعم نہ تھے؟
کیا وہ سب سے زیادہ پیغمبر کے مقرب نہ تھے جو کہ جبرئیل نے رسول اللہ صلعم کی تجہیز و تکفین میں آپکی اعانت کی۔
سوائے ابوالحسن کے یہ تمام صفتیں کس میں جمع ہیں کسکی قدر اتنی بلند اور کس کا خلق ایسا بہتر ہے"

صاحب کتاب استیعاب نے ابوعمر سے روایت کی ہے کہ عباسؓ قبل فتح خیبر کے مسلمان ہو گئے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپاتے تھے روز فتح مکہ ظاہر کیا اور بعض دیگر اہل سنت نے روایت کی ہے کہ قبل جنگ بدر کے مسلمان ہو چکے تھے اور مشرکین مکہ کی خبریں حضرت صلعم تک پہونچایا کرتے تھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے لیکن آپنے تحریر فرمایا کہ تمہارا مکہ میں رہنا میرے لیئے یہاں آنے سے بہتر ہے اسی سبب سے روز بدر حضرت نے اپنے اصحاب سے فرما دیا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی عباسؓ سے ملاقات کرے تو انہیں قتل نہ کرے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ روایت منجملہ ان روایتوں کے ہے جو علمائے اہل سنت نے خلفائے عباسیہ کی خوشامد میں گڑھی ہیں اور اسی قسم کی حدیثوں میں سے ہے کہ جو شیخ جلال الدین سیوطی نے اور دیگر علمائے اہلسنت نے نقل کی ہے کہ خلافت آل عباس میں اسوقت تک باقی رہے گی کہ جب مہدی موعود ظہور فرمائیں گے تو خلیفہ بنی عباس ہی خلافت انکے سپرد کر دے گا اور ان علمائے مذکورین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے درحالیکہ سالہا سال ہو چکے کہ خلافت عباسیہ کا پتہ بھی نہیں ہے اور قلم قضا و قدر نے اسی روایت کو جھوٹا ہی ثابت کر کے چھوڑا۔

عباسؓ دو یا تین سال جناب رسالت مآب صلعم سے بڑے تھے اور ماہ مبارک رمضان ۳۲ھ میں قتل عثمان سے دو سال قبل وفات فرمائی۔ اور قبر مبارک انکی بقیع میں ہے

عباسؑ بن عبدالمطلب الہاشمی

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاتی چچا تھے اور سرداران صحابہ جناب رسالت مآبؐ اور اصحاب حضرت امیر علیہ السلام سے تھے اور بعد جناب ابوطالب علیہ السلام کے حجاج کے پانی پلانے کا کام انہیں کے ذمہ ہوا اور جناب رسالت مآبؐ انکی بزرگداشت اور تعظیم فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عباسؑ بمنزلہ میرے باپ کے ہیں۔ عباسؑ نے بھی مثل تمام بنی ہاشم کے ابوبکر کی بیعت سے اختلاف کیا تھا اور حضرت امیرؑ کی رائے کے تابع تھے یہانتک کہ بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت امیر علیہ السلام سے عرض کی کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کروں تاکہ تمہارے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ اس امر میں کیا کوئی ہمسے مخالفت بھی کرے گا؟

لیکن باوجود ان تمام امور کے مرتبۂ اخلاص مثل سید الشہدا حضرت حمزہؑ کے نہ تھا اور حضرت امیرؑ نے عباسؑ اور عقیلؑ کو طلیقین جافیین کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے خلافت پر قبضہ کرلیا تو حضرت عباس علیہ السلام نے چند اشعار کہے جنکا حاصل مضمون یہ ہے:-

"ندانم خلافت چرا منصرف | شد از ہاشم انگاہ از ابوالحسن
نہ او اولین مقبل قبلہ بود | نہ او عالم وحی بود و سنن
نہ اقرب بعہد نبیؐ بود او | معین جبرئیلش بغسل و کفن
جز او جمع جملہ اوصاف کیست | ز قدر علیؑ ذ ز خلق حسن"

یعنی نہیں معلوم کیا سبب ہے کہ خلافت کل بنی ہاشم سے اور خاصکر ابوالحسنؑ سے بھی جدا ہوگئی کیا وہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے اور سب سے زیادہ اعلم احکام وحی اور

پر اطلاع دی اور زمین کو بلند کر دیا یہانتک کہ حضرت نے جنگ کا حال مشاہدہ فرمایا اور اپنے اصحاب کو خبر دی کہ زید بن حارث نے علم برداری کی اور شہید ہوئے پھر جعفر بن ابی طالب علم بردار ہوئے اور شربت شہادت نوش فرمایا پھر ابن رواحہ نے علم اٹھایا اور جام موت پیا۔

حضرتؐ یہ باتیں فرماتے تھے اور اشک مبارک آنکھوں سے جاری تھے پھر فرمایا کہ جعفر بہشت میں آئے اور خداوند عالم نے انکو دو پر یاقوت سرخ کے انکے ہاتھوں کے عوض میں عطا فرمائے کہ وہ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسالت آبؐ نے فرمایا کہ "میں نے جعفرؑ کو بہشت میں دیکھا کہ مثل فرشتے کے پرواز کر رہے تھے اور اسی سبب سے انہیں جعفر طیار کہتے ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے بعض اشعار میں ارشاد فرمایا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ وہ جعفر کہ جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے رہتے ہیں میرے بھائی ہیں اور بعض قصصوں میں مذکور ہے کہ حضرت جعفر کے اس جنگ میں پچاس زخم لگے تھے یہانتک کہ وہ میدان میں گر پڑے انہیں اٹھنے کی طاقت نہ تھی لیکن انکی ہیبت اور رعب کے سبب سے کسی میں اتنی تاب نہ تھی کہ انکا سر مبارک جسم سے جدا کر سکے آخر کار سب نے ملکر حملہ کیا اور انکو نیزوں پر اٹھالیا اسوقت سید عالم مسجد مدینہ میں منبر پر تشریف رکھتے تھے خداوند عالم نے پردے اٹھا دئے اور حضرتؐ نے اس معرکہ کا مشاہدہ کیا جب لوگوں نے حضرت جعفر کو نیزوں پر اٹھالیا تو حضرت نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی کہ بار الہا میرے ابن عم کو رسوا نہ کر خداوند عالم نے اسی وقت انکو دو پر عطا فرمائے اور حضرت کفار کے نیزوں ہی سے روضۂ رضوان کی طرف پرواز کر گئے اسی وجہ سے انکو ذوالجناحین اور طیار کہتے ہیں۔ حضرت کی عمر شریف اسوقت اکتالیس سال کی تھی صلوٰۃ اللہ علیہ۔

اولین میں سے تھے کہ حبش کی طرف ہجرت کی اور فتح خیبر کے زمانہ میں جناب رسالت مآب صلعم کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت نے جعفرؑ کا استقبال کیا اور وقت ملاقات اپنا دست مبارک انکی گردن میں حمائل فرمایا اور ارشاد کیا کہ میں نہیں جانتا کہ کس بات پر میری خوشی زیادہ ہے جعفرؑ کے آنے پر یا خیبر کے فتح ہونے پر۔ اور جعفرؑ ہجرت کے ساتویں سال مدینہ میں وارد ہوئے۔ جناب رسالت مآبؐ نے مسجد کے پہلو میں انکے لئے ایک گھر مقرر فرمایا اور آخر جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

روضۃ الشہدا میں لکھا ہوا ہے کہ ۸ھ میں جناب رسالت مآبؐ نے شرجیل بن غسانی کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر نامزد فرمایا جعفرؑ بھی اس لشکر میں تھے جب وہ لشکر مقام موتہ پر پہنچا جو ملک شام کا ایک موضع ہے تو لشکر کفار سے مقابلہ ہوا حضرت کے لشکر میں تین ہزار آدمی تھے اور شرجیل کی فوج میں ایک لاکھ سوار و پیادے سے بھی زائد لوگ تھے لیکن مسلمانوں نے دشمنوں کی کثرت کی کوئی پروا نہیں کی اور خدا پر توکل کرکے پائے ثبات میدان شجاعت میں گاڑ دئے اور کفار سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔

اثنائے جہاد میں جب زید بن حارث شہید ہو چکے تو جعفر بن ابی طالب نے علم برداری کی انکے گھوڑے کو دشمنوں نے بے کر دیا اور مسلمانوں کا وہ پہلا گھوڑا تھا جو بے کیا گیا۔ جعفر پیادہ ہو کر جنگ میں مشغول ہوئے لیکن دشمنوں نے ایک ضربت انکے داہنے ہاتھ پر ایسی لگائی کہ جسم سے جدا ہو گیا حضرت نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا لیکن دشمنوں نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا جب بھی وہ بازوں سے علم کو سنبھالے ہوئے تھے کہ ایک شخص رومی نے ایسا زخم کاری لگایا کہ جسکے بعد کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی۔

اور احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو اہل موتہ کے حالات

لائے اور یہ حالت مشاہدہ کر کے بہت روئے کیونکہ حضرت حمزہؑ کو بہت چاہتے تھے بدیں سبب کہ وہ آپکے چچا بھی تھے اور برادر رضاعی بھی تھے۔
حضرت نے پھر ارشاد فرمایا کہ ہرگز کسی کی مصیبت میرے نزدیک مثل آپ کے نہ ہوگی پھر حکم دیا کہ حضرت حمزہؑ کو انہیں خون آلودہ کپڑوں سمیت قبر میں رکھیں۔
صاحب استیعاب نے روایت کی ہے کہ جب وحشی قاتل حمزہ علیہ السلام مسلمان ہوا تو حضرت رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے چہرہ کو مجھسے غائب کرلے تاکہ میں تجھے نہ دیکھوں۔
مولف کہتا ہے کہ جب جناب رسالت مآب صلعم باوجود اس نفس قدسی کے اپنے چچا کے قاتل وحشی کی صورت درحالیکہ وہ مسلمان ہوگیا تھا اور تمام گناہان سابق سے پاک ہوگیا تھا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تو دوسرے جنہوں نے ظلمات کفر وجاہلیت میں نشوونما پائی تھی بمجرد اظہار اسلام کے اپنے اعزا و اقارب کے خون کو کیونکر بھول سکتے تھے جو علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے یہ بھی ایک سبب تھا جو لوگوں نے جناب امیر المومنینؑ کی طرف رجوع نہیں کی اس لیئے کہ انکے دلوں میں کینۂ دیرینہ باقی تھا۔

جعفر بن ابی طالب الہاشمی

صاحب کتاب استیعاب نے کہا ہے کہ وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورت و سیرت میں اشبہہ تھے اور حضرت انکو بہت دوست رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم صورت و سیرت میں مجھسے مشابہ ہو اور یہ انکے لیئے بہت بڑے شرف کی بات تھی جعفر حضرت امیر علیہ السلام سے دس سال بڑے تھے اور عقیل جعفر سے دس سال اور طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے اور جعفر مہاجرین

شجاعت ہیں حضرت کے منہ سے کف جاری تھا اور اطراف وجوانب کی مطلقاً پروا نہیں کرتے تھے۔

وحشی چھپ کر راہ میں بیٹھا ہوا موقع دیکھ رہا تھا کہ یکایک حضرت حمزہؓ کے گھوڑے نے بدلگامی کی وحشی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کمین گاہ سے نکلکر اون پر زوبیں سے حملہ کیا جو انکے زیر ناف پڑا اور حضرت حمزہؓ گھوڑے سے زمین پر گر گئے کمین گاہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھیں کس نے انکو زخم پہونچایا ہے لیکن سنبھل نہ سکے کلمۂ توحید کو اپنی زبان پر جاری کیا اور روح مبارک نے عالم قدس کی طرف پرواز کی۔

وحشی نے اتنا انتظار کیا کہ لوگ اس طرف سے ہٹ گئے اسنے حضرت کا شکم مبارک چاک کیا اور کلیجہ نکالکر ہند کے پاس لے گیا ہند نے وہ کلیجہ لیکر کھانا چاہا۔ لیکن وہ جگر اس قدر سخت ہو گیا کہ وہ مجبور رہی آخر زمین پر پھینک دیا اور اپنا ایک گردن بند اور گوشوارہ بطور انعام کے وحشی کو دیا اور کہا کہ جب ہم مکہ واپس جائینگے تو تیری اور خدمتیں بھی بجا لاوینگے۔

اسکے بعد پوچھا کہ حمزہؓ کو کس جگہ قتل کیا ہے۔ وحشی اسکو حضرت حمزہؓ کی لاش پر لے گیا اس ملعونہ نے چھری لیکر آپکے کان اور ناک اور بعض دیگر اعضاء کو جسم مبارک سے جدا کیا اور ایک ڈورے میں پروکر اپنے ساتھ لیگئی۔

جب حضرت رسالت مآب صلعم نے حضرت حمزہ کو نہ پایا تو اصحاب سے پوچھا کہ میرے چچا حمزہؓ کیسے ہیں میں انہیں کیوں نہیں دیکھتا۔

حارث بن صمہ حضرت حمزہ کو ڈھونڈھنے کے لئے گئے لیکن دیر لگائی تو حضرت امیر علیہ السلام روانہ ہوئے اور حمزہؓ کی یہ حالت دیکھکر نہایت غمگین ہوئے اور روتے ہوئے واپس ہوکر آنحضرتؐ کو خبر دی سید عالم حضرت حمزہؓ کی لاش کے پاس تشریف

وہ ایک جنگ آزما جوان تھا اور ہمیشہ زوبین یعنی چکر کے ساتھ لڑتا تھا جب لشکر قریش نے مدینہ کا ارادہ کیا جبیر نے اس وحشی کو بلا کر کہا کہ جنگ بدر میں میرے چچا طعیمہ کو ان لوگوں نے بہت بری طرح قتل کیا ہے میرے صرف ایک ہی چچا تھا اور محمد کے دو چچا حمزہ و عباس موجود ہیں عباس تو خود مکہ میں ہیں لیکن حمزہ مدینہ میں ہیں اگر تو اس جنگ میں حمزہ کو قتل کر دے تو میں تجھے آزاد کر کے اپنی عطا سے مالا مال کر دوں گا وحشی نے اس کام کا ارادہ کر لیا ایک دوسرا محرک یہ بھی پیدا ہوا کہ ہند زوجہ ابوسفیان جو قبائل عرب میں اپنے حسن و جمال کے لیئے مشہور تھی اور جنگ بدر میں اوسکا باپ عتبہ قتل ہوا تھا اس نے وحشی کو بلا کر کہا کہ اگر تو محمد یا انکے اعزا میں سے کسی کو میرے باپ کے عوض میں قتل کرے تو جو آرزو تیرے دل میں پوشیدہ ہے وہ میں پوری کروں گی۔

وحشی اپنی آزادی کی خواہش اور وصل کی آرزو میں پورے طور سے مستعد ہو گیا روز جنگ احد میں وہ موقع ڈہونڈھتا رہا لیکن دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلعم کی حفاظت تمام سرداران مہاجرین و انصار کما حقہٗ بجا لارہے ہیں کسی طرح سے موقع نہیں ہے جو آپ پر حملہ کیا جا سکے وہاں سے واپس ہو کر حضرت امیر علیہ السلام پر حملہ کرنے کی فکر کی لیکن دیکھا کہ مبارز میدان لافتا خطیب ممبر ایوان ہل اتی ہر طرف سے با خبر ہے اور کسی طرف سے آپ پر حملہ نہیں کیا جا سکتا آخر اس نے حضرت حمزہ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حمزہ مثل شیر غضبناک کے دونوں ہاتھوں میں تلوار لیئے ہوئے صف لشکر کفار پر حملہ آور تھے اور پروں کو درہم برہم کرتے ہوئے سباع بن عبدالعزیٰ تک پہونچے اور ایک آن کی آن میں اسکو جہنم کی طرف روانہ کیا اور مبارز طلبی کرنے لگے کوئی انکے مقابلہ کے لیئے نہیں آتا تھا یہانتک کہ غیظ میں آ کر اپنے کو درمیان لشکر میں ڈالدیا اور اپنی شمشیر آبدار سے شیرازۂ لشکر کو منتشر کرنے لگے جوش

جو آنحضرت کو ابوجہل کے ساتھ پیش آیا تھا حضرت حمزہؑ فوراً قریش کے مجمع میں تشریف لیگئے اور ابوجہل کا سر کمان سے توڑ دیا اور اسیوقت دین اسلام کا اظہار کیا حضرت کے اشعار میں سے یہ چند شعر ہیں :-

حَمِدتُ اللهَ اِذ هَدیٰ فُؤادی ۔ اِلَی الاِسلامِ وَالدِّینِ الحَنیفِ
بِدینٍ جاءَ مِن رَبٍّ عَزیزٍ ۔ خَبیرٍ بِالعِبادِ وَاللَّطیفِ
اِذا تُلِیَت رَسائِلُهُ عَلَینا ۔ تَحَدَّرَ دَمعُ ذِی اللُّبِّ الحَفیفِ

جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے :-

میں نے اللہ کی حمد کی جسوقت اسنے میرے دلکو اور دین حنیف کی طرف ہدایت کی ایسا دین جو رب عزیز کے پاس سے آیا ہے جو اپنے بندوں کی حالت سے خبردار اور ان پر لطف کرنے والا ہے جسوقت اسکے رسالے ہمپر پڑھے جاتے ہیں تو جسکو رونے کی عادت نہ ہو وہ بھی رونے لگتا ہے ۔

اور کتاب کامل بہائی میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اس زمانہ میں جب خلافت غاصبوں کے ہاتھ میں تھی فرمایا کرتے تھے ۔ کہ قسم خدا کی اگر حمزہؑ و جعفرؑ زندہ ہوتے تو ابوبکر خلافت کی طمع نہ کرتا لیکن میں دو جفا کرنے والے خشک آدمیوں کے ساتھ مبتلا ہوا ہوں یعنی عقیل و عباس کے اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت حمزہؑ کو اپنے معتقدین خلافت میں جانتے تھے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت حمزہ بھی مثل حضرت ابوطالبؑ کے نصرت و حمایت مصطفےٰ و مرتضیٰ میں مدت العمر کوشش کرتے رہے ۔ آخر کار جنگ احد میں شربت شہادت نوش فرمایا اور شہادت اسطور پر واقع ہوئی کہ جبیر بن مطعم جو رؤسائے عرب میں سے تھا اسکا ایک غلام حبشی تھا جسکو سب وحشی کہا کرتے تھے

حضرت ابو طالبؑ اور انکے فرزند حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں اپنی کتاب شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں جنکا خلاصہ مطلب یہ ہے :-

کہ اگر ابو طالبؑ اور انکے فرزند نہ ہوتے تو ہرگز دین اسلام قائم نہ ہوتا۔ ابو طالبؑ نے تو مکہ میں رسولؐ کو پناہ دی اور حمایت کی اور انکے فرزند نے مدینہ میں۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے پیغمبر صلعم کی بچپنے میں کفالت کی اور علیؑ نے انکی امداد کو انتہا کو پہونچا دیا۔ ابو طالب کی بزرگی کو کسی جاہل کا لغو بکنا ضرر نہیں پہونچا سکتا اور کسی آنکھ والے کے اندھے بننے سے انکے شرف کو کوئی نقصان پہونچتا ہے جسطرح سے اگر کوئی گمان کرنے والا دن کی روشنی کو ظلمت سمجھے تو اسکے سمجھنے سے دن کی روشنی کم نہ ہوگی۔

سید الشہدا حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی

یہ جناب رسالت مآب صلعم کے چچا اور حضرت کے برادر رضاعی بھی تھے اور ہمیشہ آپکے ساتھ رہے اور آپکی نصرت میں بڑی کوششیں کیں۔ اور اسی طرح سے امیر المومنین علیہ السلام کی دوستی بھی اپنے لوح دل پر ثبت رکھتے تھے اور باوجود مرتبہ پدری رکھنے کے ہمیشہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے تقدم کا اعتراف کرتے رہے۔ شرح دیوان امیر المومنین علیہ السلام میں مذکور ہے کہ حضرت حمزہ نبوت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے سبب یہ ہوا کہ ایک روز جناب پیغمبر خدا صلعم مقام صفا پر ٹھیرے ہوئے تھے کہ ابو جہل کا گزر ہوا اس نے بلا سبب حضرت کو اذیت پہنچائی حضرت حمزہ شکار پر گئے تھے۔ انکی عادت تھی کہ جب شکار سے واپس ہوتے تھے تو خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے چنانچہ اس روز بھی جب حسب عادت واپس ہو کر طواف کر رہے تھے عبداللہ بن جدعان کی کنیز نے اس واقعہ کی خبر دی

مولف کہتا ہے کہ اہلسنت نے جتنی روایتیں حضرت ابوطالب کے کفر کے
متعلق نقل ہیں انمیں اختلاف عظیم واقع ہے بعض کہتے ہیں کہ آیت مذکورۃ الصدر
رسول اللہ کے استغفار کرنے کے بعد ہی فوراً نازل ہوئی اور بعضوں نے کہا ہے
کہ سبب نزول یہی تھا اگرچہ مدتوں کے بعد نازل ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے پیغمبر
کو اجازت تھی کہ وہ حضرت ابوطالب کے لیئے استغفار کریں اس آیت نے اس اجازت
کو منسوخ کر دیا۔
اور بعض کہتے ہیں کہ رخصت تو نہ تھی لیکن سہواً اور خطاءً رسول اللہ استغفار ابوطالب
پر استمرار کرتے جاتے تھے اور خداوند عالم نے مدت تک انکی خطا پر تنبیہ نہیں فرمائی
غرض حضرت ابوطالب کے ایمان کے متعلق مخالفین نے بہت سی حدیثیں نقل
ہیں لیکن تکفیر کی حدیثوں کو ترجیح دی ہے اور ایمان کی حدیثوں کی نیز ان اشعار
کی جو انکے ایمان کے بارے میں نص صریح کا حکم رکھتے ہیں طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں
پھر اس سے بھی ترقی کی ہے اور حضرت کے اشعار کے ساتھ کچھہ اشعار اپنی طرف سے
تصنیف کر کے ملحق کر دیئے ہیں کہ جنکے فرق کو ہر صاحب عربیت سمجھہ سکتا ہے
غرض اس تفصیل سے یہ ہے کہ صاحبان بصیرت پر مخفی نرہے کہ اہلسنت کا تکفیر
حضرت ابوطالب میں اسقدر اصرار محض جناب سید ابرار رسول مختار کی عداوت
اور انکے خاندان کے ساتھہ دشمنی رکھنے کے سبب سے ہے اس عناد کی خاص علامت
یہ ہے کہ اس باب میں اہلسنت نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں اور اپنے دلائل
باطلہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم کے آبائے
طاہرین کفار تھے یہانتک کہ جب نوبت جلال الدین سیوطی کی پہونچی تو انھوں نے
بھی اس بارہ میں ایک خاص رسالہ تصنیف کیا لیکن حق و باطل کا فرق اہل انصاف
پر ظاہر ہی ہو جاتا ہے کیا خوب اشعار ہیں جو شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے

انکو ضعیف الرائے اور کم قدر جانتے ہیں اسلئے کہ اگر عباسؓ کی کچھ قدر انکی نظر میں ہوتی تو انکے سوا دوسرے کو امام نہ کرتے اور باوجود قرابت رسول صلعم انکو مرتبہ خلافت سے نہ گراتے اور غیر کو انکا امام نہ بناتے۔ اور جب ناصبی کے نزدیک ہر کام خداہی کرتا ہے تو عباس کو بھی خداہی نے بے قدر و ضعیف الرائے سمجھا ہوگا۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ عباس کو انکے باپ نے باوجود کمسن ہونے کے اپنا وصی کیا اور یہ انکے قوی العقل اور کامل الرائے ہونیکی دلیل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت رسول صلعم کی وصیت کو نہ بھولنا چاہیئے کہ حضرت نے باوجود عباس اور تمام مسن و معمر صحابہ کبار اور مہاجر و انصار کے موجود ہونے کے علی مرتضیٰ کو اپنا وصی کیا پس اگر عباس حضرت عبدالمطلب کے انتخاب کے سبب انکی تمام اولاد میں بہتر سمجھے گئے تو علی مرتضیٰ بہترین اولین و آخرین بھی انتخاب وصایت کے سبب عباسؓ و ابوبکر و عمر و عثمان سے بہتر کیوں نہ سمجھے جائیں ناصبی کو اپنے ہی قول کے مطابق ہماری دلیل کو قبول کرنا چاہیئے یا اپنے قول سے باز آنا چاہیئے

اور یہ جو کہا کہ آل عباسؓ قیامت تک محافظ سنت ہیں اور آل ابوطالب ایک گانوں بھی نہ حاصل کر سکے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ حقیقتاً راعی رعیت اور امام امت وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے واجب الاطاعت اور معصوم ہوں اور تمام خطاؤں اور لغزشوں سے بری ہوں اور خداہی نے انہیں معین کیا ہو۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ صفات کس میں پائے جاتے ہیں اولاد علی علیہ السلام نے اگر ایک گانوں نہیں حاصل کیا تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے اسلئے کہ دنیا انہیں کے باپ کے تلوار سے فتح ہوئی اور عباسؓ اور غیر عباس سب علی ہی کی تلوار کے خوف سے ایمان لائے اور الحمدللہ کہ علی کسی کے خوف سے ایمان نہیں لائے بلکہ سب سے پہلے قبل بعثت رسول صلعم کی پہلی ہی دعوت پر لبیک کہی۔

اور یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ محمد بن حسن نے **موطا** میں مسئلہ میراث مومن و کافر کا ذکر کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک صاحب موطا کا قول و بول برابر ہے۔ انکا قول شیعوں کے مقابلہ میں بطور دلیل کے لانا دلیل حماقت ہے،
علماے اہلسنت کا مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کافر مومن کی میراث نہیں لے سکتا لیکن مومن کافر کی میراث لے سکتا ہے اسلئے کہ اگر کفر ایک نقص ہے جو مانع میراث ہوجاتا ہے اور ایمان کو اہلسنت ہی نقص کہینگے مومن تو ایمان کو نقص نہیں کہہ سکتا
اور علیؑ ابن الحسینؑ اور اسامہ بن زید پر جو صاحبِ موطا نے تہمت کی ہے اسکا حال بھی ظاہر ہے مشہور اور معروف واقعہ ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی میراث تقسیم ہونے لگی تو جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ حصہ کے علاوہ انکی تلوار اور زرہ علیؑ کو دو ایسے مشہور واقعہ کے مقابلہ میں یہ خبر دروغ بے فروغ اس قابل نہیں ہے کہ ناقدانِ علم حدیث اسکی طرف توجہ کریں اور ابوبکر و عمر کی خدمتوں کے بارہ میں جو اس ناصبی نے ذکر کیا اسکا جواب یہ ہے کہ:۔
اول تو حیات رسولؐ ہی میں انکی کوئی ایسی خدمت جو قابل اعتنا ہو ثابت نہیں ہے کسی جہاد میں انہوں نے کوئی کار نمایاں نہیں کیا نہ کسی دشمن کو آنحضرتؐ سے دفع کیا نہ کسی قلعہ کو فتح کیا۔ اور بعد آنحضرت صلعم کے تو ایسے افعال قبیحہ اُن سے سرزد ہوئے کہ اگر سرتاپا وہ نیکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور انکے محاسنِ اعمال بے انتہا ہوتے جب بھی حبط ہو جاتے اسلئے کہ انہوں نے رسول صلعم کے عہد و بیعت کے خلاف عمل کیا اور امر خلافت میں اس نص پیغمبر کی مخالفت کی جو کتب فریقین میں مذکور ہے اور جناب فاطمہ علیہا السلام کو ناراض کر دیا اور لشکر اسامہ سے پلٹ گئے
اور جو لکھا ہے کہ عباس کو باوجود اُس کرامت کے جو خدا تعالیٰ نے انھیں عطا کی تھی رافضی ضعیف الراے کہتے ہیں یہ شیعوں پر بہتان ہے بلکہ خود ناصبی لوگ

کے ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ اگر حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے دلائل کا ذکر
کیا جائے تو کتاب اپنی حد سے بڑھ جائے یہاں تو صرف اس کلمہ کا جواب دینا
مقصود تھا کہ رافضی حضرت ابوطالبؑ کو باوجود اتنے مراتب کے مومن کہتے ہیں
اور علیہ السلام لکھتے ہیں لیکن اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ناصبی اپنی جماعت
سے معاویہ کو باوجود کھلم کھلا علی مرتضیٰ کے ساتھ عداوت کرنے کے امام حق
جانتے ہیں اور امیر المومنین کہتے ہیں یہاں تو رسول اللہ کی نصرت کفر ہے اور
یہاں علی مرتضیٰ کی عداوت جو باجماع امت امام ہی تھے امیر المومنین ہے یہ سب باتیں
محض علیؑ کی بغض سے ہیں لیکن اس گڑھی ہوئی حدیث کا جواب کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ معاذ اللہ ابوطالبؑ کو میں نے ریگستان نار میں دیکھا ہے۔
یہ حدیث بے اصل ہے ہمراجان تعصب اور جعل نے بنی امیہ کی خوشامد میں
بنالی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ابوطالبؑ دوزخ میں کسلیئے تھے اگر اسکا جواب
اہل سنت یہ دیں کہ بسبب اپنے کفر کے تھے تو یہ انکے اصول مذہب کے خلاف
ہے اسلئے کہ وہ لوگ جبری ہیں انکے یہاں اعمال کے عوض میں جزا و سزا
نہیں ہوتی بلکہ مشیت باری سے تعلق رکھتی ہے وہ جائز جانتے ہیں کہ ابوجہل
کافر داخل بہشت ہو اور حضرت یحییٰ پیغمبر معصوم جہنم میں جائیں پھر یہ بھی سمجھ میں
نہیں آتا کہ قبل از قیامت حضرت ابوطالب دوزخ میں کیونکر گئے باوجود اسکے کہ
یہ بھی ممکن ہے کہ ابوطالبؑ مومن رہے ہوں لیکن سنیوں کے خدا نے انہیں جہنم
ہی میں بھیج دیا ہو۔

اگر یہ حدیث صحیح بھی مان لی جائے جب بھی انکا کفر ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ اہلسنت
کے نزدیک بہشت میں جانا دلیل ایمان اور دوزخ میں جانا دلیل کفر نہیں ہے
بلکہ مالک الملک کے ارادہ پر منحصر ہے اس سے ظاہر ہوا کہ یہ خبر بے اصل ہے۔

کسی کو شریک و مثل نہ قرار دو اور اسلام کو قبول کرو - اسلئے کہ راہ حق ظلماتی نہیں ہے بلکہ کھلی ہوئی اور روشن ہے۔

یا اس سبب سے کہ انہوں نے اپنی ریاست اور مرتبہ کے باوجود قریش کے سامنے اپنے فرزندوں کو طلب کیا اور کہا کہ ان علیاً وجعفراً ثقتی الخ

اسکے بقیہ اشعار معہ ترجمہ کے مذکور ہو چکے ہیں

یا اسوجہ سے انکا کفر ظاہر ہوا کہ جب حضرت رسولؐ کی اجابت دعا اور بزرگی طلب باران کے بارہ میں ظاہر ہوئی تو انہوں نے اپنی بے انتہا خوشی کے اظہار کے لئے وہ مشہور قصیدہ نظم فرمایا جسکا مطلع یہ ہے :-

وَابیضُ یُستسقیَ الغَمام بوجہہ الخ

اسکے بھی بقیہ اشعار معہ ترجمہ کے مذکور ہو چکے ہیں۔

یا اسوجہ سے کہ جب حالت مرض الموت میں جوار خداوند عالم کی طرف جارہے تھے تو اپنے فرزندوں اور اعزا کو بلا کر نصرت نبیؐ کی وصیت کی۔ اور فرمایا اُوصی بنصر نبیّ الیٰ آخر الاشعار (جنکا ترجمہ ہو چکا ہے)

یا حضرت ابوطالب کے ظہور کفر کی یہ وجہ ہوئی کہ جب تک وہ زندہ رہے رسول اللہ صلعم کو **مکہ** سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی اور جب وہ بزرگوار جوار رحمت پروردگار کی طرف تشریف لے گئے تو رسولؐ مختار ہجرت کے لیئے مجبور و ناچار ہوئے۔

شاید یہ خبر اس ناصبی کو نہیں پہونچی کہ جبریلؑ نے جناب رسالت مآبؐ کو بشارت دی کہ خدا نے جہنم پر اس صلب اور اس بطن کو جسنے تمھیں اٹھایا اور اس پستان کو جس نے تمھیں دودھ پلایا اور اس گود کو جس نے تمھاری کفالت کی حرام کردیا ہے اور یہ حضرت عبد اللہ اور آمنہؑ و حلیمہؑ اور ابوطالبؑ اور انکی زوجہ فاطمہ بنت اسد

اولاً اسنے کہا ہے کہ ابوطالبؑ کو باوجود ظہور کفر کے مومن کہتے ہیں اور علیہ السلام لکھتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ابوطالبؑ کے کفر کا ظہور اس ناصبی مشہور پر کیونکر ہوا - آیا اس سبب سے کہ جب حضرت رسول صلعم بے ماں باپ کے رہ گئے تھے اور انکے سب چچا ان سے بیزاری کرتے تھے - ابوطالبؑ نے انکو اپنی حفاظت میں لیا اور تربیت کرتے رہے اور ہر طرح کی خدمتیں بجالاتے رہے یا اس وجہ سے کہ جب رسول صلعم نے قوم کو دین اسلام کی دعوت دی اور حضرتؐ کے سب چچاؤں نے بیزاری اختیار کی اور ابوطالبؑ نے نصرت رسول صلعم پر کمر باندھ لی اور کفار قریش کی برائیوں کو ظاہراً و باطناً ان سے دفع کرتے رہے -

یا اس جہت سے کہ جب علیؑ کو پیغمبر صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے دوسرے بیٹے جعفرؑ کو بھیجدیا کہ تم بھی اپنے ابن عم کے ساتھ نماز پڑھو -

یا اس سبب سے ابوطالبؑ کا کفر ظاہر ہوا کہ جب انھوں نے اہل حبشہ کو خط لکھا تو اشعار ذیل حضرت رسول صلعم کی شان میں لکھے :-

تعلّم ملیکَ الحبش انّ محمداً - نبیٌّ کموسیٰ والمسیح ابن مریم
اتی بھدیٰ مثل الذی اتیا بہ - فکلٌّ بامر اللہ یھدی ویعصم
وانکم تتلونہٗ فی کتابکم - بصدق حدیثٍ لا حدیثَ مُرَجَّم
فلا تجعلوا للہ ندّاً واسلموا - فانّ طریق الحق لیس بمظلم

جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "اے بادشاہ حبش تجھکو معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ مثل موسیٰ اور مسیح بن مریم کے نبی ہیں اور اسی طرح سے ہدایت لیکر آئے ہیں جسطرح سے وہ دونوں ہدایت لائے تھے پس ہر ایک ان میں کا خدا ہی کے حکم سے ہدایت کرتا ہے اور اسی کے حکم سے دین خدا در خلایق خدا کی حفاظت کرتا ہے اور تم محمدؐ کا ذکر اپنی کتاب میں پڑھتے ہو اور یہ سچی بات ہے کوئی جھوٹی حدیث نہیں ہے پس تم خدا کے ساتھ

سے ہے کہا ہے کہ رافضی ابو طالبؑ کو باوجود ظہور کفر کے مومن کہتے ہیں اور
علیہ السلام لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام اجداد رسولؐ کے مومن تھے۔ لیکن میں
کہتا ہوں کہ کیا رسولؐ اللہ نے نہیں فرمایا کہ میں نے ابو طالبؑ کو نار کے ریگستان میں دیکھا
محمد بن حسن۔ نے موطا میں اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے کہ مسلم کافر کا اور کافر مسلم کا وارث نہیں
ہو سکتا۔ زرانی مسند میں ذکر کیا ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ اور اسامہ بن زید نے کہا ہے
کہ جب ابو طالبؑ کا انتقال ہوا تو حضرت رسول صلعم نے انکی میراث عقیل اور طالب
کو دی اور جعفرؓ اور علیؑ کو نہیں دی اسلئے کہ وہ دونوں کافر تھے۔ باوجود ان باتوں کے
رافضی ابو طالبؑ کو مومن کہتے ہیں اور ابو بکر و عمر کو باوجود انکی اسقدر بیش بہا
خدمتوں اور ان زحمتوں کے جو انہوں نے دین خدا میں برداشت کیں اور باوجود ان
تعریفوں کے جو رسول خدا نے فرمائیں کافر جانتے ہیں اور عباسؓ کو باوجودیکہ خدائے
تعالیٰ نے ہر طرح کی کرامت سے مخصوص کیا تھا اور انکی بزرگی پر تمام امت کا اجماع ہے
لیکن رافضی انکو ضعیف الرائے کہتے ہیں حالانکہ جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا
تو انہوں نے عباسؓ ہی کو وصی کیا باوجودیکہ وہ گیارہ بیٹوں سے چھوٹے تھے اور اسکا
سبب یہی تھا کہ وہ نہایت عاقل اور فہمیدہ تھے کیسے ستم کی بات ہے کہ رافضی ایسے
شخص کو ضعیف الرائے سمجھیں عباسؓ کو جو کرامت و جلالت خدا نے عطا کی منجملہ
اسکے یہ بھی ہے کہ خلافت کو انہیں کے خاندان میں قرار دیا تاکہ قیامت تک وہی
لوگ اس امت کے محافظ رہیں اور آل ابو طالبؑ کہ جو ابتدا سے انتہا تک ایک
دیہہ کو بھی فتح نہ کر سکے رافضیوں کے نزدیک صاحبان رائے قوی تھے یہ سب
رافضیوں کی جہل کی دلیلیں ہیں۔ یہانتک اس ناصبی غالی کا کلام تھا اور شیخ اجل
عبدالجلیل رازی نے اسکے جواب میں کہا ہے کہ اس ناصبی بے انصاف نے جو باتیں
وارد کی ہیں انکا جواب یہ ہے:-

گناہ کی حد تک پہونچ جائے اور گناہ صاحب ایمان سے بھی ہو سکتا ہے
چنانچہ فاضل نیشاپوری نے اوائل تفسیر سورہ بقرہ میں حجۃ الاسلام غزالی سے
نقل کیا ہے کہ جو شخص خدا کو دلیل سے پہچان لے اور اپنی معرفت کو چھپاتا
رہے پس مر جائے یا اتنا وقت پائے کہ کلمہ کا تلفظ کر سکے یا تلفظ نہ کرے تو تلفظ
نہ کرنا بجائے ایک گناہ کے ہوگا جو ساتھ ایمان کے متحقق ہو سکتا ہے۔
پھر ہم کہتے ہیں کہ قول بایمان حضرت ابوطالب علیہ السلام تمام کتب سیر و تاریخ میں
مشہور و معروف ہے چنانچہ سابقاً ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کیا جا چکا ہے
اور واقعہ یہ ہے کہ جب حدیث کفر ابوطالبؑ و معاویہ اور آنکے اتباع کی بنائی ہوئی
حدیثوں میں سے ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ حضرت ابوطالب کا ایمان مثل حضرت حمزہؑ
اور عباسؑ کے مشہور نہیں ہوا۔
اور ثانیاً پھر یہ بھی تسلیم نہیں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کے بارہ میں حدیثیں نہیں وارد
ہوئیں بلکہ انکی کوششیں دین کے بارہ میں اور نصرت جناب رسول خدا صلعم کے
متعلق بہت زیادہ تھیں چنانچہ جبرئیلؑ نے اس سے خبر دی اور انکی وفات ہی
کے سبب سے جناب رسالت مآبؐ کو ہجرت کرنی پڑی اور منجملہ عجائب کے یہ امر ہے
کہ مخالفین حضرت عباسؑ کے متعلق اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ فتح مکہ سے
کئی سال پہلے ایمان لا چکے۔ اور وہ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے لیکن حضرت ابوطالبؑ
کے بارہ میں ایسی باتیں نہیں قبول کرتے اور اس سے بھی بڑھکر عجیب بات یہ
ہے کہ اہلسنت فرعون کو جیسے مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی کافر جانتے
ہیں کہتے ہیں کہ وہ مسلمان اور عارف خدا تھا لیکن عناد کرتا تھا یا اپنی ریاست اور
حکومت کے بچانے کے لیے چھپاتا تھا لیکن حضرت ابوطالبؑ کو کسی طرح سے
مومن تسلیم نہیں کرتے چنانچہ کتاب نفحات الشیعہ کے مصنف نے کہ جو متعصبین اہلسنت

یہ ہم مذہب ہونے کے سبب سے انکی حفاظت کرتے ہیں اسلئے کہ سفہاے قریش آپکو بھی مثل اور مسلمانوں کے سفیہ کہنے لگتے اور عہدۂ ریاست قریش سے برطرف کردیتے اور انکا رعب دلوں سے جاتا رہتا۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حالت مثل اصحاب کہف کے حال کے ہے کہ انہوں نے تقیہ کے سبب سے اپنے ایمان کو چھپایا "فاتاھم اللہ اجرھم مرتین" یعنی "پس خدا نے انکو دوہرا اجر دیا"۔

اور یہی سبب تہا کہ جب حضرت ابوطالبؑ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور رسولخدا صلعم سے عرض کی کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ آپ مکہ سے چلے جائیے اسلئے کہ بعد آپکے چچا ابوطالب علیہ السلام کے یہاں آپ کا کوئی ناصر ومددگار نہیں ہے۔ ان بیانات سابقہ سے وہ شبہہ فاسد جو شارح مقاصد نے اس مقام پر وارد کیا ہے دفع ہوا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص کلمہ توحید سے انکار کرے اور اپنے انکار پر اصرار کرتا رہے وہ یقیناً کافر ہے لہذا حضرت ابوطالبؑ معاذ اللہ کافر تھے اور روافض کی بحث اس باب میں بیجا اور مکابرہ ہے وہ غور نہیں کرتے کہ ابوطالبؑ باوجود اسکے کہ حضرتؐ کے چچاؤں میں بہت مشہور تھے اور حضرتؐ کے ساتھ انکی خصوصیات سب سے بڑھ کر تھے۔ اور ان کا اہتمام حضرتؐ کے متعلق سب سے زیادہ تھا تو حضرت کو بھی انکے باایمان ہونے کی خواہش بہ نسبت سب کے زیادہ رہی ہوگی۔ پس کیا سبب ہے کہ ایمان حمزہؓ وعباسؓ کا تو مشہور ہوا اور انکے بارہ میں احادیث کثیرہ ظاہر ہوئیں لیکن ایمان ابوطالبؑ کا مشہور نہ ہوا۔ یہ کلام شارح مقاصد کا تھا لیکن اس دلیل میں بہت سے مفاسد ہیں اولاً ہم ابوطالب علیہ السلام کے انکار ہی کو تسلیم نہیں کرتے ثانیاً اگر تسلیم بھی کرلیں تو کلمہ توحید کا زبان سے نہ کہنا موجب کفر نہیں منتہاے امر یہ ہے کہ

تھے اور بعض راتوں میں حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیتے تھے کہ وہ آنحضرت کے بستر پر سو رہیں۔

جب حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے اپنے تمام فرزندوں اور اقربا کو جمع کر کے جناب پیغمبر خدا صلعم کی نصرت کے بارہ میں وصیت کی اور یہ اشعار کہے:

اوصی بنصر النبی الخیر مشھد | علیًا ابنی وشیخ القوم عبّاسا
وحمزة الاسد الحامی حقیقتہ | وجعفرا ان یذودوا دونہ الناسا
کونوا فدا لکم امّی وما ولدت | فی نصر احمد دون الناس تراسا

حاصل مضمون یہ ہے کہ "میں اپنے فرزند علیؑ اور بزرگ قوم عباسؓ اور حمزہؑ کو جو مثل شیر کے حمایت کرنیوالے ہیں اور جعفرؑ کو وصیت کرتا ہوں کہ یہ نبی صلعم کی نصرت کرتے رہیں اور لوگوں کو ان سے دفع کرتے رہیں اور انکی حفاظت و نصرت میں مثل سپر کے ہو جائیں"

لیکن مخالفین کے شبہات بزمانہ بنی امیہ وضعی حدیثوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو انکی خوشامد کے لئے بنائی گئیں اور متاخرین نے بغیر سوچے سمجھے اپنے بزرگوں کی تقلید کر لی چنانچہ منجملہ ان احادیث کے حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ریگستان نار میں ہونے کی روایت ہے، جو تمام مخالفین نے صرف ایک شخص مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا ہے اور انکا بغض و عداوت بہ نسبت بنی ہاشم کے عموماً اور حضرت امیر علیہ السلام کے خصوصاً مشہور ہے اور اسکے فسق کا قصہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور ایک اور وجہ شبہہ کی یہی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے لہذا بعض کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ باطناً مومن ہیں یا نہیں۔ لیکن حضرت کا اخفائے ایمان عین مصلحت کے مطابق تھا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ

جائینگے اور تیر مونکی لاشوں پر لاشیں ڈھیر کردی جائینگی کب تک تمہاری ضلالت
اور گمراہی باقی رہیگی اور کب تک ہمارے متعلق تم برائیوں پر آمادہ رہو گے اور
کب تک اس نبیؐ پر ظلم کرتے رہو گے جو ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے اور
صاحب عرش کے حتمی احکام کی طرف بلاتا ہے تم یہ نہ خیال کرو کہ ہم آپ سے تمہارے
سپرد کر دینگے اور اسکا ایسا شخص جو کسی قوم میں ہو وہ ہرگز سپرد نہیں کیا جاسکتا
پس یہ ہمارے عذر تھے جو ہمنے تمہارے سامنے پیش کردئے تاکہ قبل عذر پیش
کرنے کے جنگ نہ واقع ہو جائے "

اور شرح دیوان جناب امیر المؤمنین علیہ السلام میں لکھا ہوا ہے کہ نبوت کے
آٹھویں سال قریش نے آپس میں اتفاق کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے
ساتھ میل جول ترک کر دیا جائے یہانتک کہ کوئی شخص انکے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچے
اور شادی بیاہ نہ کرے اسکے متعلق ایک عہدنامہ لکھا اور خانہ کعبہ میں لٹکا دیا اور
مسلمانوں کو اذیت دینا شروع کر دی۔

جناب ابوطالب علیہ السلام حضرت پیغمبر صلعم کے معہ گروہ مسلمانان کے اپنے
شعب میں لیگئے اور برابر انکی حفاظت کرتے رہتے تھے کفار طرح طرح کی اذیتیں
پہونچاتے تھے اور آب و طعام بند کر رکھا تھا تین سال تک یہی حالت باقی رہی آخر کار
مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اور ہشام بن عمر بن ربیعہ اور
زبیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی اور ابو البختری بن عاص بن ہشام
بن حارث بن اسد نے وہ عہد توڑ دیا اور مسلمانوں کو نجات ملی اس تین سال
کے عرصہ میں حضرت ابوطالب علیہ السلام پیغمبر صلعم کی اسطرح سے حفاظت کرتے
تھے کہ راتوں کو لوگوں کے سامنے حضرت سے کہتے تھے کہ تم اس بستر پر آرام کرو
جب لوگ چلے جاتے تھے تو انکی جگہ بدل دیتے تھے اور خود انکی جگہ پر لیٹ رہتے

اپنے ابن عم کی یعنی اپنے اس چچا کے بیٹے کی جو میرے تمام بھائیوں میں میرا عینی بھائی تھا اور یہ شعر بھی حضرت ابو طالبؑ ہی کا ہے :-

یا شاھد اللہ علیّ فاشھد　　اٰمنتُ بالواحد ربّ احمدٗ

یعنی اے اللہ کی طرف سے مجھ پر گواہی دینے والے گواہ رہ کہ میں خدائے وحد و یکتا کے ساتھ ایمان لایا جو احمد کا رب ہے۔

اور منجملہ حضرت ابو طالبؑ کے اشعار کے جو حسین بن بشر آمدی نے کتاب ملح القبائل میں نقل کیا ہے یہ چند بیتیں ہیں :-

ءترجون ان نسخی بقتل محمدٍ　　ولم تختضب سمر العوالی من الدم

کذبتم وبیت اللہ حتّی تعرفوا　　جماجم تلقی بالحطیم وزمزم

وتقطع ارحام وتنسی خلیلۃ　　خلیلاً ویغشی محرم بعد محرم

ویمنعنا قوم فی الحدید الیکم　　یذودون عن احسابھم کل مجرم

علی ما اتی من بغیکم وضلالکم　　وغشیانکم فی امرنا کل ماتم

بظلم نبیّ جاء یدعو الی الھدی　　وامر اتی من عند ذی العرش مبرم

فلا تحسبوا انا مسلمیہ ومثلہ　　اذا کان فی قوم فلیس بمسلم

فھذا معاذیری لقد مہ لکم　　لکیلا یکون الحرب قبل التقدم

حاصل مضمون یہ ہے کہ کیا تم لوگوں کو یہ امید ہے کہ باوجود محمدؐ کے قتل ہو جانے کے ہم لوگ زندہ رہیں گے؟ اور نیزوں کی سنانیں خون سے خضاب آلودہ نہ ہونگی اگر ایسا خیال ہے تو یقیناً تم لوگ جھوٹے ہو قسم خدا کی مقام حطیم و زمزم پر کھوپریاں ٹھوکریں کھاتی پھرینگی اور تم سے مقابلہ کرنے کیلئے لوہے کے اسلحہ میں ڈوبی ہوئی ایک قوم مستعد ہوگی جو ہر مجرم کو اپنی عزت کے بارہ میں دفع کرتی ہوگی ایسی سخت جنگ ہوگی کہ قرابت دار اپنے قرابت داروں کو اور اپنے دوستوں کو بھول

اور نماز کعبہ کی طرف پڑھتے تھے اور دین ابراہیم سے تمسک رکھتے تھے"

اور پھر حضرت امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز آپ رحبۂ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے عرض کی "یا امیر المومنین! آپ تو جس درجہ پر ہیں اُسپر ہی ہیں اور پدر بزرگوار آپکے معذب بالنار ہیں حضرت امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا" خدا تیرے مُنہ کو توڑے قسم اُس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور بشارت دینے والا قرار دیا اگر میرے باپ تمام روے زمین کے گناہگاروں کی شفاعت کریں تو خداوند عالم انکی شفاعت کو قبول فرماے آیا میرا باپ معذب بالنار ہوگا درحالیکہ اسکا بیٹا قسیم الجنتہ و والنار ہے"

اور حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ پہلی نماز جماعت جو اسلام میں ہوئی وہ نماز جماعت تھی کہ حضرت ابوطالبؑ گزرے اور جناب رسالت مآبؐ کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام انکی داہنی طرف کھڑے ہوئے ہیں۔ جعفرؑ ابوطالبؑ کے ہمراہ تھے انہوں نے جعفر کو بھی حکم دیا کہ جاؤ اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑے ہوکر نماز پڑھو۔ چنانچہ وہ آئے اور بائیں طرف کھڑے ہوکر انہوں نے بھی نماز ادا کی۔ اور حضرت ابوطالب نے یہ اشعار کہے۔

انّ علیاً وجعفر اَثِقتی	عِندَ مُلمِ الزمانِ والکُرب
واللہ لا اَخذُلُ النبیّ	و لا یخذلہ مِن بنیّ ذو حسب
لا تخذلا وانصرا ابن عمّکما	اَخی لاُمّی مِن بَینِہم و اَبی

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے مصائب اور زحمتوں کے وقت علیؑ اور جعفرؑ میرا بھروسہ ہے خدا کی قسم میں نبی کو نہ چھوڑونگا اور میری اولاد میں سے جو صاحب عزت ہوگا وہ بھی انہیں نہ چھوڑے گا ہرگز نہ چھوڑنا تم دونوں اور نصرت کرنے رہنا

جہنم میں نہ جائیگا اور ظاہر ہے کہ جسطرح سے حضرت عبداللہ وحضرت آمنہؑ و حضرت عبدالمطلب
آپکے اہلبیت میں سے ہیں اور انکا جہنم میں نہ جانا انکے اسلام کی دلیل ہے
اسی طرح سے حضرت ابوطالب علیہ السلام بھی آپکے اہلبیت میں ہیں اور
انکا دوزخ میں نہ جانا مستلزم ہے اس امر کا کہ وہ دنیا سے باایمان اٹھے ہوں
اسلئے کہ غیر مسلم کا دوزخی ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔

نیز شیخ سیوطی نے کتاب ذخائر العقبیٰ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب
نے فرمایا کہ جب روز قیامت ہوگا تو میں اپنے والد اور والدہ اور چچا اور اپنے
اُس بھائی کی کہ جو جاہلیت میں میرا بھائی تھا شفاعت کرونگا۔

اور بعد اُن حدیثوں کے نقل کرنے کے شیخ سیوطی نے بسبب اپنے تعصب کے
کہا ہے کہ ان حدیثوں کو ابوطالبؑ کے بارہ میں تاویل کرنا چاہیئے
اسلئے کہ دوسری حدیث میں انکے تخفیف عذاب پر دلالت ہے نہ کلیۃً عذاب کے
رفع ہوجانے پر اور منصف پر اس تاویل کا بطلان ظاہر ہے۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
نے فرمایا کہ خداوند عالم نے حرام کردیا ہے اوپر جہنم کے اس صلب کو اور بطن کو کہ
جس نے تجھے اٹھایا اور اس پستان کو جس نے تجھے دودھ پلایا اور اس گود کو
جس نے تیری کفالت کی۔

اور اسمیں کوئی کلام نہیں ہے کہ کفالت حضرت صلعم کی جناب ابوطالبؑ اور
جناب فاطمہ بنت اسد سے متعلق تھی۔

اور اصبغ بن نباتہ نے حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت
نے ارشاد فرمایا" قسم خدا کی میرے باپ ابوطالب اور میرے دادا عبدالمطلب
اور ہاشم اور عبدمناف نے کبھی بت کی عبادت نہیں کی بلکہ خدا کی عبادت کرتے تھے

صرف دعوت دینا ہے اور راہ دکھانا ہے اور یہ خداوند عالم نے نہیں فرمایا کہ میں نے ابوطالبؑ کو ہدایت نہیں کی۔

ثانیاً لفظ اَحْبَبْتَ سے محبت رسولؐ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور کافر کی محبت جائز نہیں ہے پس لازم ہوا کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام مومن رہے ہوں اور اسی طرح جناب رسالت مآب صلعم نے فرمایا ہے کہ مضبوط ترین رکن ارکان ایمان میں سے دوستی ہے دوستانِ خدا کے ساتھ اور دشمنی ہے دشمنان خدا کے ساتھ۔

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِلْفَاجِرِ عَلَیَّ یَدًا لِکَیْلَا یَرْزُقَهُ فِیْ قَلْبِیْ فَاِنَّ مَوَدَّةَ الْفُجَّارِ یَجُرُّ اِلَی النَّارِ - یعنی شکر ہے اس خدا کا جس نے کسی فاجر و کافر کا دسترس میرے اوپر نہیں قرار دیا کہ میرے دل میں اسکی محبت ہو اسلئے کہ فاجروں کی دوستی دوزخ کی طرف کھینچتی ہے۔

پس کونسا عاقل مسلمان کو گوارا ہوگا کہ جناب پیغمبر خدا کافروں کے دوست ہوں اور وہ حدیثیں جو سنی و شیعہ دونوں میں حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے متعلق نقل کی گئی ہیں وہ حد احصار سے زیادہ ہیں۔

منجملہ انکے وہ حدیث ہے جو شیخ سیوطی نے جناب رسالتمآبؐ کے آباء کے ایمان ثابت کرنے کے متعلق نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر ابن جریر میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے جو فرمایا ہے "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی" یعنی عنقریب عطا کریگا تمکو تمہارا رب پس راضی ہوجاؤ گے تم۔ پس ابن عباس کہتے ہیں کہ رضائے حضرت پیغمبر صلعم سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپکے اہلبیت میں سے

اور اگرچہ آیت ظاہر الفاظ میں مقید نہیں ہے لیکن نیتاً مقید ہے اور وعدۂ ایمان
اور علوِ شانِ ابراہیم اس بات پر قرینہ ہے کہ وہ اس مسئلہ سے جاہل نہ ہے
ہونگے اور انہوں نے استغفار مقید بایمان کیا ہوگا۔ چنانچہ فاضل نیشاپوری
نے اپنی تفسیر میں بعض مفسرین سے نقل کیا ہے کہ ابراھیم کے استغفار
سے مراد انکا تضرع وزاری کرنا ہے کہ خداوند تعالیٰ اسکو ایمان عطا فرماوے کہ جو
موجب مغفرت ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مخالفین ظاہر بیں نے لفظ اولی قربیٰ کو
دیکھ کر اور استغفار ابراہیمؑ کی آیت کے قرب کے سبب سے یہ روایت حضرت
ابوطالب علیہ السلام کی شان میں گڑھ لی اور خوشامد معاویہ اور یزید میں
اپنے کو اس عذاب شدید میں مبتلا کیا۔ اور علاوہ جواب ہائے گذشتہ کے ہم کہتے
ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابوطالب کے ایمان پر بہت زبردست دلیل ہے اسلئے
کہ جناب رسالتؐ پناہ جو جامع علوم الٰہی تھے اُن سے کسطرح ممکن ہے کہ ایک
اصل کو اصول شرع میں سے نہ جانتے ہوں کہ مشرکین مصر بکفر پر تبرا کرنا چاہیئے
نہ کہ استغفار حالانکہ کمتر کوئی آپکی امت میں ایسا ہوگا جو اس مسئلہ سے نہ واقف ہو
پس ظاہر ہوگیا کہ معارضہ کرنا خود جناب رسالتمآب صلعم پر طعن کرنا ہے اور آپکو
جاہل مسئلہ قرار دینا ہے اور باوجود :۔
"وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" آپکے نطق بالاستغفار
کو خلاف وحی قرار دینا ہے کہ جسمیں کلام مجید کی تکذیب بھی ہو رہی ہے۔
اور جواب معارضہ دوم سے یہ ہے کہ ظاہر آیت میں دشمن کے پاس کوئی دلیل
نہیں ہے کہ یہ آیہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے
اور اگر مان بھی لیں تو معنی یہ ہونگے کہ اے رسولؐ آپ جیسے چاہتے ایسی ہدایت
کہ جو حق تک پہونچا دے اور تمام شبہات کو زائل کر دے نہیں کر سکتے آپکا کام

استغفار کیا تو مسلمان جو وہاں موجود تھے تو انہوں نے خیال کیا کہ ہم بھی اپنے آبائے
مشرکین کیلئے طلب مغفرت کریں لہذا خداوند عالم نے انکو نہی فرمائی اور موید اسکے
وہ روایت ہے جو **واقدی** کی آخر روایت میں واقع ہے کہ جب **ابوطالبؑ** نے
ارشاد فرمایا کہ میں دین عبد المطلب پر ہوں تو رسالت آب صلعم نے انکے لئے
استغفار کیا مسلمانوں نے کہا کہ ہم کیوں اپنے اباء کیلئے استغفار نہ کریں حالانکہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے باپ کیلئے استغفار کیا تھا اور اسوقت جناب رسالتمآب
نے بھی اپنے چچا کیلئے استغفار کیا پس جب ان لوگوں نے اپنے آباواعزا کے لئے
استغفار کرنا شروع کیا تب یہ آیت نازل ہوئی - اور بہت ممکن ہے کہ بعض حاضرین کو
حضرت ابوطالبؑ کے باایمان ہونیکی حالت نہ معلوم ہوئی ہو اور انہوں نے بھی گمان
کیا کہ جناب رسول خدا صلعم ایک مشرک کیلئے استغفار کر رہے ہیں لہذا انہوں نے بھی
اپنے آبائے مشرکین کیلئے استغفار کیا پس خداوند عالم نے یہ آیت بھیجی کہ انکے گمان
اور ظن خطا پر جو انہوں نے جناب رسول خدا صلعم کے بارے میں کہا تھا انکی تنبیہ کرے
اور فرمایا کہ نہیں جانتے ہو تم کہ پیغمبر مشرک کیلئے استغفار نہیں کرسکتا یعنی ابوطالبؑ
کو مشرک خیال نہ کرو اگر وہ مشرک ہوتے تو رسولؐ انکے لئے استغفار نہ کرتے اور
اسکے بعد خداوند عالم نے ایک سوال مقدر کا بھی جواب دیا کہ "ابراہیم نے اپنے چچا
کیلئے کیوں استغفار کیا تھا وہ اس طور پر کہ ارشاد فرمایا "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ
إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ" یعنی حضرت ابراہیم کا استغفار
اپنے چچا آذر کیلئے جو بمنزلہ آپکے باپ کے تھا محض بسبب وعدہ ایمان کے تھا
جو اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کیا تھا چنانچہ وہ استغفار اس طریقہ کے ساتھ مقید تھا
کہ اللھم اغفر لابی آذر اذا آمن یعنی اے اللہ میرے باپ آذر کی مغفرت
کر جب وہ ایمان لاوے۔

کو اور بھی سبک طریقہ سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے اپنے ماں باپ کے لئے استغفار خواہ وہ کافر ہی ہوں جائز رہا ہو اور حضرت رسالت مآب صلعم اور تمام مومنین برابر استغفار کرتے رہے ہوں یہانتک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اسوقت سے ناجائز ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ فساد اس تقریر کا ظاہر ہے اسلئے کہ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ صیغہ ماضی منفی ہے جو صریح ہے اس بارہ میں کہ پیغمبر صلعم اور تمام مومنین کے لئے قبل نزول آیت بھی استغفار کرنا برائے کفار جائز نہ تھا پس کیونکر حضرت سالہا سال ایسی خطا پر استمرار فرما سکتے تھے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ اور اگر ہم اس حدیث کو تسلیم بھی کریں تو کہیں گے کہ یہ حدیث حضرت **ابوطالبؑ** کے ایمان کی دلیل ہے نہ کہ کفر کی۔ اسلئے کہ انہوں نے کہا کہ میں دین **عبدالمطلب** پر ہوں اور **عبدالمطلب** شیعوں کے نزدیک اور محققین اہلسنت کے نزدیک بھی مسلمان تھے جیسا کہ شیخ **جلال الدین سیوطی** اور انکے امثال نے لکھا ہے لیکن دوسری حدیث کی بنا پر کہ حضرت **ابوطالب** علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں ملت ابراہیم پر ہوں تو یقیناً جو شخص ایسے کلمے کے کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کافر ہے اسلئے کہ خداوند عالم کلام مجید میں اپنے رسولؐ کو حکم دیتا ہے کہ "وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا" اتباع کرو اے رسولؐ ملت ابراہیم کا درحالیکہ وہ ہر طرح کی کجی سے بری ہے" اور خود جناب رسول خدا صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ملت ابراہیم پر ہوں اور حضرت **یوسف** علیہ السلام سے کلام مجید میں بطور حکایت مذکور ہے کہ "وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ" یعنی میں نے اپنے آبا حضرت ابراہیم و اسحاقؑ و یعقوبؑ کی ملت کا اتباع کیا اور تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت اسلئے نازل ہوئی ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں ابوطالبؑ کے لئے استغفار کروں گا اور

ہوا ہے وہ خود ان دلائل کے فاسد ہونے کی دلیل قائم ہے اسلئے کہ صاحب کشاف نے ایک مرتبہ نقل کیا ہے کہ آیۂ مذکورہ استغفار ابو طالبؑ کی ممانعت کیلئے نازل ہوا دوبارہ نقل کیا ہے کہ ایام فتح مکہ میں جب حضرت رسالتمآبؐ صلعم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے اور انکے لئے استغفار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی پھر بعضوں نے نقل کیا ہے کہ اپنے والد حضرت عبداللہ کے استغفار کرنے کے متعلق نازل ہوا ہے اور پھر بعضوں نے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کی ممانعت کیلئے نازل ہوا ہے کہ وہ اپنے پدران کفار کے واسطے طلب مغفرت نہ کریں پھر صاحب کشاف نے ان روایتوں میں سے دوسری روایت کو اصح قرار دیا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام قبل ہجرت کے وفات پاچکے تھے اور سورہ آخر عہد حضرت رسالتمآب صلعم میں بمقام مدینہ نازل ہوا ہے لہذا ابوطالبؑ اس سے مراد نہیں ہوسکتے

پھر صاحب تقریب نے صاحب کشاف کی دلیل پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ ممکن ہے کہ جناب پیغمبر خدا برابر حضرت ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے ہوں یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی ۔ اور مخفی نہ رہے کہ یہ اعتراض بالکل غیر موجہ ہے اسلئے کہ جب استغفار حضرت ابوطالب علیہ السلام کیلئے جائز ہی نہ تھا تو خداوند عالم کو مدت تک رسولؐ خدا کو ایسے فعل میں مبتلا رہنے دینا بھی جائز نہ ہوگا اگر بنا بر مذہب بعض اہلسنت کے انبیاء سے صدور خطا ممکن بھی سمجھا جائے جب بھی اسکا تو کوئی قائل نہیں ہے کہ کوئی نبی ایک خطا کے اوپر مدت تک باقی رہے اور خداوند عالم اسکو متنبہ نہ کرے بلکہ کہا ہے کہ خدا پر واجب ہے کہ اسکو فوراً اس خطا پر تنبیہ کردے جسطرح سے کہ اخذ فدیۂ اسیران بدر کے بارہ میں حضرت رسالتمآب صلعم کو فوراً مطلع کیا ۔ اور اس سے عجیب تر یہ بات ہے کہ امام فخرالدین رازی نے اس اعتراض

ابوطالب علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابوطالبؑ تمام عمر تو ہم تم سے ہی سنتے آئے کہ ملت ابراہیم خلیل پر ہوں حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ایسا کہا اور آج بھی ایسا ہی کہتا ہوں۔ اسپر حضرت رسول صلعم نے فرمایا کہ میں آپکے لیے استغفار کرونگا اور جب استغفار حضرتؐ نے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور چونکہ خداوند عالم نے رسالت مآب صلعم کو طلب مغفرت ابوطالبؑ سے منع کیا لہذا معلوم ہوا کہ وہ کلمہ توحید کے قائل نہ تھے اور اگر ایسا ہوتا تو خداوند عالم طلب مغفرت سے انکی منع نہ کرتا منجملہ ایسی گڑھی ہوئی حدیثوں کے وہ حدیث بھی ہے جسکو شان نزول آیہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ میں نقل کرتے ہیں اور جواب معارضہ اول یہ ہے کہ آیت میں تو کوئی دلالت طلب مغفرت حضرت ابوطالب علیہ السلام پر تو نہیں ہے اور جو حدیث انہوں نے شان نزول میں روایت کی ہے اسکی سند صحیح نہیں ہے اسلئے کہ بنا بر تحریر تفسیر نیشاپوری وغیرہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی اس حدیث کا سعید بن مسیب ہے جس نے اپنے باپ کے ذریعہ سے جناب پیغمبر خدا سے روایت کی ہے اور سعید مذکور کی شقاوت اور عداوت آل ابوطالبؑ کے ساتھ ظاہر ہے یہانتک کہ واقدی نے کہ جو علمائے اہلسنت سے ہیں روایت کی ہے کہ سعید نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی اور جب جنازہ آیا اور لوگ ہر طرف سے اس شرف کے حاصل کرنے کیلئے جمع ہونے لگے تو سعید کے غلام خشرم نے اُس سے کہا کہ آیا آپ اس مرد صالح کی نماز جنازہ کیلئے نہ جائیے گا کہ جو خود بھی صالح تھا اور خاندان صالح سے تھا سعید نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھنا بہتر ہے میرے لیے اس مرد صالح پر نماز پڑھنے سے علاوہ ازیں جو کچھ اضطراب و اختلاف درمیان اہلسنت کے شان نزول میں ان آیات کے واقع

کے اسلام کو چند حدیثوں سے ثابت کیا ہے لیکن بسبب اپنے تعصب اور گمراہی کے ان احادیث میں سے بعض کو ابن حجر نے واہی کہا ہے اور بعض کی تاویلات باردہ اور توجیہات فاسدہ پیدا کر کے دوسرے معنی پہنائے ہیں اور بعض کی سند اور دلالت دونوں کو صحیح شمار کیا ہے لیکن کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے سے بڑھ کر اصح حدیث کے ساتھ معارضہ کر رہی ہے لہذا صحیح نہیں ہے حالانکہ عالم شیعہ نے جس حدیث سے تمسک کیا ہے۔

اور ابن حجر نے بھی اسکی صحت کا حکم دیا ہے وہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے اور جس حدیث کو ابن حجر نے اسکا معارض قرار دیا ہے وہ محض اہلسنت کی وضعی حدیث ہے جسکی صحت کو شیعہ قبول نہیں رکھتے پس وہ حدیثیں جو مختلف فیہ اہل اسلام ہیں کیونکر احادیث متفق علیہا کا مقابلہ کر سکتی ہیں اور منجملہ اُن احادیث کے کہ جنکو ابن حجر نے معارض سمجھا ہے ایک وہ وضعی حدیث ہے جس کو شانِ نزول آیۂ کریمہ وَمَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی میں نقل کیا ہے۔ یعنی نبیؐ اور مومنوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیئے استغفار کریں اگرچہ وہ اُنکے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اور حاصل اس معارضہ کا یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالبؑ علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا اور جناب رسالت مآبؐ اُنکے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عم بزرگوار آپکے حقوق پدری اور نصرت و مددگاری مجھپر بہت ہیں میں چاہتا ہوں کہ اسوقت بھی کلمۂ شہادت کہکر میری مدد کیجئے۔

ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ اسوقت موجود تھے ان لوگوں نے حضرت ابوطالب علیہ السلام سے کہا کہ کیا تم عبدالمطلب کے دین سے روگردانی کرو گے حضرت

اور ابن حجر نے کہا ہے کہ رافضیوں کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ابوطالب نے حالت اسلام میں وفات پائی اور اس باب میں انکی دو بیتیں بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں :-

وَدَعَوْتَنِیْ وَعَلِمْتُ اَنَّکَ صَادِقٌ ۔ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ قَبْلُ اَمِیْنًا

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ۔ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا

اور اسی میں دو شعر اور بھی ہیں :-

وَاللہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ ۔ حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا

فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَا عَلَیْکَ غَضَاضَۃٌ ۔ وَابْشِرْ وَقَرَّ بِذَاکَ مِنْکَ عُیُوْنًا

ظاہری معنی ان اشعار کے یہ معلوم ہوتے ہیں کہ :-

اور دعوت دی تمنے مجھکو درحالیکہ میں جانتا ہوں اس بات کو کہ تم سچے ہو اور یقیناً تمنے سچ کہا اور تم ہمیشہ سے امین تھے اور یقیناً اور تحقیقاً جانتا ہوں میں کہ بتحقیق کہ دین محمدی ازروے دین تمام خلائق کے بہترین دینوں میں سے ہے اور خدا کی قسم ہرگز ہرگز یہ لوگ اپنی جمعیت کے ساتھ تم تک نہ پہونچ سکیں گے یعنی تمکو اے محمد صلعم کوئی ضرر نہ پہونچا سکیں گے۔ جب تک کہ میں خاک میں دفن نہ کر دیا جاؤں پس ظاہر کرو تم اپنے امر کو اور تمپر کوئی منقصت نہیں ہے اور مژدہ ہو تمھیں ٹھنڈی رہوں تمھاری آنکھیں۔"

اسی ابن حجر نے ابن عساکر سے نقل کیا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن باوجود ان تمام اشعار و اخبار کے نقل کرنے کے کہ جو صریحاً اس بزرگوار کے ایمان پر دلالت کر رہے ہیں۔ پھر بھی ابن حجر سنگدل نے انکا ایمان سے انکار کیا اور علماے شیعہ کے اعتقاد کو انکے ایمان کے بارہ میں نہیں پسند کیا اور کہا ہے کہ بعضے علماے شیعہ کی تصنیف میں میں نے دیکھا ہے کہ ابوطالب

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ قصیدہ فرمایا تھا جسکی دو بیتیں یہ ہیں

اَلَمْ تعلموا اَنَّ ابْنَنَا ۔ لَامُکَذَّبٌ لدنیا وَلَا یعنی بقولِ الا باطل

وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الغمامُ بوجہہ ثمالُ الیتامی عصمۃ للارامل

جسکے بظاہر یہ معنی ہوتے ہیں :-

"کیا نہیں جانا تمنے کہ ہمارا فرزند ہم لوگوں کے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے اور نہ جھوٹی باتوں کی پروا کرتا ہے اور وہ صاحب جمال ہے کہ جسکی تصدق میں ابر سے بارش طلب کی جاتی ہے اور وہ جائے پناہ ہے یتیموں کا اور بچانے والا ہے بیواؤں کا"

پھر ایک اور قصیدہ میں حضرتؐ ہی کی مدح میں کہا ہے :

وَ شَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

بظاہر یہ معنی ہیں کہ :-

"خداوند عالم نے انکی شان بڑھانے کے لئے اپنے نام سے اُنکا نام مشتق کیا پس صاحب عرش یعنی خدا محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں"

اور تاریخ بخاری محدث سے نقل کیا ہے کہ ایک روز قریش نے حضرت ابوطالبؑ علیہ السلام سے کہا کہ آپکے بھتیجے نے ہمیں بہت آزار دے رکھا ہے اور بہت کچھ شکایتیں حضرت کی کیں یہانتک کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے عقیلؑ کو حضرت کے بلانے کیلئے بھیجا جب حضرت تشریف لائے تو ابوطالب علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے بنی اعمام کا گمان ہے کہ تمنے انکو اذیت پہونچائی ہے اگر ایسا ہے تو اب انکو اذیت نہ پہونچاؤ۔ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ انکو آزار محض اس سبب سے کہ میں انکو راہ راست کی طرف بلاتا ہوں اور میں اپنے کو اس امر سے باز رکھنے پر قادر نہیں ہوں۔ پس حضرت ابوطالبؑ نے کہا کہ خدا کی قسم میرا بھتیجا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

وہ کافر ہے۔ اسلئے کہ ظاہر ہے کہ ایسا اعتقاد اجماع ائمہ معصومین علیہم السلام بلکہ انکی عصمت کی انکار کا باعث ہوگا اور ایسا شخص کافر ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے نقش نگین کی یہ عبارت تھی "رضیت باللہ ربا و بابن اخی محمد نبیا و بابنی علی لہ وصیا" جسکے خلاصہ معنی یہ ہیں "میں اللہ کی ربوبیت اور بھتیجے محمدؐ کی نبوت اور اپنے بیٹے علیؑ کی وصایت نبیؐ سے خوشنود ہوا"

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں ذکر کیا ہے وہ حاصل کلام جسطرح پر کہ یہ ہے کہ تمام امامیہ اور اکثر زیدیہ اور بہت سے معتزلہ مثل ابوالقاسم بلخی اور ابوجعفر اسکافی اور انکے امثال کے قائل ہیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام مومن تھے لیکن اہلسنت بسبب عداوت امیر المومنینؑ اور متابعت معاویہ کے انکار کرتے ہیں اور اس بزرگوار کو معاذ اللہ کافر جانتے ہیں۔

شیخ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی معرفت الصحابہ میں حضرت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی ولادت پیغمبر صلعم کی ولادت سے پینتیس ۳۵ برس پہلے ہوئی ہے۔ اور حضرت عبدالمطلب کی وفات کا زمانہ قریب پہونچا تو انہوں نے جناب پیغمبر خدا کو حضرت ابوطالبؑ کے سپرد کیا اور حضرت ابوطالبؑ ہی آپ کے متکفل رہے اور بڑی محبت و شفقت کے ساتھ آپکی تربیت میں منہمک رہتے تھے اور سفر شام میں حضرتؐ کو اپنے ہمراہ لیگئے اور جب آنحضرت مبعوث ہوئے تو انہوں نے نصرت و امداد پر کمر ہمت مضبوط باندھ لی اور دشمنوں کو دفع کرتے رہے اور چند قصیدوں اور قطعات اشعار میں حضرت کی مدح کی ہے منجملہ ان قصائد کے ایک وہ قصیدہ ہے کہ جب اہل مکہ نے آنحضرت سے دعائے باران کی خواہش کی تھی اور آپکی دعا کی برکت سے باران کثیر برسا تو ...

بنی عتبہ یعنی کتوں کی اولاد اور کتے کی اولاد اور چیتے کی اولاد وگوہ کی اولاد کے نام سے مشہور ہیں لیکن اس سے انکی خرابی یا کم عزتی قطعاً نہیں سمجھی جاتی۔ اسی طرح سے اگر جناب پیغمبر خدا کے اجداد میں اگر بعض کے نام اصنام کے نام کے موافق ہوں بھی تو اسکی یہ وجہ تھی کہ اس زمانہ کے بادشاہوں نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ ایک نور اس قبیلہ کی پشت سے ظاہر ہوگا جو تمام دنیا کے مذاہب و ملل کو مبدل و بت پرستی کو زائل کر دے گا۔ لہذا وہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ اس نور کا قلع و قمع ہو جاوے ناچار حضرت کے اجداد نے ایسے نام اختیار کئے تھے کہ جنکی اضافت بتوں کی طرف تھی تاکہ اس نور کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور شاہان ظلمہ حالت اشتباہ میں رہیں لیکن اہل سنت تعجب ہے کہ وہ عبدالعزیٰ کو محض نام کے سبب کافر سمجھتے ہیں۔

اور عبداللہ کو باوجود نام خدا پر مشتمل ہونیکے مومن نہیں جانتے اور آمنہ کو ہاسکہ کہتے ہیں۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام کو جناب رسالتمآب صلعم سے کامل محبت تھی اور وہ آپکی نصرت میں ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کرتے تھے حضرت ابوطالبؑ کے اشعار نیز آئمہ اطہار کے اخبار سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ بلحاظ مصلحت وقت اپنے ایمان کو چھپاتے تھے اور بظاہر کلمہ شہادت زبان پر جاری نہیں فرماتے تھے اور سب سے بڑی دلیل انکے ایمان پر اجماع اہلبیت علیہم السلام ہے چنانچہ شیخ ابن اثیر جزری شافعی نے اپنی کتاب جامع الاصول میں اس اجماع کی نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہلبیت نے ایمان ابوطالب پر اجماع کیا ہے اور اجماع اہلبیت حجت ہے اور جامع کلینی جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص حضرت ابوطالب علیہ السلام کے کافر ہونے کا اعتقاد کرے پس

حقیقی بھائی تھے آپکی کنیت مشہور ہوگئی لیکن نام نامی میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ یہی کنیت آپکا اسم مبارک ہے لیکن حضرت خاتم المجتہدین علی بن عبد العالی قدس اللہ سرہ روحہ نے اپنے بعض افادات شریفہ میں اس قول کو غلط قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسم وہ ہے کہ جو اَبْ و اُم سے ملا ہوا نہ ہو نیز بُرائی یا بھلائی کی طرف بھی اس میں شکوہ نہ پایا جاتا ہو یعنی کسی قسم کی مدح یا مذمت نہ نکلتی ہو۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت کا نام عمران تھا اور کلام مجید میں جو لفظ آل عمران آیا ہے اس سے بعض مقام پر حضرت ہی کو مراد لیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ آپ کا اسم مبارک عبد مناف ہے۔ اور مناف کے معنی عالی کے ہیں کیونکہ انکا مادہ عوف ہے جو حسب تحریر صحاح و قاموس کے علو اور شرف اور ارتفاع پر دلالت کرتا ہے اور یہ جو صاحب قاموس نے کہا ہے کہ مناف نام ایک بت کا ہے تو بنا برآں اگر ہم اسے تسلیم ہی کر لیں تو از قبیل اعلام مشترکہ ہوگا یعنی ان الفاظ میں ہوگا جنکے دو معنی ہوتے ہیں چنانچہ بعضے نام ایسے ہیں کہ وہ خدا کا نام بھی ہوتا ہے اور دوسرے کا بھی مثل رحمن و الہ و رب وغیرہ کے اور اس سے کچھ حضرت کا کفر نہیں ثابت ہوتا اسلئے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے آباو اجداد بحالت شرک و کفر سے پاک و پاکیزہ رہے ہیں چنانچہ تصریحاً کلام مجید میں مذکور ہے کہ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ" یعنی ہم تمہارے (صلب بہ رحم میں) منتقل ہونیکو سجدہ کرنیوالوں میں (بھی دیکھتے رہے)

خلاصہ یہ کہ یہ حضرات اصلاب طاہرہ سے ایک دوسرے کی طرف نقل ہوتے رہے ہیں اور شیخ عبد الجلیل قزوینی رازی نے کتاب نقص میں کہا ہے کہ "اصل اس امر میں یہ ہے کہ اعتقاد کا تعلق دل و نیت و علم سے ہے نہ کہ نام سے" اور کتب تاریخ اور انساب عرب سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے قبائل عرب بنی کلاب و بنی کلاب و بنی نمیر و

دیتے ہیں۔ یا تو بسبب تعصب کے افترا کرتے ہیں یا بعض باتیں ایسی کہ جو جہال شیعہ سے سنتے ہیں اور انکو جزو مذہب شیعہ سمجھ لیتے ہیں۔ اور کبھی علمائے شیعہ سے مناظرہ و مباحثہ نہیں کرتے بلکہ انکے کتب کلامیہ کا مطالعہ بھی نہیں کرنا چاہتے جب میدان خالی پاتے ہیں ایسے وقت میں خوب خامہ جولانی و زبان آوری کرتے ہیں لیکن جو شخص خواب میں دشمن کو زیر کرے اسکی تعبیر یہ ہے کہ خود اس نیند سے بیدار نہ ہوگا۔

طائفہ اولیٰ

ان مشاہیر و سادات بنی ہاشم کے حالات میں جو جناب امیر علیہ السلام کے شیعوں اور اصحاب میں سے تھے اور جنکے فضل کا اعتراف اغیار نے بھی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ اور بہت کچھ مدح و ثنا کی ہے حقیر نے بجہت تقویت دلیل کے اکثر کتب و شہادت اغیار سے نقل کرکے لکھا ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء

السید الکبیر المطاع ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی الہاشمی القرشی علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عینی چچا تھے۔ یعنی حضرت عبد اللہ علیہ السلام کے

مخالفت بھی نہیں کی تو وہ فاسق بھی نہیں ہوئے۔ اور خاتم المجتہدین شیخ علی بن عبدالخالق نے باوجود اسکے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علانیہ لعنت اعدائے اہلبیتؑ کا حکم دیا ہے رسالہ نعتیہ میں جو انکے موافقات میں سے ہے بیس۲۰ آدمیوں سے زیادہ کے نام نہیں لئے ہیں۔

اور شیخ نجاشی کہ جو علمائے امامیہ میں سے ہیں محمد بن علی بن بابویہ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ابن بابویہ نے ایک کتاب علیحدہ مختارین صحابہ رسول صلعم کے حال میں لکھی ہے۔ علاوہ بریں جب دلیل موجود ہو تو یہ بعید شمار کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا خصوصاً جس شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات دیکھے ہیں کہ ستر۷۰ ہزار سے زیادہ آدمی انکے اصحاب میں سے مرتد ہوگئے درحالیکہ اپنے خلیفہ منصوص ہارون پیغمبر کو انکے درمیان میں چھوڑ گئے تھے صرف دس دن یا کچھ زیادہ کی دیر ہوئی تھی کہ ان لوگوں نے اسقدر مخالفت کی کہ حضرت ہارونؑ کے قتل کا ارادہ کیا اور سامری کے پیرو ہوکر گوسالہ پرستی کرنے لگے۔ تب ہمارے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بطریق اولیٰ ممکن ہے کہ دس۱۰ بیس۲۰ ہزار آدمی صحابہ میں سے انکے وصی کی مخالفت کریں اور مرتد ہوکر گوسالہ پرستی اختیار کریں باوجود اسکے کہ بنی اسرائیل کو اس گوسالہ سے صوبہ داری اور انعام وغیرہ نہیں ملتا تھا اور یہاں صحابہ کو صنمے قریش سے ہر طرح کے مال ومنال جاہ وجلال۔ دولت وطاقت شوکت وحشمت کی امیدیں تھیں کہ جو حضرت علیؑ سے نہ تھیں پھر کیونکر مرتد نہ ہوتے بلکہ حضرت علی علیہ السلام کے احکام کا بجا لانا تو سوائے مومنان کامل کے دوسروں کے اوپر نہایت ثقیل تھا۔ چنانچہ حدیث "ترکت فیکم الثقلین" میں بھی اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

تنبیہ - مخفی نہ رہنا چاہئے کہ بعض واہیات باتیں جو اہل سنت شیعوں کی طرف نسبت

خالی اس سے نہیں ہے کہ انکا شبہہ ہمیشہ نہیں رہا یا بلکہ تحقیق حق میں کوشش کی
اور بعد اسکے حضرت امیرؑ کی طرف رجوع کی یا یہ کہ انکا شبہہ ہمیشہ باقی رہا۔ پہلے لوگ
یقیناً مقبول ہیں اور دوسرا گروہ نزدیک بعض علمائے حقہ کے معذور ہیں بایں
طور کہ انکے فسق کا حکم نہیں کیا جا سکتا اور بعض کے نزدیک معذور نہیں ہیں اور فاسق
ہیں اسلیئے کہ یہ مطلب ان بعض علماء کے نزدیک بدیہی ہے۔ اور امر بدیہی میں شبہات
کا ہمیشہ باقی رہنا قابل سماعت نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ کافر
نہیں کہے جا سکتے بلکہ حسب حیثیت فاسق عادل یا عادل ہوتے رہیں گے۔
اب رہی شق ثانی تقسیم اول کی یعنی وہ لوگ کہ جو کثیر الصحبت نہ تھے اور نص جلی
جناب پیغمبر صلعم سے نہیں سنا انکی حالت اس سے خالی نہیں ہے کہ علم ثبوت نص
کسی دوسرے طریقہ سے حاصل ہوا یا نہیں اور جسکو حاصل ہوا اس نے بمقتضا
اپنے ظلم کے عمل کیا یا نہیں کیا۔ اگر عمل کیا تو مقبول ہے اور اگر نہیں کیا
پس اگر عنادا نہیں کیا تو مرتد ہے اور اگر توبہ بھی اسکی قبول نہیں ہے
اگر مسلم فطری رہا ہو۔ ورنہ مقبول ہو جائیگی اور اگر بنا بر اجبار و اکراہ اغیار کے
مقتضائے نص پر عمل نہ کرسکا ہو تو بھی مقبول ہوگا اور وہ قسم کہ جسکو ثبوت نص کا
بالکل علم ہی نہ ہوا انمیں بھی بعض تقسیمیں جاری ہونگی اور بحسب اقسام رد و قبول
سے متصف ہونگی وجہ اس مقدمہ کے بیان کرنے کی یہ ہے کہ مخالفین جو یہ تو
ہم پیدا کرتے ہیں کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر جانتے ہیں اور یہ امر نہایت بعید ہے اسطرح
کی تقریر سے اپنے اہل مذہب کو شیعوں سے نفرت دلاتے ہیں۔ درحالیکہ شیعوں
کا یہ عقیدہ نہیں ہے چنانچہ افضل محققین جناب خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ
نے لکھا ہے کہ مُحَارِبُوا عَلِیٍّؑ کَفَرَة وَمُخَالِفُوہ فَسَقَة اور ظاہر ہے کہ بہت
سے صحابہ نے حضرت کے ساتھ محاربہ نہیں کیا لہذا وہ کافر نہیں ہوئے اور بہتوں نے

ابن زبیر اور اسکے امثال کے کہ مردودین میں سے ہیں اور ان دو قسموں میں سے
ہر ایک قسم میں یا تو ایسے لوگ تھے جنکی صحبت حضرت کے ساتھ بہت رہتی تھی اور
اختصاص رکھتے تھے یا یہ کہ ایسے نہ تھے۔ اگر کثیر الصحبت تھے تو خالی اس سے
نہیں ہے کہ اس نص جلی کو جو شان حضرت علی علیہ السلام میں وارد ہوئی
ہے کان دہر کر سنا تھا جیسا کہ انکی صحبت کا مقتضا ہے یا نہیں سنا جس شخص
نے سنا ہے اسکے لئے ان دو صورتوں میں سے ایک صورت ضروری ہے کہ اس
نے اس نص کے مقتضا پر عمل کرکے حضرت امیرؑ کی اطاعت کی یا نہیں کی پہلی صورت
مقبولین کی ہے اور دوسری خالی اس سے نہیں ہے کہ بموجب نص عمل نہ کرنا غرور
و عناد کے سبب سے تھا یا دوسروں کے جبر و اکراہ کے سبب سے تھا۔ پہلا شخص یا تو مسلم
فطری تھا تو وہ بعض طوائف شیعہ کے نزدیک مرتد فطری ہے اور اسکی توبہ ہرگز
نہیں ہے اور اگر مسلم فطری نہ تھا۔ پس اگر وہ توبہ کرے اور حضرت امیر علیہ السلام
کی طرف رجوع کرے تو مقبول ہوگا ورنہ نہیں تو مرتد غیر فطری و مردود ہے۔ اب رہی
شق ثانی یعنی وہ لوگ اس حیثیت سے مقبول ہیں کہ اگر دوسرے شرائط عدالت وغیرہ
کے انمیں محقق ہوں تو سلک رجال حدیث میں انکا شمار کیا جا سکتا ہے اب رہی وہ
قسم کہ جسنے اس نص جلی کو کان دہر کر سنا ہی نہ تھا وہ خالی اس سے نہیں ہے کہ
کسی دوسری دلیل سے خلافت بلافصل حضرت امیر علیہ السلام امیر ثابت ہوگئی یا
یا شبہہ میں رہے۔ اگر ثابت ہوگئی تو آپکی طرف اس نے رجوع کی یا نہیں اگر نہیں
کی تو اکراہ و اجبار سے نہیں کی یا عناد و اصرار سے قسم اول مقبول ہیں اور قسم سوم اگر مسلم
فطری تھے اور حضرت امیرؑ کی طرف رجوع کی ہے تو مقبول ہونگے اور اگر مسلم فطری
تھے یا حضرت کی طرف رجوع نہیں کی تو مردود ہونگے اور قسم دوم یعنی وہ لوگ کہ
جنکو اعتقاد تعین خلافت حضرت امیرؑ نہیں حاصل ہوا بلکہ شبہہ میں رہے تو انکی حالت

رو در کعبه و دل جانب خمار چه سود خرقه بر دوشش و کمر بستہ بزنار چه سود
ہر کہ او سجدہ برد پیش بتاں در خلوت لاف ایمانش بر سر بازار چه سود

اور منجملہ عجائب کے یہ ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمات کتاب اصابہ میں کہ جو حضرت صحابہ میں ہے بہت زیادہ کوشش تمام صحابہ کے عادل قرار دینے کی کی ہے۔ اور تمام اہلسنت کے اتفاق کا دعویٰ عدالت صحابہ پر کیا ہے اور منحی الفت کو شاذ شمار کیا ہے لیکن تفصیلاً ایک ایک صحابی کے ذکر کے وقت اپنے جھوٹے دعوے کو بھول گئے ہیں اور بہتوں کو ان میں سے فسق کی نسبت دی ہے اور ولید بن عقبہ کے متعلق کہا ہے کہ بموجب آیہ مذکور کے فاسق تھا اور اسکی شراب خواری اور نماز نشہ شراب میں پڑھانے کا حال صحیحین میں لکھا ہے۔ اور قیس بن عمر نجاشی شاعر ہجو گو اور قدامہ بن مظعون کو بھی شراب خواروں میں شمار کیا ہے اور قرہ بن ہبیرہ کو مرتدوں میں شمار کیا ہے۔ اور مسطح کو جو ابوبکر کا خالہ زاد بھائی تھا قاذف یعنی عورتوں پر جھوٹا عیب لگانے والا اقرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت رسالتمآب نے اس پر حد قذف جاری کی تھی واقعی بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ "دروغ گورا حافظہ نباشد" واللہ اعلم

مقدمہ ثالثہ

تقسیم صحابی میں یعنی بحیثیت مقبول و مردود ہونے کے صحابہ کے اقسام

جاننا چاہیئے کہ یا تو صحابی ایسے تھے کہ جو اسلام لانے سے پہلے کافر تھے اور ایسے ہی اکثر تھے یا ایسے نہ تھے بلکہ انکی فطرت نے اسلام ہی میں نشو و نما پائی تھی اور یہ قلیل الوجود تھے مثل امیر علیہ السلام اور سبطین کے کہ یہ مقبولین میں سے ہیں اور عبداللہ

جو اسکے ساتھی تھے پھر بھی معزول ہی کرنا پڑا اور کتاب روضۃ الاحباب میں
مذکور ہے کہ جب ولید کی شراب خواری کا شہرہ تمام کوفہ میں پھیل گیا تو دو شخصوں
نے مدینہ کا ارادہ کیا اور عثمان تک یہ خبر پہونچائی۔ اشعار

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما — چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما
ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں — رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

یہ سنکر ذوالنورین نے ولید کو مدینہ طلب کیا اور اسکے حالات کی تفتیش و
تفحص کرتے رہے جب یہ امر مسموع صحیح بھی معلوم ہوا جب بھی اجرائے حد میں توقف
وتامل کرتے تھے یہانتک کہ ظن سے یقین کی حد تک پہونچ گیا لوگوں نے عثمان کو
برا بھلا کہنا شروع کیا آخر کار مجبور ہوکر ان دونوں گواہوں کو دار الامارہ میں طلب کیا اور
پوچھا کہ تمنے اپنی آنکھوں سے شراب پیتے دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ پیتے دیکھا تو نہیں لیکن اسکی
ڈاڑھی کے بالوں سے نچوڑی در حالیکہ وہ بیہوش پڑا ہوا تھا اور شراب کی قے
کر چکا تھا۔ تو مجبوراً عثمان نے حکم دیا کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام اسپر شراب کی حد
جاری کریں۔
جناب ولایت مآب نے عبد اللہ بن جعفر کو حکم دیا کہ ولید کو چالیس دُرّے مارے

بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ ایک روز ولید بن عقبہ نا عاقبت اندیشی سے
شراب پی گیا اور نماز صبح کیلئے اس حالت مستی میں مسجد میں آیا اور نماز صبح بجائے
دو رکعت کے چار رکعت پڑھائی۔ اور پھر نمازیوں سے کہا کہ اگر کہو تو اور پڑھا دوں
اور ابن مسعود سے کہا کہ آج صبح ہی سے ہم تیرفوق لیجانے کی کوشش کئے ہوئے
ہیں شاید مقصود یہ رہا ہو کہ تم دو ہی رکعت نماز پڑھتے ہمنے چار پڑھی۔ اہل کوفہ
کو یہ امر بہت شاق ہوا اور انہوں نے برا بھلا کہنا شروع کیا گویا بزبان حال رباعی
ورد زبان تھی۔

رباعی

اور عین گمراہی کے کیا کہا جاسکتا ہے نیز اخبار متواترہ میں ہے اور قرآن و حدیث
شاہد ہیں کہ ہلال بن امیہ نے اپنی زوجہ خولہ کو شریک بن سمحا کے ساتھ
متہم کیا اور آیہ لعان نازل ہوئی اور آپسمیں اُن دونوں کے لعان ہوا پس اگر یہ
تہمت واقعی تھی تو خولہ اور شریک باوجود صحابی ہونے کے ایسے گناہ کبیرہ کے
کیوں مرتکب ہوئے اور اگر یہ تہمت جھوٹی تھی تو ہلال نے باوجود صحابی ہونے کے
جھوٹی تہمت کیوں لگائی۔ اور اکثر مفسرین یہانتک کہ صاحب کشاف اور
فخرالدین رازی اور قاضی بیضاوی نے تفسیر سورۂ الحجرات میں ذکر کیا ہے
کہ آیہ یاایھاالذین آمنوا ان جاءکم فاسق الآیہ شان ولید بن عقبہ
میں نازل ہوئی ہے جو صحابیوں سے تھا اور عثمان کا بھائی تھا۔ جسوقت پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ نے۔ اسکو گروہ بنی مصطلق کی طرف بھیجا کہ ان سے مال
زکوۃ لے آوے جب اسکے ورود کی خبر اُن لوگوں کو پہونچی تو وہ رسول اللہ صلعم کی
تعظیم کے خیال سے اسکے استقبال کو نکلے لیکن زمانہ قدیم میں ولید
اور اس طائفہ کے درمیان ایک رنجش تھی جب نظر ولید کی انکی جماعت پر پڑی
تو اسنے یہ خیال کیا کہ وہ لوگ بقصد جنگ آرہے ہیں۔ اور اسی مقام سے
پلٹ کر جناب رسول خدا صلعم کو خبر دی کہ وہ لوگ مرتد ہوگئے ہیں اور زکوۃ نہیں دینا
چاہتے یہ سنکر حضرت نے ارادہ جہاد کا فرمایا اور لشکر مہیا کرنے کیلئے مستعد ہوئے کہ
آیہ کریمہ نازل ہوئی جسکا ماحصل یہ ہے کہ اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے
تو تم لوگ تحقیق کرو۔ اور ولید کا سب جھوٹ سب پر ظاہر ہوگیا لیکن وہ باوجود
خداوند قدیر کی تخویف و تحذیر کے اپنی تقصیر سے پریشان و دلگیر نہ ہوا بلکہ جب
عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں کوفہ کی صوبہ داری اسکے سپرد کی تو اسنے
وہاں اسقدر زیادتی کرنی شروع کی کہ عثمان کو باوجود محبت اور عیب پوشی کے

دکنعان و برادران یوسف کے معاصی سرزد ہوں تو خلفائے ثلاثہ جو کم
کافرزادے تھے ان سے معاصی کا سرزد ہونا ذرا بھی تعجب کا مقام نہیں ہے
اور اگر خلفائے ثلاثہ کی مخالفت کو تسلیم نہ بھی کیا جاوے تو کم سے کم عائشہ
وزبیر وطلحہ ومعاویہ اور وہ صحابہ جو ان لوگوں کے ساتھ تھے انکی حق سے مخالفت
تو "کالشمس فی رابعۃ النہار" روشن و آشکار ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ صحابی ہونا
گناہوں سے محفوظ رہنے کی دلیل نہیں ہے حاصل کلام عقل ونقل دونوں اس
امر پر حاکم ہیں کہ بغیر صفائے فطرت اصلی کے لاکھ صحبت و مجاورت ہو کوئی فائدہ
نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ "اذ قال لصاحبہ" کے قول سے ابوبکر
کے ایمان پر کوئی دلیل نہیں پیدا ہوتی جسطرح سے کہ حضرت یوسفؑ کے "یا صاحبی
السجن" فرمانے سے قیدیوں کا ایمان ثابت نہیں ہوتا یا یہ کہ قول "اخواننا
بغوا علینا" سے باغیوں کی نجات اسی طرح نہیں ثابت ہوتی جس طرح سے کہ
"والی عاد اخاہم ھودا والی ثمود اخاہم صالحا" پر عاد وثمود کی نجات
پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ کفار یقیناً جہنم میں جائیں گے اگرچہ خداوند عالم نے
انکو ہود وصالح کا بھائی فرمایا اور اسیطرح سے یہ کفار بھی دوزخ نصیب ہیں اگرچہ
حضرت پیغمبرؐ نے کسی کو اپنا صاحب اور حضرت علی علیہ السلام نے کسی کو اپنا
بھائی کہا ہو۔ بلکہ یہ بھائی کہنا باعتبار اہل ملک ہونے کے ہو سکتا ہے بیشک
"ان الذین آمنوا" سے بہت بڑی تعظیم اور جلالت ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ
"ثم کفروا" انہوں اور رضی اللہ عنہم موجب رضائے ابدی ہو سکتا ہے بشرطیکہ
"فمن نکث فانما ینکث" کے ضمیمہ نے وقت خاص کیلئے مخصوص نہ کر دیا
ہو اور قول "اخواننا" محبت پر دال ہو اگر قول "بغوا علینا" اسکے ذیل میں نہ ہوتا
اور حدیث حوض کہ جو صحیح مسلم اور جمع بین الصحیحین وغیرہ میں مذکور ہے اس سے

"کل مولود یولد علی الفطرۃ" - یعنی ہر شخص فطرت کے موافق پیدا ہوتا ہے
اور جب تک کہ نفس اپنی اصلی صفائی پر باقی رہتا ہے نور ہدایت سے منور اور
نسیم سعادت شمیم رحمت سے تروتازہ رہتا ہے اور ہمیشہ خداوند عالم کی طرف سے
ایسے ایسے الہامات ربانی اور واردات رحمانی اسکے دل پر پہونچتے رہتے ہیں
کہ انکا میل عالم روحانی کی طرف بڑھتا جاتا ہے اور اسکا انتہائی مقصد تکمیل ذات
اور تحصیل کمالات انسانی میں منحصر ہوتا ہے اور اگر "عیاذاً باللہ" اس فطرت
اصلی سے کچھ انحراف ہوگیا اور توجہ لذات جسمانی اور مزخرفات دنیائے فانی کی طرف
ہوگئی تو یقیناً ایسا شخص شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشوں کی وجہ سے ہمیشہ
گمراہی اور جہالت میں مبتلا اور وادی حیرت و ضلالت میں سراسیمہ پھرتا رہے گا
اور جبکہ آدمی کی بحسب فطرت ایسی مختلف حالتیں ہوا کرتی ہیں تو صحابہ جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی حالت پر خاص طور سے نظر کرنا چاہئے کہ کونسا
ان میں مومن اور عادل تھا اور کون اسکے خلاف اور کس نے میدان سعادت
میں سبقت کی اور کونسا بیابان کفر و ضلالت میں سرگردان پھرا اور تعجب نہ کرنا چاہیے
کہ بعض صحابہ باوجود مجاورت اور مصاحبت کے حق کو نہ دیکھ سکے یا یہ کہ دیدہ و دانستہ
خلاف حق کیا اسلئے کہ اہلسنت اس سے بھی عجیب تر امر کے قائل ہیں کہ عبداللہ
و عبدالمطلب اور ابوطالب علیہم السلام باوجود اس صحبت و مجاورت
و قربت و قرابت کے نور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکے
اور معاذ اللہ کافر رہے اور جہنم میں گئے - اور بعد جناب کے ماننے والے جو
ہزار سال بعد پیدا ہونگے وہ ناجی ہونگے اور بہشت میں جائینگے علاوہ بریں اہلسنت
انبیاء کے متعلق قائل ہیں کہ سہواً گناہ کبیرہ اور عمداً گناہ صغیرہ ان سے صادر
ہو سکتا ہے اور جب ثابت ہیں کہ اولاد انبیاء سے یعنی پیغمبرزادوں سے مثل قابیل

ثابت نہیں کرتا اور باعث نجات نہیں ہوتا اور اہل خلاف جو اپنے کو اہل سنت وجماعت کہتے ہیں تمام صحابہ کو ایمان و عدالت میں یکساں جانتے ہیں اور ان میں سے کسی پر لعن وطعن جائز نہیں جانتے بلکہ لاعن وطاعن کو گناہگار اور خارج از ایمان جانتے ہیں اور یہ قول غلط اور واہی محض گمراہی کے سبب سے پیدا ہوا ہے اسلیئے کہ اصلیت صحابہ کی وہی ہے جو پہلے مقدمے میں گذری اور ایمان وعدالت تو امور کسبیہ میں سے ہے نہ امور فطریہ میں سے درحالیکہ حضرت صلعم کے زمانہ میں بہت سے ایسے منافق تھے کہ جنکو حضرت کی صحبت نصیب ہوئی جو منافقت میں مشہور تھے اور لوگ انہیں صحابہ کہتے تھے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے انکی شان میں فرمایا ہے :۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۝

جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اُن لوگوں کو تجھے دکھا دیتے پس تو اُنہیں اُنکی نشانیوں کے ساتھہ پہچان لیتا۔ اور ہر آئینہ پہچانتا ہے تو پھر انکو پھیر کی بات کہتے ہیں۔

اور بفرض محال ایمان وعدالت کے زوال ایمان وعدالت ممکن ہے جیسے بلعم باعور کیلئے ہوا جو حضرت موسیٰ کا صحابی تھا۔ واقعی ملا جامی نے کیا خوب کہا ہے

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ داشت ۔۔۔۔ دیدن روئے نبی سود نہ داشت

دو بعض شعرائے شیعہ نے بھی یہ کہا ہے

دل نشود از قرب بزرگاں خراب ۔۔۔۔ جیفہ دہد بوئے بد از آفتاب

شعر کی توضیح میں تفصیلاً یوں کہنا چاہیئے کہ روح انسانی جیسے بعبارت ... مجرد و نور اسپید کہتے ہیں یہ ایک خال ہے کہ جسکو زبان حقائق لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ

خلاف تعریف کی ہے جنمیں بہت سے قیود میں اختلاف کیا ہے منجملہ انکے قید قتل رِدّہ ہے یعنی ارتداد کا درمیان میں حائل ہونا اور بعض نے صحابی کے لئے روایت حدیث کو بھی ضروری جانا ہے اور بعضوں نے ایک سال یا دو سال ساتھ رہنے یا ایک غزوہ یا دو غزوں میں حضرت صلعم کے ساتھ شریک ہونے کو شرط قرار دیا ہے۔

اور صاحب روضۃ الاحباب نے کہا ہے کہ صحابہ کے عدد معین و معلوم نہیں ہیں ہاں بعض غزوات میں اسکا پتہ چلتا ہے کہ کتنے صحابی تھے مثل جنگ تبوک میں تیس ہزار یا چالیس ہزار یا ستر ہزار اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زاید اصحاب ہمراہ رکاب تھے اور جناب خاتم المجتہدین شیخ زین الدین علی عاملی نے اپنی شرح درایت اصول حدیث میں جو انکی مصنفات جدیدہ میں سے ہے نقل کیا ہے کہ بعد حضرت کی وفات کے چودہ ہزار ایک سو آدمی صحابی تھے اور مولف کے خیال میں جن لوگوں نے ستر ہزار اور ایک لاکھ کہا ہے ان لوگوں نے صرف صحبت کا اعتبار کیا ہے اور جنھوں نے کم کہا ہے قیود ایمان و بقاء ایمان وغیرہ کا خیال رکھا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ اور باعتبار تقدیم اسلام اور ہجرت اور شرکت غزوات اور ملازمت صحبت اور شہادت وغیرہ کے صحابہ کے درجات مختلف ہیں اگرچہ لفظ صحابہ میں سب شامل ہیں۔ اور صحابی کا پہچاننا بر تواتر یا ایسی خبر مشہور سے جس پر وثوق ہو ممکن ہے۔

شرح عقیدہ نہم

جاننا چاہیے کہ فرقہ حقہ امامیہ کے نزدیک ایمان و عدالت وغیرہ کے لحاظ سے صحابی و غیر صحابی میں کوئی فرق نہیں ہے اور صرف صحابی ہونا۔ ایمان و عدالت کو

یاف صحابی ہیں اور حالت ایمان میں ملاقات کرنیکی
ل اس تعریف میں داخل نہوں جنہوں نے حالت
اور بعد وفات مشرف باسلام ہوئے اسلئے کہ ایسے
اور حضرت ہی پر ایمان لانے کی قید اسلئے ہے تاکہ
سوا اور انبیا پر ایمان لائے ہوں اور آپ سے

اُسی حالت میں ملاقات کی ہو نیز وہ لوگ بھی خارج ہوجائیں کہ جو آپ کے مبعوث ہونے
پر قبل بعثت ایمان لا چکے تھے اور آپ سے ملاقات بھی ہو چکی تھی لیکن آپکے زمانہ
بعثت کے بعد ملاقات نہیں ہوئی - اور حالت اسلام پر مرنے کی قید اسلئے ہے تاکہ وہ
لوگ بھی خارج ہوجائیں جو آپکے بعد مرتد ہوگئے اور حالت ارتداد ہی میں مرے -
مثل عبید اللہ بن جحش وغیرہ کے اور ارتداد کے درمیان میں حائل ہونے کے
غیر مقرر ہونے کو اسلئے بیان کیا ہے تاکہ وہ شخص کہ جس نے قبل مرنے کے توبہ کرلی ہو
وہ قبل وفات حضرت کے یا بعد وفات تعریف صحابی میں داخل رہے مثل اشعث
بن قیس کے کہ جو حضرت کے زمانہ میں ایمان لایا اور پھر مرتد بھی ہوگیا اور پھر
خلیفہ اوّل کے زمانہ میں مسلمان ہوا - خلیفہ مذکور نے خوش ہوکر اپنی بہن اسے
بیاہ دی - یہانتک کہ محمد نام لڑکا پیدا ہوا جو قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام
میں سے ہے - پھر جنگ صفین میں معاویہ نے اسکو مال دیکر فریب دیا
یہانتک کہ حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے میں تامل کیا - اور حضرت کو
حکمین قائم کرنے پر مجبور کیا اور پھر ہی حکمین کا قرار دینا برا سمجھ کر آپ کی مخالفت
اختیار کی - اور نہروان میں حضرت پر خروج کیا اسکے بعد پھر کافر ہوگیا اور نہروان میں
مارا گیا -

اور اظہر اقوال کہنے سے اس امر پر تنبیہہ کرنا مقصود ہے کہ بعض لوگوں نے اسکے

ترجمۂ مجالس المومنین، مجلس سوم و چہارم
صفحات ۲۰۵ - ۴۸۴

مجلس چہارم صفحات ۳۹۹ - ۴۸۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس سوم

اکابر شیعہ صحابۂ کرام حضرت سید الانام علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے ذکر میں

(اس مجلس کے دو حصے ہیں لیکن پہلے چند مقدمات کا بیان کرنا ضروری ہے

مقدمہ اولیٰ (تعریف صحابی میں)

مخفی نہ رہے کہ صحابی بنا بر اظہر اقوال کے ایسا شخص ہے کہ جس نے حضرت پیغمبر خدا سے ملاقات کی ہو درحالیکہ آپ پر ایمان بھی لایا ہو اور مسلمان مرا ہو اگرچہ اسکے مرنے اور ایمان کے درمیان میں ارتداد بھی حائل ہو گیا ہو یعنی بعد ایمان لانے کے پھر مرتد ہو گیا ہو اور بعد توبہ کرنے کے با ایمان مرا ہو۔ اور ملاقات کے معنی بھی ہمنشینی اور ہمراہ چلنے اور ایک دوسرے کے پاس اسطرح پر پہونچنے سے کہ آپس میں باتیں نہ کی ہوں یا ایک نے دوسرے کو نہ دیکھا ہو عام ہیں اور اس مقام پر ملاقات کا لفظ بہ نسبت رویت کی لفظ کے بہتر ہے اسلئے کہ بعض صحابی مثل ابن ام مکتوم کے نابینا تھے جنکو رویت